عمران سیریز

ڈاگ ریز

مظہر کلیم ایم اے

Dog Rase

Raw

Imran Services

ڈاگ ریز

مکمل ناول

منظر کلیم ایم اے

چند باتیں

معزز قارئین!

سلام مسنون! نیا ناول "ڈاگ ریز" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ڈاگ ریز اپنے نام کی طرح انتہائی منفرد پلاٹ پر مشتمل ایک ایسا ناول ہے جو یقیناً اردو جاسوسی ادب میں ایک شاہکار کا درجہ رکھتا ہے۔ دو عظیم ترین جاسوس یعنی احمق اعظم علی عمران اور ناقابل تسخیر کرنل فریدی ایک فارمولے کی خاطر اپنی تنظیموں سمیت پوری قوت سے ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں اور یہ کہانی ان دو عظیم جاسوسوں کے اس ٹکراؤ کی کہانی ہے جس کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ناول کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک سطر سسپنس اور ایکشن کی انتہا پر پہنچے ہوئے ہیں۔ عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی اور کرنل فریدی کی بے پناہ ذہانت نے اس ناول میں ایسے گل کھلائے ہیں کہ قاری ہر سطر پر چونک پڑتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس جیسا شاہکار اردو جاسوسی ادب میں اس سے پہلے نہ کبھی لکھا گیا ہے اور نہ ہی شاید آئندہ کبھی لکھا جائے۔

علی عمران اور کرنل فریدی دونوں ایسے کردار ہیں جو اپنی جگہ پہاڑوں سے بھی زیادہ ٹھوس عظمتوں کے مالک ہیں اور قاری دونوں کرداروں سے یکساں محبت رکھتے ہیں مگر یہ تو ایک فطری اصول ہے کہ جب دو طاقتیں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو شکست قبول کرنی پڑتی ہے۔ ڈاگ ریز میں علی عمران اور کرنل فریدی کے ٹکراؤ کے بعد آخر کار کسے شکست قبول کرنی پڑے گی۔ علی عمران کو۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پیدا ہی فتح حاصل کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یا کرنل فریدی کو۔ جس کے مقابل آ کر پہاڑ بھی راستہ چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ناول ان دونوں کی

زندگی کے سب سے خوفناک تجربے پر مشتمل ہے۔ ایک ایسے تجربے پر جس سے زیادہ بھیانک اور اعصاب شکن تجربہ شاید ہی وقوع پذیر ہوا ہو۔

اس ناول کو پڑھنے کے بعد آپ یقیناً یہ بات کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ڈاگ ریز اردو جاسوسی ادب کا سب سے دلچسپ اور حیرت انگیز ناول ہے۔ ایک ایسا ناول جو ناقابل فراموش ہے۔

تو لیجئے اس عظیم ناول کا مطالعہ شروع کیجئے۔ یقیناً اختتام تک پہنچتے پہنچتے آپ بھی میرے ان دعووں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

Salman
03022198335

سلیمان نے دروازہ کھولا تو وہ دو سفید ریش بزرگوں کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دونوں سیاہ شیروانی اور سفید لکھنوی پاجامے میں ملبوس تھے۔ سر پر ململ کی چوگوشیہ ٹوپیاں تھیں۔

"فرمایئے" ـــ سلیمان نے ان کی بزرگی کا خیال کرتے ہوئے بڑے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"اما نورچشم طولعمرہٗ صاحبزادہ علی عمران تشریف رکھتے ہیں کیا" ـــ؟ ان میں سے ایک نے خالص لکھنوی انداز میں پوچھا۔

"جی ـــ صرف عمران صاحب تو اندر بیٹھے ہیں ـــ مگر یہ صاحب جن کا اتنا لمبا نام آپ نے لیا ہے۔ یہ یہاں نہیں رہتے" ـــ سلیمان نے اپنی طرف سے پوری وضاحت کر دی۔

"اما عجب احمق سے پالا پڑا ہے ـــ ہم بھی تو صاحبزادہ علی عمران کو ہی پوچھ رہے ہیں۔ کوئی فارسی تو نہیں بول رہے" ـــ وہی بزرگ جنہوں نے پہلا سوال کیا تھا جھنجھلا کر بولے۔

"دروازے پر کون ہے سلیمان" ـــ؟ اس سے پہلے کہ سلیمان کوئی جواب دیتا اندر سے عمران کی گرجدار آواز سنائی دی۔

"آپ کے بزرگانِ دین ہیں" ـــــ سلیمان نے گھبراہٹ میں فقرہ کہہ دیا۔

"بزرگانِ دین ـــ کیا بکتا ہے ـــ آنے دو۔ جو بھی ہیں ـــ بزرگانِ دین ہیں یا خوردگانِ دین ـ آنے دو" ـــــ عمران نے ہانک لگائی۔

"تشریف لائیے جناب" ـــــ سلیمان مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹ گیا اور پھر وہ دونوں بڑے تکلف سے چلتے ہوئے دروازے کے اندر داخل ہو گئے۔ سامنے ہی ڈرائینگ روم تھا۔

دونوں بزرگ جیسے ہی اندر داخل ہوئے۔ عمران جو سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کئے اپنی مخصوص ورزش میں مصروف تھا۔ بوکھلا کر سیدھا ہو گیا۔ اس کے جسم پر صرف ایک نیکر ہی تھی۔

"فف ـــ فف ـــ فرمائیے ـــ آپ کو کیا تکلیف ہے ـــ؟ اوہ معاف کیجئے گا ـــ آپ نے کیسے تکلیف کی ـــ؟ دراصل بات یہ ہے کہ دماغ میں خون زیادہ جمع ہو گیا ہے۔ اس لئے ـــ بہرحال آپ تشریف رکھئے" ـــ عمران نے گھبراہٹ کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ وہ بے بسی اور پریشانی سے ہاتھ مل رہا تھا۔

"سلیمان ـــ ارے سلیمان" ـــــ عمران کی آواز میں اتنی گھبراہٹ تھی کہ سلیمان بے اختیار بھاگتا چلا آیا۔

"کک ـــ کیا بات ہے صاحب" ـــــ؟

"ارے ـــ یعنی تمہارے نزدیک کوئی بات ہی نہیں بھائی ـــ بزرگانِ دین آئے ہیں ان کی خاطر مدارت کرو ـــ شربت نہیں تو چائے تو پلوا ہی دو ـــ یہ بھی کیا یاد کریں گے ـــ میں ذرا جامہ دری ـــ اوہ ـــ معاف کیجئے گا جامہ زیبی کر آؤں" ـــــ عمران نے کہا اور پھر غڑاپ سے دوسرے کمرے میں غائب ہو گیا۔

دونوں بزرگ ہونق بنے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔

"عجیب احمقوں سے پالا پڑا ہے" ـــــ ان میں سے ایک نے منہ بناتے ہوئے دوسرے سے کہا۔

"ہاں تو بزرگان ـــ آپ لوگ کیا پئیں گے ـــ چائے ـــ شربت ـــ خونِ جگر یا آبِ حیات ـــ میرا مطلب ہے ـــ سادہ پانی" ـــــ سلیمان نے ان کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

"تمیز سیکھو برخوردار! ـــ تمہیں کسی گدھے نے تمیز نہیں سکھائی" ـــــ وہ بزرگ سلیمان پر الٹ پڑے۔

"پہلے تو کسی نے نہیں سکھائی ـــ اب آپ سکھا دیجئے تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تمہیں کسی گدھے نے تمیز نہیں سکھائی" ـــــ سلیمان نے چوٹ کر دی۔

دونوں بزرگوں کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتے۔ عمران سیاہ شیروانی اور سفید اٹنگا پاجامہ پہنے، سر پر ترکی ٹوپی جمائے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں جھک کر سات تسلیمیں بجا لاتے ہوئے بزرگوں کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

"جیتے رہو ـــ جگ جگ جیو ـــ خدا عمر دراز کرے ـــ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو" ـــــ دونوں بزرگوں نے دعائی قصیدہ سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"بس بس ـــ آج کے دن کے لئے اتنا ہی کافی ہے ـــ زیادہ بوجھ مجھ سے نہیں اٹھایا جا سکتا ـــ کچھ ذرا دل کا کمزور واقع ہوا ہوں" ـــــ عمران نے انہیں ٹوکتے ہوئے کہا اور سلیمان جو حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا مسکرا دیا۔

"سلیمان چائے لے آ" ـــــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے سلیمان کو حکم دیا اور سلیمان فوراً نو دو گیارہ ہو گیا۔

"فرمایئے حضرات! ___ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ___؟ کیونکہ بزرگوں کی خدمت کرنا میں ثوابِ دارین سمجھتا ہوں ___ یعنی نیکی کر دریا میں ڈال ___ اور اگر دریا نزدیک نہ ہو تو فلش گٹر میں ڈال ___ اب دیکھئے نا ۔ صرف ایک نیکی ڈالنے کے لئے کون بیس گیلن پٹرول پھونک کر دریا پر جائے ___ آپ جانتے ہیں کہ آجکل مہنگائی کا زمانہ ہے ۔ ایک گیلن پٹرول چرانے کے لئے دس پٹرول پمپ جھانکنے پڑتے ہیں اور"

عمران کی زبان جو کافی دنوں سے کھجلا رہی تھی ۔ سٹارٹ ہو گئی ۔

"چرانے کے لئے" ___؟ دونوں بزرگوں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا ۔

"جی ہاں! ___ اب سوچیئے ۔ اگر پٹرول چرایا نہ جائے تو گاڑی کیسے چلے ___؟ اور اگر گاڑی نہ چلے تو کبیرے صاحب وہ جو مشہور شاعر ہیں آپ جانتے ہی ہوں گے وہ جو ہر بات پر شعر کہہ دیتا ہے یعنی ___ چلتی کا نام گاڑی ___ اور دیکھ کبیرا رویا وغیرہ وغیرہ ___ میرا مطلب ہے"

"بس بس ___ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ___ اب آپ ذرا میرے سوالوں کا جواب دیجئے" ___ ان میں سے ایک بزرگ نے اکتا کر ہاتھ کے اشارے سے عمران کو روک دیا ۔

"ضرور ضرور ___ لیکن یہ بتایئے کہ آپ کون سے فلمی اخبار کے نمائندے ہیں اور کیا اس انٹرویو کے بعد مجھے فلم میں چانس مل جائے گا یا نہیں" ___ عمران نے پوچھا ۔

"ہم کسی اخبار کے رپورٹر نہیں بلکہ تمہارے اشتہار کے جواب میں حاضر ہوئے ہیں" ان میں سے ایک بزرگ نے جھنجلاتے ہوئے کہا ۔

"میرا اشتہار" ___؟ اب حیران ہونے کی باری عمران کی تھی ۔

"جی ہاں!" ___ بزرگ نے کہا اور پھر جیب سے ایک اخبار نکال کر اسے پھیلایا اور ایک اشتہار عمران کے سامنے کر دیا ۔

عمران بڑے اشتیاق سے اشتہار پڑھنے لگا ۔ جیسے جیسے وہ اشتہار پڑھتا جاتا اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلتی چلی گئیں اور اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ ہواؤں میں اڑ رہا ہو ۔ اشتہار تھا

ضرورت رشتہ

ایک غیر تعلیم یافتہ ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ سی (آکسن) بردوش روزگار نوجوان جس کی روزانہ آمدنی اگر ہو جائے تو دس لاکھ روپے اور اگر نہ ہو تو ایک پیسہ بھی نہیں ۔ کو رشتے کی فوری ضرورت ہے لڑکی خوبصورت اور خوب سیرت بالکل غیر تعلیم یافتہ ہو ذات پات ، جہیز وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں ، اندھی ہو ۔ کانی ہو ۔ لولی ہو ۔ لنگڑی ہو ۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ باورچی موجود ہے اس لئے خانہ داری بھی جاننے کی ضرورت نہیں ۔ کنواری ہو ، بیوہ ہو یا مطلقہ سب چل جائے گی ۔ بس ایک شرط ہے کہ لڑکی ہو ۔ تیسری صنف نہ ہو ۔ فوراً ملیئے ۔

علی عمران ، ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ سی (آکسن) فلیٹ نمبر ۲۰۰ کنگ روڈ ۔

"ہوں! تو یہ بات ہے" ___ عمران نے اشتہار پڑھ کر ایک طویل سانس لی ۔

"تو اس رشتہ کے سلسلے میں آپ تشریف لائے ہیں" ـــــ عمران نے بھینچی ہوئی آنکھوں کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر لے آتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں! ـــ میرے خیال میں پہلے تعارف ہو جائے تو بہتر ہے" ـــ ایک بزرگ نے تجویز پیش کی اور پھر تعارف بھی شروع کر دیا۔

"مجھ حقیر فقیر ناچیز کو حکیم عاشق علی دلشاد لکھنوی المعروف حکیم کلن کہتے ہیں"۔

"اور مجھ خاکسار ـــ غم گسار ـــ دل فگار کو تمنا لکھنوی المعروف پرلے میاں کہتے ہیں" ـــ دونوں بزرگوں نے اپنا اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

عمران جو بڑے مؤدبانہ انداز میں یہ دل پذیر تعارف سُن رہا تھا۔ اپنی باری آتے ہی بولا۔

"تو صاحبو! ـــ اب دل تھام کر بیٹھو کہ میری باری آئی ـــ مجھ کو بے پیر ـــ پُرتقصیر ہیچمدان کو علی عمران المعروف بندہ نادان کہتے ہیں"۔

اتنے میں سلیمان نے چائے کی ٹرے لا کر میز پر رکھ دی۔

"اور یہ ہے میرا باورچی ـــ اس کو صورت حرام ـــ عاشق ناکام ـــ بندہ بے لگام سپاہی بے شمشیر سلیمان المعروف کفگیر کہتے ہیں" ـــ عمران نے سلیمان کا بھی مہذبانہ تعارف کرا دیا۔

"صاحب! ـــ آپ میرا غلط تعارف کیوں کرا رہے ہیں" ـــ سلیمان کو اپنا تعارف سُن کر بے حد غصہ آیا۔

"تو اچھا تم اپنا تعارف خود کرا دو" ـــ عمران نے بے چارگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بس صاحب بس تعارف ہو چکا ـــ اب آپ ہمارے چند سوالوں کا جواب دیں تو ہزار شکریہ و نوازش" ـــ ایک بزرگ نے ہاتھ اٹھا کر سلیمان کو چپ کرا دیا

جو اپنا تعارف کرانے کے لئے منہ کھول ہی رہا تھا۔

"اب میں کیا کر سکتا ہوں سلیمان! ـــ تمہاری قسمت ہی خراب ہے" ـــ عمران نے بڑی بے چارگی سے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا اور سلیمان منہ بناتے ہوئے واپس چلا گیا۔

"آپ کے قبلہ والد صاحب کیا شغل کرتے ہیں" ـــ؟ حکیم کلن نے پہلا سوال کرتے ہوئے کہا۔

"جو شغل ایک بوڑھا آدمی کر سکتا ہے ـــ یعنی وعظ و نصیحت ـــ جدید نسل کے خلاف تقریریں ـــ اپنے آباؤ اجداد کے قصیدے ـــ نئی نسل کی بے راہروی کے مرثیے وغیرہ وغیرہ" ـــ عمران نے وضاحت سے جواب دیا۔

"یہ فلیٹ آپ کا اپنا ہے" ـــ؟ پرلے میاں نے سوال کیا۔

"یہی تو رونا ہے ـــ میں ہمیشہ سوپر فیاض کو کہتا رہتا ہوں کہ یہ فلیٹ فی سبیل اللہ میرے نام کر دو۔ تمہیں ثواب دارین حاصل ہوگا۔ لیکن اس کم بخت کے کان پر جوں ہی نہیں رینگتی" ـــ عمران نے فیاض کی شکایت کر دی۔

"آپ نوکری کرتے ہیں" ـــ؟ حکیم کلن نے پوچھا۔

"اجی نوکری تو ہمارے آباؤ اجداد کرتے آتے ہوں گے ـــ خدانخواستہ میں کیوں کروں ـــ اپنا تو ایک پشت سے ہے پیشہ سپاہ گری" ـــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ اکیلے رہتے ہیں" ـــ؟

"اجی کون کم بخت اکیلا رہتا ہے ـــ یہ پیر تسمہ پا سلیمان عرف کفگیر میاں جو میری جان سے چمٹے ہوتے ہیں ـــ یہ کوئی کم ہیں"۔

"دیکھیئے بات یہ ہے کہ میری بیٹی ماہ لقا بیگم بڑی قبول صورت ـ خوب سیرت ـ

خانہ داری میں ماہر ہے۔ اگر آپ اپنے بزرگوں سے ملادیں تو ہمیں یہ رشتہ منظور ہے" حکیم کلن نے کہا۔

"کیا آپ کی صاحبزادی سینا پرونا جانتی ہے" ——— ؟ عمران نے سوال کیا۔ "تکیہ پر وہ یہ شعر لکھتی ہے"؟

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

"جی ہاں! — جی ہاں ——— ابھی کل ہی اس نے یہ شعر ایک تکیے پر کاڑھا ہے اور بڑے خوبصورت بیل بوٹے بناتے ہیں صاحبزادی نے ——— ماشاءاللہ چشم بددور" حکیم کلن نے اپنی بیٹی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"اور میز پوش پر کونسا شعر کاڑھتی ہیں" ——— ؟ عمران نے ایک اور سوال کر دیا۔

ع ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حکیم کلن نے بڑے فخریہ انداز میں شعر سنایا۔ اور عمران نے ماہ لقا بیگم کے ذوق سلیم میں جھومنا شروع کر دیا۔

اچانک کمرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ عمران نے لپک کر رسیور اٹھایا۔

"ہیلو بے پیر — پُرتقصیر — ہمدان علی عمران ——— بندہ نادان بول رہا ہوں" ——— عمران نے بڑے مؤدبانہ انداز میں مقابل کو اپنا تعارف کرایا۔

"عمران! ——— ذرا میری کوٹھی میں پہنچو ——— بہت اہم کام ہے ——— ذرا پہنچو موسٹ امپارٹنٹ" ——— سر سلطان کی پریشانی سے بھرپور آواز آئی۔

"اجی سنیئے تو" ——— عمران چیخا۔ مگر دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا تھا۔ اور عمران نے بھی جھنجلا کر رسیور رکھ دیا اور پھر زور سے چیخا۔

"سلیمان ——— سلیمان"

دوسری آواز پر ہی سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔

"سنبھالو اپنے بزرگان دین کو ——— میں تو چلا اور پھر آکر تجھ سے پوچھوں گا کہ تم نے اشتہار کیوں دیا تھا"۔

"اجی سنیئے تو صاحبزادہ صاحب" ——— حکیم کلن نے عمران کو مخاطب کرنا چاہا مگر عمران برق جیسی تیز رفتاری سے کمرے سے نکل گیا۔

"عجیب بدتمیز نوجوان ہے ——— یعنی کوئی احترام و عزت ہی نہیں بزرگوں کی" ——— حکیم کلن کا غصہ سے رنگ سرخ ہو گیا۔

"جی ہاں! — بالکل بدتمیز ——— ناہنجار — ناخلف ——— شتر بے مہار ہیں صاحب"۔ سلیمان نے اپنے تعارف کا بدلہ چکا لیا۔

"چلو پرلے میاں چلیں ——— میں ایسے نوجوان سے اپنی ماہ لقا کی شادی کا تصور بھی نہیں سکتا" ——— حکیم کلن نے پرلے میاں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بجا فرمایا آپ نے" ——— پرلے میاں نے بڑے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"بندے کے متعلق کیا خیال ہے حضور! ——— اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے کھلاؤنگا آپ کی صاحبزادی کو ——— بس کچھ نہ پوچھیئے انگلیاں چاٹتی رہ جائیں گی ——— بس آپ ہاں فرمایئے ——— باقی سب کام ٹھیک ہو جائے گا" ——— سلیمان نے اپنے آپ کو امیدواری میں پیش کرتے ہوئے کہا۔

"تم چپ رہو ——— اب حکیم کلن اتنا گیا گزرا بھی نہیں کہ اپنی حور صفت بیٹی کو ایک

باورچی سے بیاہ دے" —— حکیم کلن نے سلیمان کو بُری طرح ڈانٹ دیا۔ اور پھر دونوں بزرگ مڑ کر فلیٹ سے باہر نکل گئے۔

"خس کم جہاں پاک" —— سلیمان نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"آجاتے ہیں ماہ لقا کو لے کر —— یہاں کئی ماہ لقائیں میری جوتیاں چاٹتی پھرتی ہیں —— ہونہہ" —— سلیمان بڑبڑایا اور پھر باورچی خانے کی طرف چل دیا۔ لیکن اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اشتہار تو موڈ میں آکر دے بیٹھا مگر اب عمران سے جان بچائے تو کس طرح ——؟

بہرحال کوئی نہ کوئی ترکیب لڑانی ہی پڑے گی۔



"حمید بات سنو" —— کرنل فریدی نے حمید کو آواز دی جو شارک اسکن کا سوٹ پہنے عطر میں بسا بڑے رومانٹک موڈ میں انگریزی دھن بجاتا برآمدہ پار کر رہا تھا۔ فریدی کی آواز سنکر وہ ٹھٹھکا۔ انگریزی دھن اس کے ہونٹوں میں دب کر رہ گئی۔ چہرے پر ناگواری کی چند شکنیں پھیلیں۔ لیکن جلد ہی سمٹ گئیں۔ اس نے کندھے جھٹکے اور پھر فریدی کی طرف مڑ گیا جو برآمدے میں ایک آرام کرسی پر بیٹھا کسی ضخیم کتاب کے مطالعہ میں گم تھا۔

"فرمایئے ——؟" اس نے نزدیک جاکر بڑے مؤدبانہ لہجہ میں پوچھا۔

"بیٹھو" —— فریدی نے سامنے رکھی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سپاٹ لہجہ میں کہا۔

اور حمید کو نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً بیٹھنا پڑا۔

"کہاں جا رہے ہو" ——؟ فریدی نے قدرے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں ——؟ کیا میرے آنے جانے پر پابندی لگی ہوئی ہے" ——؟ حمید فریدی کے سوال پر چڑ گیا۔

"میرا خیال تو ایسا ہی ہے" —— فریدی مسکرا دیا۔ وہ دل ہی دل میں حمید کی ذہنی کیفیت سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"آپ کا خیال قطعاً غلط ہے —— میں آزاد ملک کا ایک آزاد شہری ہوں۔ آمد و رفت میرا بنیادی حق ہے اور ملکی آئین کے مطابق مجھے اس بنیادی حق کے استعمال سے کوئی نہیں روک سکتا" —— حمید نے ہاتھ نچاتے ہوئے پوری تقریر کر دی۔

"لیکن تمہارے جملہ حقوق میرے پاس محفوظ ہیں" —— فریدی نے جواب دیا۔

"کیوں —— کیا میں آپ کا شوہر ہوں" ——؟ حمید نے چوٹ کی۔

"آپ —— ابھی تک کسی لڑکی کا نام نہیں رکھا گیا —— اس لئے تمہارا یہ فقرہ غلط ہے" —— فریدی نے جواب دیا۔

"چلو آپ نہ سہی —— آپا سہی" —— حمید نے بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا۔

"اب اپنی آپا کا شوہر تو تم ہی بن سکتے ہو —— میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں" —— فریدی نے ہنستے ہوئے کہا اور حمید کٹ کر رہ گیا۔ وہ جلدی میں لفظ بھی غلط کہہ گیا تھا۔

"آپ بات بتایئے —— مجھے کیوں بلایا تھا —— باقی باتیں چھوڑیں" —— حمید

نے جھینپ مٹاتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں جا رہے ہو" — ؟ فریدی نے دوبارہ وہی سوال کیا۔

"لکی ڈیو میں" — حمید نے سیدھا سیدھا جواب دینے میں ہی عافیت س

"کوئی خاص پروگرام ہے" — ؟ فریدی نے پوچھا۔

"صرف خاص ہی نہیں — بلکہ خاص الخاص" — حمید نے خاص الخاص پر زور دیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں فریدی اسے کوئی اور کام بتا دے۔

"تمہیں یہ پروگرام کینسل کرنا پڑے گا" — فریدی نے کہا۔ وہی ہوا جس کا حمید کو ڈر تھا۔

"جی! — کیا کہا آپ نے" — ؟ حمید یوں اچھلا جیسے اسے کسی سانپ نے کاٹ لیا ہو۔

"میں بات کو دوبارہ کہنے کا عادی نہیں ہوں" — فریدی نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"مگر یہ ظلم ہے — جبر ہے — قہر ہے — اور میں اس ظلم کے خلاف ف کروں گا — چیخوں گا — چلاؤں گا — گلا پھاڑ پھاڑ کر روؤں گا" — حمید چیخا۔

"تم کچھ بھی نہیں کرو گے — بس تم میرے ساتھ چلو گے — میں کپڑے تبدیل کر کے ابھی آتا ہوں" — فریدی نے کہا اور پھر اٹھ کر اندر چلا گیا۔

حمید نے بے بسی سے سر پکڑ لیا۔ اب فریدی کے حکم کی خلاف ورزی کا تصور تو اس کے فرشتے بھی نہیں کر سکتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس کے کانوں میں فریدی کے قدموں کی آواز آئی جو کپڑے تبدیل

کے واپس آ رہا تھا۔ اس نے سر اٹھایا۔

"اے خدا! — اے زمین و آسمان کے مالک! — کیا اس فرعون جیسے تو نے کرنل فریدی م دے رکھا ہے۔ کے لئے تو کوئی موسیٰ پیدا نہیں کر سکتا — ؟ تاکہ مجھے اس کے سے نجات مل سکے اور میں بھی آزاد فضا میں سانس لے سکوں" — حمید نے فریدی سنانے کے لئے خدا سے فریاد کی۔

"چلو کار میں بیٹھو — تمہاری یہ فریاد قبول ہونے کا ابھی وقت نہیں یا" — فریدی نے اسے کان سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"چلتا ہوں بندہ نواز چلتا ہوں — آپ میرا کان تو چھوڑ دیجئے" — حمید معصوم لہجے میں کہا۔

فریدی نے اس کا کان چھوڑ دیا۔

"اف خدایا — ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرا کان کسی پلاس کے شکنجے آگیا ہو" — حمید نے کان مسلتے ہوئے کہا اور پھر پورچ میں کھڑی کار کا دروازہ ول کر بیٹھ گیا۔

سٹیرنگ پر فریدی تھا۔ کار آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی کوٹھی سے باہر نکل گئی۔



عمران نے کار سر سلطان کے بنگلے کے پورچ میں روکی اور پھر اتر کر اندر کی طرف

بڑھ گیا۔

ڈرائینگ روم کا پردہ اٹھا کر عمران اندر داخل ہوا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ سر سلطان پریشانی کے عالم میں اپنا سر پکڑے بیٹھے تھے۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" ۔۔۔۔ عمران نے سلام کرنے میں کسی بخ... کام نہیں لیا۔

"وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹھو" ۔۔۔۔ سر سلطان نے سر اٹھا کر جواب دیا۔ ان چہرے پر پریشانی منجمد ہو کر رہ گئی تھی۔

"کیا بات ہے ۔۔۔ نصیب دشمناں دیں کچھ طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے" ۔۔۔ عمران پر ابھی تک لکھنوی انداز کا اثر تھا۔

"نہیں طبیعت تو ٹھیک ہے مگر" ۔۔۔۔ سر سلطان نے رک رک کر کہا۔

"تو پھر نصیب دوستاں ہی میں کچھ خرابی ہو گئی ہو گی" ۔۔۔ عمران نے اپنی ط... اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"سنجیدگی اختیار کرو عمران! ۔۔۔ میں بہت سخت پریشان ہوں" ۔۔۔ سر سلـ... نے قدرے بیزار ہوتے ہوئے کہا۔

"تو آپ کا کیا خیال ہے کہ سنجیدہ ہو کر میں بھی پریشانی کے ساگر میں غوطے لگانا شر... کر دوں" ۔۔۔۔ عمران کا لہجہ بدستور مضحکہ خیز تھا۔

"کیا تمہیں میری پریشانی کا کوئی احساس نہیں" ۔۔۔۔ ؟ سر سلطان کے ... میں بے پناہ شکوہ تھا۔

"آپ کے لئے تو میں آسمان سے تارے تو نہیں توڑ سکتا۔ البتہ زمین سے بیـ... سکتا ہوں ۔۔۔ خون کی جگہ پسینہ بہا سکتا ہوں ۔۔۔ آپ حکم تو دیجئے پھر دیکھئے کیا کرتا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

سر سلطان خاموش بیٹھے رہے۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور ان کی حالت دیکھ ...ران کو مجبوراً سنجیدہ ہونا پڑا۔

"کیا بات ہے ۔۔۔ ؟ آپ کیوں اتنے پریشان ہیں" ۔۔۔ ؟ عمران نے ...ی سنجیدگی سے سوال کیا۔

سر سلطان نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔ عمران کو سنجیدہ دیکھ کر ان کی ...ھی پریشانی غائب ہو گئی۔

"...ان بیٹے غضب ہو گیا ہے ۔۔۔ تم جانتے ہو وہ پروفیسر ڈاگ ریمنالڈ جو ہماری ...ومت کے لئے ایک اہم تجربہ کر رہا تھا" ۔۔۔۔ سر سلطان نے تمہید شروع کی۔

"ہاں ۔ ہاں ۔۔۔ اچھی طرح جانتا ہوں ۔۔۔ وہ جرمن سائنسدان جس نے مشرقی ...منی سے بھاگ کر ہمارے ملک میں پناہ لی تھی ۔۔۔ تو کیا ہوا اسے ۔۔۔ ؟ کیا ...ہ مر گیا ہے" ۔۔۔۔ : عمران نے جواب دیا۔

"اگر مر جاتا تو اتنا دکھ نہ ہوتا ۔۔۔ وہ کم بخت اس فارمولے کو جس پر وہ تجربات کر ...رہا تھا اور جس پر ہماری حکومت کا تقریباً دو کروڑ روپیہ خرچہ آ چکا ہے لیکر ہمسایہ ...ملک فرار ہو گیا ہے" ۔۔۔۔ سر سلطان نے بتلایا۔

"آپ کو کب اطلاع ملی ہے" ۔۔۔۔ ؟ عمران اب قطعی سنجیدہ تھا۔

"کل اطلاع ملی تھی ۔۔۔ آج صبح صدر مملکت نے اس صورت حال پر میٹنگ طلب ...ی۔ وہاں میں نے سب کو یقین دلا دیا کہ ایکسٹو اس فارمولے کو واپس لے ...آئے گا۔ لیکن اب" ۔۔۔۔ سر سلطان بولے۔

"کون سے ملک گیا ہے" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"ہمسایہ ملک ساگالینڈ" ۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"تو اس میں پریشانی کی کونسی بات ہے ۔۔۔ ؟ ساگالینڈ ہمارا بہترین دوست

ہے۔ وہ اسے یا فارمولے کو واپس کر دے گا" ——— عمران نے سادہ ساحل بنتے
ہوئے کہا۔

"یہی تو پریشانی کی بات ہے ——— سفارتی طور پر ان سے مطالبہ کیا گیا تھا لیکن
ساگالینڈ کی حکومت نے پروفیسر یا فارمولے کو واپس دینے سے صاف انکار کر دیا ہے۔
وہ اس پروفیسر کو پناہ دے چکے ہیں اور اس فارمولے کو انہوں نے ایک کروڑ روپے
میں خرید لیا ہے"۔

"کیا وہ فارمولا اتنا اہم ہے" ——— ؟ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے
ہوئے کہا۔

"ہاں بہت ہی زیادہ اہم" ——— سرسلطان نے بتلایا۔

"کیا میں اس فارمولے کی تفصیلات سے آگاہ ہو سکتا ہوں" ——— ؟ عمران نے
سوال کیا۔

"کیا یہ ضروری ہے" ——— ؟ سرسلطان نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"بہت ضروری ——— میں اس کی صحیح اہمیت سے واقف ہونا چاہتا ہوں" ———
عمران نے بڑے پروقار انداز میں جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے ——— میں مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں ——— یہ ریز کا فارمولا ہے جسے
سرکاری طور پر "ڈاگ ریز" کا نام دیا گیا ہے۔ پروفیسر ڈاگ رینالڈ کے نام پر۔ پروفیسر ڈاگ
نے ان ریز کو دریافت کیا ہے۔ ان شعاعوں کی خاصیت یہ ہے کہ انہیں حسب منشا
سکیڑا اور پھیلایا جا سکتا ہے۔ یعنی جتنے رقبے پر آپ چاہیں اسے پھیلایا جا سکتا ہے
اور جب چاہیں ان شعاعوں کے اثرات ختم کئے جا سکتے ہیں۔ اب ان شعاعوں کی
خصوصیت یہ ہے کہ جس رقبہ پر یہ شعاعیں پھیلا دی جائیں اس علاقے کو وہ شعاعیں
چھتری کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔ ان میں سے ہوا ——— سورج کی شعاعیں ——— بارش

تو بآسانی کراس کر سکتی ہے ان کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ——— لیکن کوئی
چیز یعنی جہاز ——— بم ——— میزائل ——— گولی ——— ان شعاعوں سے پار نہیں ہو سکتی
بلکہ ان شعاعوں سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی ہیں اور وہ علاقہ ہر قسم کے حملہ سے بچ
جاتا ہے" ——— سرسلطان نے مختصر طور پر ڈاگ ریز کی خاصیت اور اہمیت
بتلا دی۔

"اوہ ——— واقعی بہت اہم دفاعی ہتھیار ہے یہ" ——— عمران کو اب فارمولے
کی اہمیت کا صحیح احساس ہو گیا۔

"ہاں ——— اسی اہمیت کے پیش نظر تو ساگالینڈ کی حکومت نے فارمولا کو
واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے" ——— سرسلطان نے جواب دیا۔

"تو کیا اب ساگالینڈ سے سفارتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں گے" ——— ؟ عمران
نے پوچھا۔

"نہیں ——— دونوں ملک ایسے باہمی معاہدوں میں جکڑے ہوئے ہیں کہ سفارتی
تعلقات منقطع کرنا ہمارے لئے سود مند نہ ہوگا اور دوسرا اگر اس مسئلے پر سفارتی
تعلقات منقطع کر دیئے جائیں تو بین الاقوامی طور پر یہ فارمولا نظر میں آجائے گا اور پھر
ہر ملک کے جاسوس اسے حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑیں گے۔ جو ہم نہیں چاہتے"
سرسلطان نے جواب دیا۔

"پروفیسر ڈاگ رینالڈ اس ملک سے فارمولا لیکر کیوں فرار ہوا ہے جبکہ اسے
ہر قسم کی سہولت دی گئی تھی" ——— ؟ عمران نے ایک اور سوال کر دیا۔

"بس لالچ ——— وہ اس فارمولے کو بیچ کر پیسہ لینا چاہتا تھا اور ظاہر ہے
ہماری حکومت جو پہلے ہی اس فارمولے پر دو کروڑ روپے خرچ کر چکی تھی اب اس
کی مزید قیمت تو مقرر نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ وہ فرار ہو گیا اور ساگالینڈ نے ایک

کرڈ میں وہ فارمولا خرید لیا" ——— سر سلطان نے بتلایا۔

"کیا وہ فارمولا پوری طرح مکمل ہو چکا تھا" ——— ؟ عمران نے پوچھا۔

"یہ نہیں کہا جا سکتا ——— سرکاری طور پر جو رپورٹ پر ڈیفنس سے ملی تھی تو یہ پتہ چلتا ہے کہ فارمولا ابھی نامکمل ہے ——— ویسے خدا بہتر جانتا ہے کہ ہو چکا ہے یا نہیں" ——— سر سلطان نے جواب دیا۔

"ہوں ——— ٹھیک ہے ——— میں کوشش کروں گا کہ فارمولا واپس اپنے لے آسکوں" ——— عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تو میں بے فکر ہو جاؤں اور صدر مملکت کو رپورٹ دے دوں" ——— سر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— بیشک دیدیں ——— میں اپنی پوری کوشش کرونگا" ——— عمران نے دیا اور پھر سر سلطان سے ہاتھ ملا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ پھر اس کی کار ہوئی سر سلطان کے بنگلے سے باہر نکل آئی۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کی بیشمار لکیریں ابھر آئی تھیں۔ معاملہ واقعی بے حد اہم تھا اس لئے وہ آئندہ کے لئے لائحہ ایکشن سوچ رہا تھا۔



کار کافی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔

آخر یہ بیٹھے بٹھائے آپ پر کیا جنون سوار ہوا کہ کار نکالی اور چل پڑے ——— ؟ حمید نے جو کافی دیر سے خاموش تھا۔ مزید خاموش نہ رہ سکا۔

"بس خاموشی سے دیکھتے جاؤ ——— زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں" ——— فریدی نے اسے ڈانٹ دیا۔

"یعنی ایک تو میرے بہترین پروگرام کا ستیاناس کر دیا ——— اب الٹا ڈانٹ بھی رہے ہیں ——— یعنی بقول مصحفی

یہ عجیب رسم دیکھی کہ بروز عید قربان
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

حمید نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ابھی عید قربان بڑی دور ہے ——— اس لئے بے فکر رہو ——— ابھی سے فکر لگالیا تو عید تک دبلے ہو جاؤ گے" ——— فریدی نے جواب دیا۔

"ہوں تو یہ پروگرام ہے" ——— حمید نے کہا ——— لیکن ——— مگر اب اس نے اپنا منہ بند کرنا ہی مناسب سمجھا کیونکہ یہ کار وزیر خارجہ کی کوٹھی کے پھاٹک پر رک چکی تھی۔

کوٹھی کے پھاٹک پر موجود باوردی فوجی آگے بڑھ کر فریدی کے قریب آیا۔

"کارڈ سر" ——— اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔ اور فریدی نے خاموشی سے ایک کارڈ جیب سے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

فوجی نے ایک لمحہ کے لئے کارڈ دیکھا اور پھر بڑی پھرتی سے اٹنشن ہو کر سیلوٹ مار دیا۔ پھر وہ پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھول کر اندر چلا گیا۔ تقریباً ایک منٹ بعد پھاٹک کھل گیا اور وہی فوجی باہر آیا۔

"آپ اندر تشریف لے جائیے سر" ——— اس نے بے حد مؤدبانہ لہجے میں کہا اور

فریدی کی کار رینگتی ہوئی اس وسیع و عریض کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ کوٹھی کے اندر پولیس گارڈ حفاظتی فرائض انجام دے رہی تھی۔ فریدی کی کار پورچ میں جا کر رک گئی۔

وہ دونوں کار کے دروازے کھول کر باہر نکل آئے۔ کیپٹن حمید ماحول کو دیکھ کر بے حد سنجیدہ ہو گیا۔ پورچ میں ہی ایک باوردی کیپٹن موجود تھا۔ اس نے کرنل فریدی کو سیلوٹ کیا اور کہا۔

"سر۔ وزیر خارجہ آپ کا ڈرائینگ روم میں انتظار فرما رہے ہیں ۔۔۔ ادھر تشریف لے آئیے" ۔۔۔ اس نے ایک کمرے کے کھلے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

فریدی اور حمید اس کمرے کی طرف چل پڑے۔ دروازے پر پڑا ہوا ریشمی پردہ ہٹا کر دونوں اندر داخل ہوئے۔ سامنے ادھیڑ عمر وزیر خارجہ ایک غیر ملکی کیساتھ بیٹھے گفتگو میں مصروف تھے۔

کرنل فریدی اور حمید دونوں نے وزیر خارجہ کو سلام کیا۔

"آئیے کرنل تشریف لے آئیے" ۔۔۔ وزیر خارجہ نے اٹھ کر فریدی سے ہاتھ ملایا۔ اور پھر حمید سے بھی ہاتھ ملا دیا۔

"ان سے ملو کرنل! ۔۔۔ یہ ہمارے نئے دوست پروفیسر ڈاگ رینالڈ ہیں۔ مشہور سائنسدان" ۔۔۔ وزیر خارجہ نے غیر ملکی کا تعارف کرایا۔

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید نے پروفیسر سے ہاتھ ملایا۔ چند رسمی جملے کہے اور پھر سب آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"یہ شاید آپ کے ساتھی کیپٹن حمید ہیں" ۔۔۔ وزیر خارجہ نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں" ۔۔۔ کرنل فریدی نے مختصر جواب دیا۔

"پروفیسر! ۔۔۔ یہ ہمارے ملک کے مایہ ناز جاسوس کرنل فریدی اور یہ ان کے ساتھی کیپٹن حمید ہیں" ۔۔۔ وزیر خارجہ نے مکمل طور پر تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ان کا شہرہ تو بڑی مدت سے سُن رہا تھا۔ آج خوش قسمتی سے ملاقات بھی ہو گئی" ۔۔۔ غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے کہا

"فرمایئے جناب! ۔۔۔ مجھے کیسے یاد فرمایا" ۔۔۔ کرنل فریدی نے رسمی جملوں سے اکتا کر مطلب کی بات کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"بھئی پہلے چائے پی لو۔ پھر اطمینان سے بتلاؤں گا" ۔۔۔ وزیر خارجہ نے ملازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو چائے کی ٹرالی کھینچتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس نے چائے کی پیالیاں تیار کر کے سب کے سامنے رکھیں اور پھر بڑی خاموشی سے ٹرالی لے کر باہر چلا گیا۔

ملازم کے جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ سب لوگ چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ اور پھر چائے ختم ہونے پر وزیر خارجہ نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا

"ہاں تو کرنل! ۔۔۔ وہ بات جس کے لئے آپ کو بلایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے دوست پروفیسر ڈاگ رینالڈ مشرقی جرمنی کے رہنے والے ہیں۔ وہاں حکومت کے ذمہ دار افراد سے ان کے اختلاف ہو گئے۔ چونکہ مشرقی جرمنی ایک کمیونسٹ ملک ہے اس لئے حکومت سے اختلافات کا مطلب تھا ۔۔۔ موت ۔۔۔ چنانچہ وہاں سے فرار ہو کر ہمارے ہمسایہ ملک پاکیشیا آ گئے اور وہاں انہوں نے پناہ لے لی۔ وہاں آ کر انہوں نے ایک فارمولے پر ریسرچ شروع کر دی۔ یہ فارمولا شعاعوں سے متعلق ہے اور چونکہ وہ شعاعیں انہوں نے دریافت کی تھیں اس لئے ان کے نام پر ان شعاعوں کا نام ڈاگ ریز رکھا گیا۔ یہ شعاعیں ایک اہم دفاعی ہتھیار ہیں ۔۔۔ اور پھر وزیر خارجہ

نے مختصراً ان شعاعوں کی خاصیت بتائی۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شعاعیں کسی بھی ملک کے لئے نعمت غیر مترقب ہو سکتی ہیں ـــــ وہاں وزارت دفاع کے چند اہم آفیسروں سے ان کے نظریاتی اختلافات ہو گئے۔ پھر انہوں نے اس فارمولے کا معاوضہ طلب کیا جو پاکیشیا کی حکومت نے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ یہ فارمولے سمیت وہاں سے فرار ہو کر ہمارے پاس آ گئے۔ ہمارے ملک نے انہیں پناہ دے دی ہے اور فارمولے کا ایک کروڑ میں سودا بھی کر لیا ہے۔ فارمولا ہنوز غیر مکمل ہے اس لئے انہیں مزید تجربات کے لئے پوری سہولتیں بھی فراہم کی جائیں گی۔

پاکیشیا نے ان کی اور فارمولے کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن یہ فارمولا ہمارے دفاع کے لئے اتنا اہم ہے کہ ہم نے ان کی واپسی کا مطالبہ ٹھکرا دیا ہے اور پھر ہم اس فارمولے کا سودا کر چکے ہیں اس لئے اس فارمولے پر ہمارا حق ہے۔ میں نے فارمولے پر مزید تجربات کے لئے کاماٹی کی پہاڑی کے نیچے بنی ہوئی تجربہ گاہ کا انتخاب کیا ہے کیونکہ ایک تو وہ ہر قسم کے جدید ساز و سامان سے لیس ہے اور دوسرا محفوظ ترین ہے ـــــ لیبارٹری کا پروفیسر صاحب معائنہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے میرے انتخاب کی داد دی ہے ـــــ اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم نے ہر قیمت پر اس لیبارٹری اور پروفیسر صاحب کی حفاظت کرنی ہے کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ پاکیشیا فارمولے اور پروفیسر کو حاصل کرنے کے لئے اپنے جاسوس ضرور بھیجے گا۔ اس لئے تمہیں یہاں بلوایا ہے کہ تم پروفیسر سے مل بھی لو اور فارمولے کی اہمیت کا بھی تمہیں اندازہ ہو جائے" ـــــ وزیر خارجہ نے تفصیل سے تمام صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ پروفیسر صاحب! آپ بے فکر ہو کر کام کریں ـــــ انشاءاللہ آپ

کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا" ـــــ کرنل فریدی نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے پروفیسر! ـــ آپ بے فکر رہیں ـــــ کرنل فریدی جو کہتا ہے وہ کر گزرتا ہے" ـــ ـــ وزیر خارجہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے خوشی ہے ـــــ اب میں اطمینان سے فارمولا مکمل کر سکتا ہوں" ـــــ پروفیسر ڈاگ ریمنالڈ نے جواب دیا۔

"اچھا مجھے اجازت دیجئے۔ میں نے انتظامات بھی کرنے ہیں" ـــــ کرنل فریدی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

کیپٹن حمید بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو ـــ مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے ـــ پروفیسر! ایک منٹ کے لئے اجازت دیجئے" ـــــ وزیر خارجہ نے پروفیسر سے اجازت لیتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور ـــ بڑی خوشی سے" ـــــ پروفیسر نے خوش اخلاقی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

وزیر خارجہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔ باہر آ کر وہ فریدی سے مخاطب ہوئے۔

"کرنل! ـــ لیبارٹری اور پروفیسر کی حفاظت کے ساتھ ساتھ آپ نے ایسے انتظامات بھی کرنے ہیں کہ پروفیسر کسی اور ملک میں نہ بھاگ سکے ـــ کیونکہ ایسے آدمی پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا" ـــــ وزیر خارجہ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ـــ یہ پہلو پہلے ہی میری نظر میں ہے" ـــ کرنل فریدی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ـ گڈ بائی" ـــــ وزیر خارجہ نے کہا اور پھر واپس کمرے میں چلے گئے۔

عمران آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا جہاز کے ساتھ لگی ہوئی سیڑھیاں اترنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ وہ میک اپ کے بغیر تھا۔

بوساگا لینڈ کے دارالحکومت کا ایئرپورٹ تھا۔ کسٹم سے فارغ ہو کر عمران ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھا اور پھر ایک ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"کنڈی کلب روڈ کوٹھی نمبر ۱۲۰"۔۔۔۔۔ عمران نے پتہ بتلایا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کیا اور ٹیکسی ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔

عمران بیک مرر پر کافی دیر سے نظریں جمائے ہوئے تھا۔ ایک موٹر سائیکل سوار ایئرپورٹ سے ہی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ ایک مناسب فاصلے سے تعاقب کر رہا تھا۔ یہ عمران ہی تھا جس نے تعاقب کا احساس کر لیا۔ ورنہ تعاقب جس محتاط انداز میں کیا جا رہا تھا اور کوئی شخص مشکل سے ہی باخبر ہو سکتا۔

"اوہ!۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے کہ کرنل فریدی کی بلیک فورس کافی ہوشیار واقع ہوئی ہے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے سوچا۔ کیونکہ اسے مکمل یقین تھا کہ یہ موٹر سائیکل سوار بلیک فورس کا رکن ہو گا اور اسے اجنبی سمجھ کر اس کا تعاقب کر رہا ہو گا۔

بہرحال عمران خاموش بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کار کوٹھی کے پھاٹک پر جا کر

رک گئی۔

"اندر لے چلو"۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور ٹیکسی کھلے ہوئے پھاٹک کے اندر رینگ گئی۔

پورچ میں پہنچ کر عمران نیچے اتر آیا۔ اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیا اور خود مڑ کر برآمدے کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

ٹیکسی کی آواز سن کر ایک ملازم کوٹھی کے برآمدے میں آگیا۔

"فرمایئے جناب!"۔۔۔ اس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"فرماتے ہیں بھائی فرماتے ہیں۔۔۔ نہ تم کہیں بھاگے جا رہے ہو نہ میں۔۔۔ اطمینان سے فرمائیں گے۔۔۔ جلدی کاہے کی ہے"۔۔۔ عمران کی حسبِ عادت زبان چل پڑی۔

ملازم حیرت سے عمران کو تکنے لگا۔

"فریدی صاحب ہیں"۔۔۔ عمران نے ملازم کو حیرت سے گنگ پا کر سوال کیا۔

"جی ہاں"۔۔۔ ملازم نے فوراً جواب دیا۔ وہ شاید عمران کو کوئی سنکی سمجھ رہا تھا۔

"انہیں اطلاع دو کہ علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) تشریف لا رہے ہیں"۔۔۔ عمران نے بڑی شان سے کہا۔

"آپ ڈرائینگ روم میں تشریف رکھیئے۔۔۔ میں ان کو اطلاع کرتا ہوں"۔۔۔ ملازم شاید عمران کی بتائی ہوئی ڈگریوں کی لمبی لائن سے مرعوب ہو گیا تھا۔

"ڈرائینگ روم میں۔۔۔ تو کیا فریدی صاحب اب آرٹسٹ بھی بن گئے ہیں جو ڈرائینگ کے لئے علیحدہ کمرہ بنا لیا ہے"۔۔۔ عمران نے حیرت سے آنکھیں مٹکا کر کہا۔

"جی جی — میں اطلاع کرتا ہوں" — ملازم نے گھبرا کر کہا اور پھر فوراً اندر چلا گیا۔

عمران خاموشی سے ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ اس نے بریف کیس میز پر پٹکا اور خود صوفے پر بیٹھ کر ٹانگیں میز پر پھیلا دیں اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر خراٹے لینے شروع کر دیئے۔

"ہیلو عمران صاحب! — کیا حال ہیں" — ؟ فریدی کی پُر وقار آواز عمران کے کانوں سے ٹکرائی لیکن عمران جان بوجھ کر سوتا بنا رہا۔

"یہ ایسے نہیں اُٹھے گا — میں پانی کی بالٹی لے آتا ہوں" — کیپٹن حمید نے کہا۔

"ارے ٹھہرو ٹھہرو — کیوں تکلیف کرتے ہو — میں خود ہی اٹھ جاتا ہوں" — عمران نے تیزی سے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا اور پھر یوں آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے وہ کسی انجان جگہ پر آ گیا ہو۔ اور پھر فریدی کے متبسم چہرے پر اس کی نظریں جم گئیں۔

"اخاہ — بزرگوار فریدی صاحب! — آپ کب تشریف لے آئے — ؟ زہے نصیب — وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے" — عمران نے تیزی سے اٹھ کر فریدی سے زبردستی معانقہ کرنا شروع کر دیا۔ اور فریدی بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

حمید کے چہرے پر ناگواری کے اثرات نظر آنے لگے۔

"کیا عمران کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں — جو یہ اوٹ پٹانگ باتیں بھی کریں تو آپ قہقہے لگانے شروع کر دیتے ہیں" — ؟ کیپٹن حمید سے رہا نہ جا سکا۔

"اوہو! — برخوردار حمید سلمہ طولعمرہٗ بھی آئے ہیں — ماشاء اللہ — چشم بد دور صحت پہلے سے کافی خراب ہے" — عمران نے بے ساختہ کہا۔ اور فریدی ایک بار پھر ہنس پڑا۔

اب عمران بڑی سنجیدگی سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا پیو گے — گرم یا ٹھنڈا" — ؟ فریدی نے پوچھا۔

"کچھ معتدل پلا دیجئے" — عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"چائے لے آؤ" — فریدی نے ملازم سے کہا اور ملازم سر جھکا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"یہ بغیر اطلاع کے کیسے چلے آئے" — ؟ فریدی نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بغیر اطلاع — اللہ رے تجاہل عارفانہ — کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی بلیک فورس سے واقف نہیں ہو سکتا" — ؟ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ! — تو تم تعاقب سے باخبر ہو گئے" — فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

"نہیں نہیں — توبہ توبہ — میری بھلا یہ مجال" — عمران نے بے اختیار اپنے گال پیٹنے شروع کر دیئے۔

"تم میں اور بھانڈ میں آخر کیا فرق ہے" — ؟ حمید ناگوار لہجے میں بولا۔ اسے عمران سے خدا واسطے کا بیر تھا۔

"جو مجھ میں اور تم میں ہے" — عمران نے جواب دیا اور حمید کٹ کر رہ گیا۔

اتنے میں ملازم نے چائے لا کر تینوں کے سامنے رکھ دی۔

"فریدی صاحب! — اب آپ یقیناً یہ پوچھیں گے کہ میں نے یہاں آنے کی تکلیف

کس لئے کی ہے" ـــ عمران اب فریدی سے مخاطب ہوا۔

"بالکل نہیں پوچھوں گا عمران! ـــ کیونکہ مجھے اچھی طرح علم ہے تم جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہو" ـــ فریدی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان متین بیچ اس مسئلے کے" ـــ عمران نے سوال کیا۔

"دیکھو عمران! ـــ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ یہ میرے ملک کی عزت کا سوال ہے ـــ ہمارے ملک نے پروفیسر سے اس کا فارمولا خرید لیا ہے اس لئے اب اس فارمولے پر ہمارا حق ہے ـــ اور تم جانتے ہو کہ میں ملک کی عزت کے آگے ہر قسم کے رشتے کو ہیچ سمجھتا ہوں" ـــ فریدی کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"اوہ! ـــ تو اس کا مطلب ہے کہ میرا خیال غلط نکلا۔ آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کریں گے ـــ اب آپ میری بات بھی سُن لیں ـــ ہمارے ملک نے سب سے پہلے اس پروفیسر کو پناہ دی ـــ فارمولے کے تجربات کے لئے ایک کثیر رقم مہیا کی۔ اس کے علاوہ اسے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیں ـــ مگر پروفیسر چوری چھپے فرار ہو کر آپ کے پاس ہے۔ دوستی کے لحاظ سے آپ کا یہ حق تھا کہ آپ اسے پناہ دینے سے انکار کر دیتے اور پروفیسر اور فارمولے کو ہماری حکومت کے سپرد کر دیتے کیونکہ زیادہ حق اس پر ہمارا ہے" ـــ عمران بھی اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے سے حماقتوں کی تہیں یوں سرک گئیں کہ حمید بھی ششدر رہ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے ـــ اپنا اپنا خیال ہے ـــ بہرحال میں تمہیں یہ بتا دوں کہ ملک کی طرف سے میرے ذمے یہ فرض لگایا گیا ہے کہ میں پروفیسر اور فارمولے کی حفاظت کروں ـــ اور تم جانتے ہو کہ فرض کے لئے میں نے کبھی اپنی جان کی بھی پرواہ

نہیں کی" ـــ فریدی نے کہا۔

"لیکن اسی طرح میرے ملک نے میرے ذمے یہ فرض عائد کیا ہے کہ میں پروفیسر اور فارمولے کو واپس اپنے ملک لے آؤں" ـــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو تم اپنا فرض پورا کرو ـــ اور میں اپنا" ـــ فریدی نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن ـــ" عمران نے کچھ کہنا چاہا لیکن فریدی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"دیکھو عمران! ـــ صاف صاف بات یہ ہے کہ میں کسی قیمت پر بھی پروفیسر یا فارمولے کو واپس نہیں جانے دوں گا ـــ اور اس کا مجھے یقین ہے کہ تم ہر قیمت پہ پروفیسر اور فارمولے کو واپس لے جانے کی کوشش کرو گے ـــ چنانچہ آج حالات نے ہمیں آمنے سامنے آنے پر مجبور کر دیا ہے ـــ نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ میں ـــ تم میرے مہمان ہو ـــ تم جتنا عرصہ چاہو اس کوٹھی میں رہو۔ تمہارا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا ـــ لیکن جیسے ہی تم نے کوٹھی سے باہر قدم نکالا۔ تمہاری حیثیت میرے نزدیک ایک غیر ملکی جاسوس کی ہوگی اور تم جانتے ہو کہ غیر ملکی جاسوس کو گولی مارتے ہوئے مجھے دلی فرحت ہوتی ہے" ـــ فریدی کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں بھی کوشش کروں گا کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو کوئی گزند نہ پہنچے ـــ لیکن اگر ایسا ہو گیا تو میں اس کے لئے مجبور ہوں گا ـــ اچھا اجازت دیجئے۔ اب ہمارا ٹکراؤ دوستوں کی طرح نہیں ـــ دشمنوں کی حیثیت سے ہوگا" ـــ عمران نے فریدی کی طرح سرد لہجے میں کہا۔ اور پھر بریف کیس اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ نجانے اس کے لہجے میں کیا بات تھی کہ حمید کے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔

"بیٹھو ـــ کھانا وغیرہ کھا کر جانا" ـــ فریدی نے نرمی سے کہا۔

"نہیں — اب مجھے اجازت دیجئے گڈ بائی"—— عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور پھر بریف کیس لے کر کمرے سے باہر آگیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کوٹھی سے باہر آگیا۔

کوٹھی سے باہر آتے ہی اتفاقاً اس کی نظر ایک خالی ٹیکسی پر پڑی۔ اس نے ہاتھ دے کر ٹیکسی کو روکا اور دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"صدر بازار"—— عمران نے پتہ بتلایا۔

ٹیکسی ایک جھٹکے سے آگے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

ٹیکسی میں بیٹھا عمران گہری سوچوں میں غرق ہوگیا۔ مقابلہ واقعی بڑا زوردار تھا۔ زندگی میں پہلی بار عمران اور فریدی ایک دوسرے کے مقابل ہوتے تھے۔ عمران نے بیک مرر میں دیکھا کہ شاید تعاقب ہو رہا ہو۔ لیکن فی الحال تعاقب کوئی نہیں تھا۔

صدر بازار کے چوک میں عمران اتر گیا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور خود سامنے ایک چھوٹے سے ریستوران میں گھس گیا۔ پہلے چونکہ وہ متعدد بار اس ملک میں آیا تھا اس لئے اسے اس کے چپے چپے کے متعلق علم تھا۔

اس ریستوران کے دو دروازے تھے۔ عمران ایک دروازے سے گھسا اور پھر دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا۔ سڑک پار کر کے وہ سامنے والی ایک بہت بڑی کمرشل بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھ گیا۔ دوسری منزل پر مختلف دفاتر تھے۔ وہ کاریڈور پار کرتا ہوا کونے میں بنے ہوتے ٹوائلٹ میں گھس گیا۔ کاریڈور سنسان پڑا تھا اور پھر اس نے حتی الوسع احتیاط کی تھی۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ ٹوائلٹ کا دروازہ بند کر کے اس نے بریف کیس کھولا اور پھر ٹوائلٹ میں لگے ہوئے آئینے کے سامنے میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ میک اپ کا ایمرجنسی سامان اس کے بریف کیس میں موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا چہرہ مکمل طور پر بدل چکا تھا۔ اس نے

بریف کیس سے دوسرے رنگ کی قمیض نکال کر پہنی اور ڈبل سائیڈ کوٹ کو الٹا کر پہن لیا۔ بریف کیس میں موجود ضروری چیزیں نکال کر اس نے جیبوں میں ڈالیں اور بریف کیس اٹھا کر باہر نکل آیا۔

اب عمران کو دیکھ کر کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ عمران ہے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا بلڈنگ سے نیچے اترا اور اسی ریستوران میں گھس گیا جس کے دروازے سے وہ باہر نکلا تھا۔ کونے میں موجود ایک خالی میز پر بیٹھ کر اس نے بریف کیس ایک سائیڈ میں رکھا اور ایک بیرے کو چائے لانے کا آرڈر دے دیا۔ اور پھر جلد ہی آرڈر سپلائی کر دیا گیا۔

عمران بڑے اطمینان سے چائے پیتا رہا اور پھر اس نے ٹیبل پر ہی بل ادا کیا اور بڑے اطمینان سے بغیر بریف کیس اٹھائے چلتا ہوا ریسٹورنٹ سے باہر نکل آیا۔ بریف کیس سے وہ بڑی جلدی پہچانا جا سکتا تھا اس لئے اس نے بریف کیس سے پیچھا چھڑانا ہی مناسب سمجھا۔

عمران کافی دور تک پیدل ہی ہجوم کے درمیان چلتا رہا۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور اسے گلڈن کالونی کا پتہ بتا دیا۔

گلڈن کالونی کی ایک چھوٹی سی کوٹھی سے تقریباً دو سو گز دور وہ ٹیکسی سے اتر گیا۔ اور پھر ٹیکسی کے جانے کے بعد وہ چاروں طرف بڑی محتاط نظروں میں دیکھتا ہوا کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھا۔

پھاٹک پر پہنچ کر اس نے کال بیل دبائی۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک شخص باہر نکلا۔

"فرمایئے"—— ؟ اس نے بڑے مہذبانہ انداز میں پوچھا۔

"ایکسٹو"—— عمران نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ! — تشریف لایئے" — آنے والا قدرے نروس سا ہو گیا۔

عمران اس کے پیچھے پھاٹک میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے ڈرائینگ روم میں پہنچ گئے۔

"کیا میں آپ سے متعارف ہو سکتا ہوں" —؟ وہ شخص جو یقیناً کوٹھی کا مالک تھا۔ بولا۔

"نادر! — میں عمران ہوں" — عمران اب اپنی اصل آواز میں بولا۔

"اوہ! — عمران صاحب — آپ کمال ہیں — اگر میں آپ کی آواز اور کوڈ نہ پہچانتا تو زندگی بھر یقین نہ کرتا" — نادر کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئی تھیں۔

"وہ کچھ ایسا ہی معاملہ ہے — تمہارا چوکیدار کہاں ہے جو تم نے خود پھاٹک کھولا ہے" —؟ عمران نے سوال کیا۔

"وہ تین دن کی چھٹی پر گیا ہوا ہے" — نادر نے جواب دیا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے — اچھا نادر! — ذرا غور سے سنو! اس بار تمہیں بیحد خطرناک کام سرانجام دینا پڑے گا۔ ہمارے ملک سے ایک سائنسدان پروفیسر ڈاگ رمینالڈ ایک اہم فارمولے کے ساتھ فرار ہو کر یہاں آ گیا ہے — یہاں کی حکومت نے اسے پناہ دے دی ہے — چنانچہ اس بار ہمارا مقابلہ براہ راست کرنل فریدی اور اس کی بلیک فورس سے ہو گا" — عمران نے اسے تفصیلات بتائیں۔

"اوہ! — یہ واقعی خطرناک ترین کام ہے — کرنل فریدی سے ٹکراؤ کا تصور بھی بھیانک ہے — بہر حال اگر حالات ایسے ہو گئے ہیں تو کوئی پرواہ نہیں — کرنل فریدی تو کیا — ملک کی آن کے لئے اور مفاد کے لئے میں دنیا کی ہر قوت سے ٹکرا جاؤں گا" — نادر نے جذبات میں آتے ہوئے کہا۔

"گڈ — مجھے تمہارے خیالات سُنکر خوشی ہوئی ہے — بہر حال ہمیں جذبات

میں نہیں آنا چاہیئے — ہر کام ٹھنڈے دل سے کرنا چاہیئے" — عمران نے جواب دیا۔

"کیا آپ کرنل فریدی سے ملے ہیں" —؟ نادر نے سوال کیا۔

"ہاں — اس کی کوٹھی سے باہر نکلنے کے بعد اب ہم ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں — کرنل فریدی نے مجھے چیلنج کیا ہے اور میں اس چیلنج کا ہر قیمت پر جواب دوں گا" — عمران نے جواب دیا۔

"کیا آپ یہیں رہیں گے" —؟ نادر نے پوچھا۔

"ہاں — اس کیس کی کمانڈ ایکسٹو نے میرے ذمہ لگا دی ہے" — عمران نے جواب دیا۔

"پھر تو یقیناً جیت ہماری ہے" — نادر نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ اس ملک میں ایکسٹو کا نمائندہ تھا اور اس سے پہلے عمران کے ساتھ کئی کیسوں میں کام کر چکا تھا۔

"اچھا — اب آپ آرام کیجیئے گا — میں کھانا تیار کرتا ہوں" — نادر نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نادر باہر نکل گیا۔

"اب کیا پروگرام ہے"۔۔۔؟ عمران کے کوٹھی سے باہر جاتے ہی حمید نے فریدی سے کہا۔

"پروگرام کیا ۔۔۔ عمران میرے آدمیوں کی نظر میں ہے ۔۔۔ اکیلا عمران تو کچھ نہیں کرسکتا۔ یقیناً وہ اپنے آدمی بلوائے گا ۔۔۔ پھر ہی کوئی پروگرام بن سکتا ہے"۔۔۔ فریدی نے جواب دیا۔

"جب عمران آپ کی نظروں میں ہے تو کیوں نہ اسے گرفتار کرلیا جائے ۔۔۔؟ معاملہ ہی ختم ہوجائے گا"۔۔۔ حمید نے سادہ سی ترکیب بتلائی۔

"کہنے کو تو یہ آسان سی بات ہے لیکن تم سے زیادہ میں عمران کو جانتا ہوں۔ اس لئے یہ کام اتنا آسان نہیں ہے ۔۔۔ جتنا تم سمجھتے ہو"۔۔۔ فریدی نے جواب دیا۔

"ہوں ۔۔۔ اس میں مشکل کونسی بات ہے ۔۔۔؟ اس گاؤدی کو تو ایک بچہ بھی گرفتار یا شوٹ کرسکتا ہے ۔۔۔ احمق کہیں کا"۔۔۔ حمید نے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"حمید ۔۔۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ عمران بظاہر کیا ہے اور دراصل کیا ہے۔ اس لئے بچوں جیسی باتیں نہ کیا کرو ۔۔۔ اور ہاں! ایک بات آج سے یاد رکھنا۔ اب ہمارا مقابلہ کسی مجرم سے نہیں ہے ایک شاطر ترین دماغ سے ہے اس لئے تمہیں

ہر قیمت پر ہر وقت محتاط رہنا پڑے گا ۔۔۔ میں معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا"۔۔۔ فریدی نے سخت لہجے میں حمید کو حکم دیا۔

"لیجئے ہوگیا بیڑہ غرق ۔۔۔ اب ٹاپتے پھرو عمران کے پیچھے"۔۔۔ حمید نے بیزاری سے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ فریدی کوئی جواب دیتا۔ پاس پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔

فریدی نے تیزی سے رسیور اٹھالیا۔

"ہارڈ اسٹون"۔۔۔ فریدی نے کہا۔

"نمبر الیون سر ۔۔۔ عمران کو ہم گم کر بیٹھے ہیں ۔۔۔ وہ کوٹھی سے صدر بازار چلا گیا تھا وہاں سے اسے ہائی لک ریسٹورنٹ میں جاتے دیکھا گیا۔ لیکن اس کے بعد وہ گم ہوگیا وہ شاید اس کے دوسرے دروازے سے نکل گیا تھا۔ ریسٹورنٹ کے اردگرد اسے کافی تلاش کیا گیا لیکن وہ نہیں ملا ۔۔۔ البتہ بعد میں ریسٹورنٹ کی ایک میز سے اس کا بریف کیس مل گیا ہے۔ بیرے نے جو حلیہ بتایا ہے وہ بالکل ایک مختلف آدمی کا تھا"۔۔۔ دوسری طرف سے نمبر الیون نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں ۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے کہ عمران اس ریسٹورنٹ سے باہر نہیں گیا"۔ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیکن سر ۔۔۔ پہلے اس ریسٹورنٹ کو اچھی طرح دیکھا گیا تھا۔ وہاں وہ نہیں تھا"۔۔۔ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"ہوں ۔۔۔ تم وہ بریف کیس مجھے بھیج دو اور تم بلیک فورس کے تمام ممبرز کو الرٹ کردو ۔۔۔ وہ اس حلیئے یا اس سے ملتے جلتے آدمی کو تلاش کریں۔ جہاں وہ ملے مجھے فوراً رپورٹ دی جائے"۔۔۔ فریدی نے اسے حکم دیا۔

"بہتر سر —— ویسے مجھے افسوس ہے" —— مبر الیون نے کہا۔

"تمہیں افسوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں —— وہ عمران ہے کوئی عام آدمی نہیں" —— فریدی نے جواب دیا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

"کیا ہوا" —— ؟ حمید نے پوچھا۔

"عمران تعاقب کرنے والوں کو جل دے کر غائب ہو گیا" —— فریدی نے جواب دیا۔ اس کی پیشانی پر گہری سوچ کی لکیریں نمودار ہو گئی تھیں۔

"اوہ" —— حمید نے ایک طویل سانس لی۔

چند منٹ کی خاموشی کے بعد فریدی حمید سے مخاطب ہوا۔

"حمید! —— تم میک اپ کر لو اور کار لے کر شہر کا گشت لگاؤ —— تم عمران کو اچھی طرح پہچانتے ہو۔ اس لئے اگر وہ کسی بھی میک اپ میں ہوا تو تم اسے پہچان لوگے —— اس کا نظروں میں رہنا سخت ضروری ہے" —— فریدی نے حمید کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

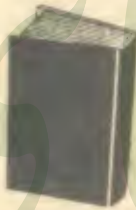
"کیوں نہ ہوٹل وغیرہ چیک کئے جائیں" —— ؟ حمید نے ایک اور رائے دیتے ہوئے کہا۔

"تم عمران کو احمق سمجھتے ہو کہ وہ ہوٹلوں میں قیام کرتا پھرے گا" —— ؟ فریدی نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"تم جاؤ —— اور جیسے ہی وہ نظر آئے۔ مجھے فوراً ٹرانسمیٹر پر رپورٹ دینا۔ بس ایک کام سے جا رہا ہوں" —— فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

حمید نے ایک طویل انگڑائی لی اور پھر میک اپ کرنے کے لئے دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد حمید ایک خوبصورت نوجوان کے روپ میں باہر نکلا اور گیراج میں کھڑی ہوئی فوکس ویگن کی طرف بڑھ گیا۔ آج چونکہ اس نے خود میک اپ کیا تھا اس لئے اس نے اپنے آپ کو خوبصورت بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ چند لمحوں بعد اس کی کار سڑکوں پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔



عمران ایک بوڑھے کے میک اپ میں ایئرپورٹ پر موجود تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر نادر بھی میک اپ میں موجود تھا۔ وہ دونوں ہی وزیٹنگ گیلری میں کھڑے تھے۔

عمران بڑے محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ کرنل فریدی کی بلیک فورس کا ایئرپورٹ پر جال بچھا ہو گا۔

اس فلائیٹ سے صفدر، کیپٹن شکیل اور نعمانی آرہے تھے۔ عمران نے ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کو تمام ہدایات دے دی تھیں۔ اب وہ خود ایئرپورٹ پر ان کی آمد کے بعد کے ردعمل کا جائزہ لینے کے لئے موجود تھا۔

جہاز کی آمد کا اعلان ہوا اور پھر چند لمحے بعد ایک دیوہیکل طیارہ رَن وے پر اتر آیا۔

عمران خاموشی سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ طیارہ اپنی مخصوص جگہ پر رک گیا۔ اس کے

ساتھ سیڑھیاں لگا دی گئیں اور پھر طیارے میں موجود مسافر آہستہ آہستہ طیارے سے اترنے لگے۔

"تیسرا مسافر کیپٹن شکیل تھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر شخص کے میک اپ میں تھا۔ میک اپ اچھا کیا گیا تھا لیکن عمران نے اسے فوراً پہچان لیا۔ پھر دو تین مسافروں کے بعد صفدر اتر آیا۔ اس نے ہلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا لیکن عام نظروں سے وہ بھی نہ پہچانا جا سکتا تھا۔ سب سے آخر میں باہر آنے والا نعمانی تھا جس نے غیر ملکی سیاح کا روپ دھارا ہوا تھا۔ وہ تینوں جہاز سے اتر کے کسٹم گیٹ کی طرف بڑھے۔

سب مسافروں کے اتر آنے کے بعد عمران بھی واپس مڑا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے مطلوبہ آدمی کے نہ آنے سے اسے مایوسی ہوئی ہو۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا وزٹنگ گیلری سے باہر آیا۔ اب وہ مین گیٹ سے باہر تھا۔ وہ بغیر ادھر اُدھر دیکھے سائیڈ میں پارک کی ہوئی ایک پرانے ماڈل کی کار کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ویسے وہ کنکھیوں سے دیکھ چکا تھا کہ صفدر اور نادر دو پرانے دوستوں کی طرح گلے مل رہے ہیں اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک کار کی طرف بڑھ گئے۔

عمران نے کار کو اسٹارٹ کیا لیکن کار گھر گھر کر کے رک جاتی۔ وہ اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ عمران کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ پھر اسے مین گیٹ سے جو باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ وہ کیپٹن شکیل تھا۔

کیپٹن شکیل نے باہر نکل کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ادھر اُدھر دیکھا اور پھر تھکے تھکے قدم اٹھاتا ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے استقبال میں کسی کو موجود نہ پا کر وہ مایوس ہو گیا ہو۔

عمران کی کار ابھی تک اسٹارٹ نہیں ہوئی تھی۔ پھر نعمانی مین گیٹ سے باہر آیا۔ وہ یوں چاروں طرف دیکھ رہا تھا جیسے وہ پہلی بار اس ملک کی سیاحت پر آیا ہو۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد عمران کی کار کی طرف بڑھا۔

"محترم — کیا بات ہے آپ کی کار اسٹارٹ نہیں ہو رہی —— میں کچھ مدد کر سکتا ہوں ——؟" نعمانی نے بڑے مہذب لہجے میں پوچھا۔

"معلوم نہیں — کیا مصیبت ہے — سٹارٹ ہی نہیں ہو رہی" —— عمران کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

نعمانی نے جھٹ سے کاندھے پر لدا ہوا بڑا بیگ ایک طرف رکھا اور پھر ہیڈ کھول کر کار کا انجن دیکھنے لگا۔ اس نے پلگ کی تاروں کو اچھی طرح سے ہلایا۔

"اب اسٹارٹ کیجیے" —— اس نے عمران سے کہا۔

عمران نے سلف لگایا تو کار فوراً اسٹارٹ ہو گئی۔ نعمانی نے کار کا ہیڈ بند کیا۔ اب وہ اپنا بیگ اٹھا رہا تھا۔

"تھینک یو مسٹر" —— عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"جیگرڈ —— میرا نام جیگرڈ ہے اور میں اطالوی ہوں" —— نعمانی نے فوراً اپنا تعارف کرایا۔

"تم نے کہاں جانا ہے" ——؟ عمران نے پوچھا۔

"کسی ہوٹل تک لفٹ دے دیجیے —— نوازش ہو گی" —— نعمانی نے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ" —— عمران نے پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اور نعمانی جھٹ سے تھیلا اندر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اور کار آگے بڑھ گئی۔

ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل کر عمران اصل آواز میں بولا۔

"نعمانی ۔۔۔ تعاقب کا خیال رکھنا"۔

"میں دیکھ رہا ہوں" ۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا۔

"تم نے ہدایات پر بڑی اچھی طرح عمل کیا ہے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوتے کہا۔

"ایکسٹو کے بڑے سخت آرڈرز تھے اس بارے میں" ۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا۔

"ہوں" ۔۔۔ عمران نے ہنکارا بھرا۔

عمران تعاقب کے لئے بے حد چوکنا تھا۔ لیکن تعاقب میں کوئی بھی نہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ ان کا ڈرامہ خاصا کامیاب رہا ہے۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد عمران نے کار نادر کی کوٹھی کے کھلے پھاٹک میں موڑ دی۔ کار اس نے پورچ میں جا کر کھڑی کی۔ نعمانی اور عمران دونوں اتر کر اندر چلے گئے۔ اندر نادر اور صفدر پہلے سے ہی موجود تھے۔

"تمہاری کار کہاں ہے نادر" ۔۔۔ ؟ عمران نے نادر سے پوچھا۔

"وہ ہوٹل شیراز کی پارکنگ شیڈ میں کھڑی ہے" ۔۔۔ نادر نے جواب دیا۔

"گڈ" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"تم باہر ٹھہرو۔ کیپٹن شکیل بھی آنے والا ہوگا ۔۔۔ آس پاس کا خیال رکھنا" عمران نے نادر کو کہا۔

نادر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"آپ لوگ میک اپ صاف کر کے دوسرا میک اپ کر لیں تو بہتر ہے" ۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ اور وہ دونوں اٹھ کر ٹوائلٹ میں چلے گئے۔

چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل بھی وہاں پہنچ گیا۔

"کسی نے تعاقب تو نہیں کیا کیپٹن" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"ایک نے کیا تھا۔ اسے جھٹک کر آرہا ہوں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مکمل یقین ہے کہ وہ ڈاج کھا گیا ہے" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے پُر اعتبار لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر جتنی جلدی ہو سکے۔ اپنا یہ میک اپ اتار کر دوسرا میک اپ کر لو۔ بلکہ فی الحال تمہیں میک اپ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کرنل فریدی نے تمہیں ابھی تک نہیں دیکھا ہوا۔ اس لئے ایسے ہی چلے گا" ۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور کیپٹن شکیل بھی سر ہلاتے ہوئے ٹوائلٹ میں گھس گیا۔

تھوڑی دیر میں وہ سب ہال میں اکٹھے ہو گئے۔ صفدر اور نعمانی کی شکلیں بدلی ہوئی تھیں۔ نئے لباس انہیں مہیا کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ لباس بھی بدلے ہوئے تھے۔

"نادر! ۔۔۔ تم ذرا آس پاس کا خیال رکھو ۔۔۔ میں ذرا ان سے چند باتیں کر لوں" ۔۔۔ عمران نے نادر سے کہا۔

نادر نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے سے باہر نکل گیا

"ہاں تو دوستو! ۔۔۔ پہلے درویش کا قصہ سنو ۔۔۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ہمارے ملک ایک سائنسدان پروفیسر ڈاگ رینالڈ لمبر ایک اہم فارمولے کے وہاں سے فرار ہو کر یہاں پہنچ گیا ہے۔ ہم نے وہ فارمولا اور پروفیسر کو واپس لے جانا ہے۔ لیکن یہاں ایک عجیب روسیاہ سے پالا پڑا ہے جسے کرنل فریدی کہتے ہیں ۔۔۔ کرنل فریدی سے آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں اس لئے مجھے اس کے متعلق تفصیلات بتانے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں صرف یہ کہ مقابلہ انتہائی زوردار ہے اور خطرناک ہے۔ آج سے آپ لوگ اپنی زندگی

کے اہم ترین کیس میں کام کریں گے اس لئے سب سے پہلے یہ بات ہیں آپ کو کہ آپ لوگوں نے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا ہے۔ کرنل فریدی کی بلیک فورس پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے اس لئے آپ اپنے سوا اور کسی پر۔ چاہے وہ کسی جگہ یا کسی قسم کا ہو۔ قطعی اعتبار نہ کریں ـــ دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگ اب یہاں سے چلے جائیں گے۔ میں آپ کو ٹرانسمیٹر سیٹ واچز دے دیتا ہوں۔ آپ نے کہاں رہنا ہے ـــ؟ یہ آپ لوگوں نے خود انتخاب کرنا ہے۔ سوائے میرے اور کسی لوگوں کی رہائش کا علم نہیں ہونا چاہیئے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کو بھی نہیں۔ ٹرانسمیٹر پر وقتاً فوقتاً آپ کو آرڈر دیتا رہوں گا۔ آپ اس کے مطابق کام کریں۔ کیس میں معمولی سی کوتاہی ـــ لاپرواہی ـــ یا ـــ سستی کا انجام فوری موت ہو گا۔ اس بات کو یاد رکھیں کہ یہ کیس ہم سب کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے"۔ عمران نے پوری تقریر جھاڑ دی۔

"آپ بے فکر رہیں ـــ انشاءاللہ ہم یہ کیس بھی جیت لیں گے" ـــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ویسے اس کیس کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس میں عمران صاحب بے حد سنجیدہ ہیں" ـــ صفدر نے کہا۔

پھر عمران نے ان تینوں کو ٹرانسمیٹر سیٹ واچز دے دیں ـــ فریکوئنسی بتا دی اور پھر انہیں باری باری جانے کا کہہ دیا۔ اور وہ تینوں سامنے والے دروازے سے جانے کی بجائے پچھلے دروازے سے کوٹھی سے باہر نکل گئے۔

حمید کافی دیر سے کار میں بیٹھا سڑکوں کا گشت لگا رہا تھا لیکن کوئی بھی ایسی صورت اب تک اس کی نظروں سے نہیں گزری تھی جس پر وہ عمران کا شبہ کرتا۔ اب وہ اس فضول قسم کی گشت سے بیزار ہو گیا تھا۔ اس نے کار ایک ریسٹورنٹ کے باہر روکی اور چائے پینے کے لئے اندر داخل ہو گیا۔

ایک خالی میز پر بیٹھ کر اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی اور پھر فوراً سر پر مسلط ہو جانے والے بیرے کو چائے لانے کا آرڈر دے دیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کو کہاں سے ڈھونڈے ـــ؟ عمران تو یوں غائب ہو گیا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ ـــ وہ اپنی سوچوں میں غرق تھا کہ بیرے نے چائے لا کر سامنے رکھ دی۔ اس نے چائے کی پیالی بنائی اور پھر آہستہ آہستہ چسکیاں لے کر اسے پینے لگا۔

ابھی اس نے آدھی پیالی ہی پی تھی کہ ایک بوڑھا شخص ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے ہال میں ٹھہر کر تنکھی تنکھی نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر کوئی میز خالی نہ پا کر وہ قدرے مایوس سا ہو گیا۔ پھر اس کی نظر حمید کی میز پر پڑی جس کی تین کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری اور وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا حمید کی میز کے قریب آیا۔

"بیٹے! ـــ کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں" ـــ؟ بوڑھے نے بڑی پُر امید نظروں

مے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹے! ۔۔۔ کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں" ۔۔۔۔۔ ؟ اس نے پھر کہا۔

"جی ہاں ۔۔۔ جی ہاں ۔۔۔ ضرور تشریف رکھئے" ۔۔۔۔۔ حمید نے اس کی بزرگی کا خیال رکھتے ہوئے کہا۔

بوڑھا شخص کرسی گھسیٹ کر اس پر یوں بیٹھ گیا جیسے میلوں کی مسافت کے بعد بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو۔

"آپ کیا پئیں گے محترم" ۔۔۔۔۔ ؟ حمید نے ازراہ اخلاق پوچھا۔

"مجھے تہور علی کہتے ہیں ۔۔۔۔ میرے خیال میں چائے ٹھیک رہے گی" ۔۔۔ تہور علی نے تکلف کو ایک فضول چیز سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے ساجد کہتے ہیں" ۔۔۔۔۔ حمید نے بھی جواباً اپنا تعارف کرایا اور پھر بیرے کو چائے کا حکم دیا۔

چائے آنے تک خاموشی رہی۔ اور پھر چائے آنے پر حمید نے ایک پیالی چائے بنائی اور تہور علی کے سامنے رکھ دی۔

"شکریہ!" ۔۔۔۔۔ تہور علی نے چائے اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں شاید کسی کی تلاش ہے" ۔۔۔۔۔ تہور علی نے چائے کی چسکی لے کر بغور حمید کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور حمید یہ سُن کر چونک اٹھا کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ مجھے کسی کی تلاش ہے۔ اس کی آنکھوں سے شبہ و حیرت جھلکنے لگا۔

"حیران مت ہو بیٹے! ۔۔۔۔ مجھے قدرت نے ایک خاص حس بخشی ہے جس کے تحت میں لوگوں کا ذہن پڑھ لیتا ہوں" ۔۔۔۔۔ تہور علی نے بڑے پُراسرار لہجے میں کہا اور حمید سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ بوڑھا اسے یکدم پُراسرار اور حیرت انگیز

لگا تھا۔

"کیا آپ کو پتہ ہے کہ مجھے کس کی تلاش ہے" ؟ حمید نے سوال کیا۔

"ہاں ہاں! ۔۔۔۔ تمہیں کسی عمران نامی شخص کی تلاش ہے ۔۔۔۔ اور تمہارا نام صرف ساجد ہی نہیں ۔۔۔۔ ساجد حمید ہے اور تم مشہور زمانہ سراغرساں کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہو" ۔۔۔۔ بوڑھے نے انکشاف کرنا شروع کر دیا اور حمید کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دریائے حیرت میں غوطے لگا رہا ہو۔ کچھ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی اس کی۔ کبھی تو اس کو شک گزرتا کہ یہ بوڑھا فراڈ ہے اور کبھی حیرت انگیز۔

"تم مجھ پر شک مت کرو ۔۔۔ میں نے جو کچھ بتلایا ہے ۔۔۔۔ صحیح بتلایا ہے"۔ بوڑھے نے اس کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ وہ شخص عمران اس وقت کہاں ہے" ۔۔۔۔ ؟ حمید نے سوال کیا۔

"یہاں بیٹھ کر تو نہیں بتلا سکتا ۔۔۔۔ ہاں! البتہ اگر تم میرے ساتھ بیٹھ کر مختلف سڑکوں پر گھومو تو یقیناً بتلا دوں گا۔ وہ جس سڑک پر موجود ہو گا ۔۔۔ مجھے پتہ چل جائے گا" ۔۔۔۔ بوڑھے نے کہا۔

ایک لمحے کے لئے حمید کے ذہن میں اس شک نے سر اٹھایا کہ کہیں اس کے خلاف کوئی گہری سازش نہ ہو ۔۔۔۔ ؟ لیکن پھر وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ یہ بوڑھا اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ میرے ساتھ چلیں ۔۔۔۔ اگر اس شخص کا پتہ چل گیا تو میں آپ کو محنت کا معقول معاوضہ دوں گا" ۔۔۔ حمید نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔۔ بوڑھے نے اس بات پر سر ہلا دیا اور پھر چائے پی کر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ چائے کا بل حمید نے ادا کیا اور دونوں ریسٹورنٹ سے نکل

گر کار میں آ بیٹھے۔

"اب کدھر چلوں" ——؟ حمید نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"کسی طرف بھی نکل چلو" —— بوڑھے تہور علی نے جواب دیا۔

اور حمید کی کار ایک سڑک پر تیزی سے بھاگنے لگی۔ مختلف سڑکوں پر گزرنے کے بعد جب وہ ایک قدرے سنسان سی سڑک پر آئے تو بوڑھا بول اٹھا۔

"وہ شخص اسی سڑک پر کہیں موجود ہے"۔

"اب اس کا کیسے پتہ چلے گا" ——؟ حمید نے سوال کیا۔

"تم چلتے چلو —— جب وہ قریب آیا تو میں بتلا دوں گا" —— بوڑھے نے جواب دیا اور حمید نے عجیب سی نظروں سے بوڑھے کو دیکھتے ہوئے کار کی رفتار قدرے آہستہ کر دی۔

کافی دور نکل آنے کے بعد سڑک کے کنارے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی کوٹھی کے قریب بوڑھے نے کار رکوا دی۔

"حمید صاحب! —— وہ شخص اس کوٹھی میں موجود ہے" —— بوڑھے نے انکشاف کیا۔

"لیکن اس کا ثبوت" ——؟ حمید نے سوال کیا۔

"ثبوت حاصل کرنا تمہارا کام ہے —— جہاں تک میرے علم میں آیا ہے میں نے بتلا دیا" —— بوڑھے نے قدرے بے نیازی سے کہا۔

حمید نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ویسے وہ گرد و پیش سے پوری طرح سے چوکنا تھا۔ اور پھر بوڑھا بھی کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

یہ جگہ آبادی سے کافی ہٹ کر تھی اس لئے یہاں ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی

حمید بوڑھے کو ساتھ لئے دبے قدموں سے کوٹھی کی طرف چلا۔ اس کا ہاتھ جیب میں پڑے ریوالور پر تھا اور پوری طرح سے محتاط تھا۔ کوٹھی سے چند قدم دور بوڑھا اس سے دو قدم پیچھے رہ گیا جس وقت حمید کو خیال آیا تو اس نے پلٹنا چاہا لیکن اسی لمحے اس کی پشت پر ناقابل برداشت دھکا لگا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر جا گرا مگر اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ لیکن اب بوڑھے کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

حمید کے دماغ میں جھنجھلاہٹ سوار ہو گئی۔ اس نے ریوالر کی پرواہ کئے بغیر بوڑھے پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن بوڑھے نے اسے یوں ہوا میں اچھال دیا جیسے گیند اچھالی جاتی ہے۔ اس بار نیچے گرنے پر اسے بے حد چوٹ آئی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے اس کے دماغ پر دھند سی چھانے لگی۔ لیکن اس نے سر جھٹک کر اس دھند کو دور کر دیا لیکن اتنے میں اس بوڑھے کی زوردار لات اس کے جبڑے پر پڑ چکی تھی۔ وہ اٹھتے اٹھتے پھر گرا۔ نجانے اس بوڑھے کے جسم میں کتنی طاقت تھی کہ حمید اس کی بے پناہ قوت کے سامنے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگا۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور پھرتی سے ریوالور جیب سے نکال لیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا۔ بوڑھے کے ریوالور نے شعلہ اگلا۔ اور حمید کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔

"اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ مسٹر حمید" —— بوڑھا بولا۔

حمید کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں کیونکہ وہ آواز پہچان چکا تھا۔ یہ بوڑھا یقیناً عمران تھا۔ حمید زبردست دھوکا کھا چکا تھا۔

"کار کی طرف چلو —— اگر کوئی حرکت کی تو گولی مار دوں گا" —— عمران نے اسے حکم دیا اور حمید دل ہی دل میں اسے گالیاں دیتا ہوا کار کی طرف چل دیا۔ بوڑھا اس

سے دو قدم پیچھے تھا۔

اچانک حمید کے کاندھوں پر ناقابل برداشت بوجھ پڑا۔ اس نے پھرتی سے اس بوجھ کو جھٹک دینا چاہا۔ یہ عمران تھا جس کے ہاتھوں نے اس کی گردن جکڑ لی تھی۔

حمید بے بس ہو گیا۔ دوسرے لمحے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر عمران نے انگوٹھے سے مخصوص دباؤ ڈالا اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے جان نکل گئی ہو۔ وہ ہاتھ پیر ہلانے سے بھی معذور ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے گھسیٹ کر کار میں ڈالا اور پھر خود سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ کار اس نے واپس موڑ دی۔

"سنو حمید! ــــ میں اگر چاہتا تو تم سے تشدد کے ذریعہ بھی پروفیسر کا سراغ لگوا لیتا ــــ لیکن یہ پہلی بار تھی اس لئے میں نے چھوڑ دیا ہے۔ کرنل فریدی سے کہنا کہ یہ عمران کی طرف سے اس کی خدمت میں پہلا تحفہ ہے ــــ مجھے علم ہے کہ کرنل فریدی نے تمہارا بھی تعاقب کرایا ہے اور تعاقب کرنے والا اس وقت بھی ہمارے آگے جا رہا ہے ــــ اس نے یقیناً فریدی کو رپورٹ دے دی ہو گی لیکن وہ مجھے نہیں پا سکتا۔ اسے کہہ دینا کہ وہ پروفیسر اور فارمولے کو سنبھال کر رکھے ــــ یہ میرا چیلنج ہے ــــ میں یہ دونوں اس کے ہاتھ سے ضرور چھین لے جاؤں گا" ــــ عمران نے حمید سے مخاطب ہوتے کہا۔

حمید بے بس تھا۔ لیکن وہ سُن رہا تھا نہ ہاتھ پیر ہلا سکتا تھا اور نہ ہی بول سکتا تھا۔

کار اب شہر میں داخل ہو گئی تھی۔ عمران نے کار ایک تنگ گلی میں موڑ دی اور پھر پھرتی سے نیچے اتر کر ایک سائیڈ گلی میں گھس گیا۔ مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا وہ ایک تنگ سے مکان میں داخل ہو گیا۔

ناشتہ کی میز پر حمید، کرنل فریدی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ فریدی نے اس کی وہ کیفیت رات ہی ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ ٹھیک کر کے دور کر دی تھی۔ حمید کا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔

"میں اسے کچا چبا جاؤں گا ــــ اس نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے ــــ؟ سالا دھوکے باز ــــ فراڈیا" ــــ حمید غصہ سے بلبلا رہا تھا۔

"صبر فرزند صبر ــــ بہرحال اس نے تمہیں بے بس کر کے دوہرا فائدہ اٹھایا ہے ایک تو مجھ پر اپنی کارکردگی کا رعب جمایا ہے ــــ دوسرا تعاقب سے بچ نکلا ــــ جب تم ریسٹورنٹ میں گئے تھے اس سے تھوڑی دیر پہلے میرے ایک آدمی کو اس پر شک ہوا۔ اس نے اس کا تعاقب کیا تو وہ تعاقب سے بچنے کے لئے ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔ وہاں اسے تم نظر آ گئے۔ اس نے تمہیں ساتھ لیا۔ اور پھر ایک تو تمہیں بے بس کر دیا۔ پھر تمہاری کار استعمال کر کے وہ تعاقب سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا مقصد دراصل فوری طور پر کار حاصل کرنا تھا" فریدی نے اسے سچوئیشن کی تفصیل بتائی۔

"ہوں ــــ تو یہ بات تھی" ــــ حمید نے دانت کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ اب اس نے پہل کر دی ہے ــــ اب وہ میرے ہاتھ بھی دیکھے

گا"۔۔۔ فریدی نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔

"حمید! ۔۔۔ تم یہیں ٹھہرو ۔۔۔ اگر کوئی فون آئے تو نوٹ کر لینا۔ میں دو گھنٹے بعد آؤں گا"۔۔۔ فریدی نے حمید سے کہا اور پھر برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر پورچ میں کھڑی لنکن کی طرف بڑھ گیا۔

دوسرے لمحے اس کی لنکن بڑی تیزی سے کاماٹی کی پہاڑیوں کی طرف دوڑ رہی تھی۔ جہاں پروفیسر ڈاگ ریز کے فارمولے کو مکمل کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے اپنے تعاقب کا خیال رکھا لیکن کسی نے بھی تعاقب نہ کیا تھا۔

کافی دیر زیر زمین تجربہ گاہ میں رہ کر فریدی واپس شہر کی طرف آرہا تھا کہ اچانک اس کی نظر فٹ پاتھ پر پیدل جاتے ہوئے ایک آدمی پر پڑی۔۔ جو خاصی تیز رفتاری سے چل رہا تھا۔ فریدی کو اس کا چہرہ دیکھ کر شبہ ہوا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ اس نے کار آگے جاکر ایک سائیڈ میں روک دی اور اس آدمی کا وہاں پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ آدمی کار کو کراس کر کے آگے نکل گیا تو فریدی کار سے نیچے اترا۔ اس نے کار لاک کی اور پھر اس کا تعاقب کرنے لگا۔

مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا وہ شخص میٹروپول ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں گھستا چلا گیا۔

یہ ایک اوسط درجے کا ہوٹل تھا جہاں اکثر درمیانی طبقے کے کاروباری لوگ رہائش پذیر ہوا کرتے تھے۔ فریدی اس کے ہال میں جاکر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے ایک کمرہ حاصل کیا اور پھر سیڑھیاں چڑھ کر اوپری منزل کی طرف چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد فریدی کاؤنٹر پر آیا۔

"ایک فون کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔ اس نے کاؤنٹر کلرک سے اجازت طلب کی

فریدی چونکہ میک اپ میں تھا۔ اس لئے کاؤنٹر کلرک نے اسے گاہک ہی سمجھا اس نے بڑی خوش اخلاقی سے اجازت دے دی۔

فریدی نے کوٹھی کے نمبر ڈائل کئے۔ جلد ہی دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"حمید! ۔۔۔ میٹروپول ہوٹل فوراً پہنچو ۔۔۔ میں تمہارے والا سودا نقد چکانا چاہتا ہوں ۔۔۔ یعنی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے"۔۔۔ فریدی نے حمید کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں آرہا ہوں"۔۔۔ حمید کی جوش سے بھرپور آواز آئی۔

فریدی نے ریسیور رکھا۔ جیب سے ایک چھوٹا سا سکہ نکال کر کاؤنٹر پر رکھا اور خود مڑ کر واپس اپنی میز پر آبیٹھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ہی حمید ہال میں داخل ہوا۔ اس نے ہلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا۔ وہ سیدھا کرنل فریدی کی طرف آیا۔

"عمران کہاں ہے"۔۔۔؟ حمید نے بیٹھتے ہی فریدی سے پوچھا۔

"عمران نہیں ۔۔۔ اس کا ساتھی"۔۔۔ فریدی نے جواب دیا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آؤ چلو"۔۔۔ اس نے حمید کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور حمید اٹھ کر اس کے پیچھے چل پڑا۔

فریدی سیدھا کاؤنٹر پر آیا۔

"ابھی ابھی میرے ایک دوست یہاں آئے تھے ۔۔۔ انہوں نے کونسا کمرہ لیا ہے"۔۔۔؟ فریدی نے کاؤنٹر کلرک سے پوچھا۔

"انور صاحب"۔۔۔ کاؤنٹر کلرک نے نام کے ساتھ ساتھ حلیہ بھی بیان کر دیا۔

"ہاں۔ ہاں" ___ فریدی نے کہا۔

"وہ کمرہ نمبر چالیس میں ٹھہرے ہوئے ہیں ___ کیا میں انہیں فون پر آپ کے ملنے کی اطلاع کروں" ___؟ کاؤنٹر کلرک نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"نہیں۔ اسے مجھے اچانک مل کر زیادہ خوشی ہوگی" ___ فریدی نے جواب دیا اور پھر مڑ کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

چند لمحوں بعد کرنل فریدی اور حمید روم نمبر چالیس کے سامنے کھڑے تھے۔ فریدی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے" ___؟ اندر سے قدرے سخت آواز آئی۔

"دوست" ___ فریدی نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

دو منٹ کے انتظار کے بعد دروازہ کھل گیا۔ وہی شخص دروازے میں کھڑا بڑی حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"فرمائیے" ___ اس کے لہجے میں حیرت صاف جھلک رہی تھی۔

"کیا آپ اخلاقاً ہمیں اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے" ___ فریدی کا لہجہ بدستور نرم تھا۔

قدرے ہچکچاہٹ کے بعد انور نے انہیں اندر آنے کو کہا اور ایک طرف ہو گیا۔ فریدی اور حمید اندر داخل ہو گئے۔

"تشریف رکھیئے" ___ انور نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔

"فرمائیے! ___ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" ___؟ انور نے ایک بار پھر بڑے مہذبانہ لہجے میں سوال کیا۔

"عمران کہاں ہے" ___؟ فریدی نے اچانک سوال کیا۔ اس کا خیال تھا کہ

شخص ضرور اس غیر متوقع سوال پر چونکے گا۔ لیکن انور کا چہرہ بدستور سپاٹ تھا البتہ اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی ضرور لہرائی تھی۔

"عمران ___ یہ صاحب کون ہیں" ___؟ انور نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

فریدی کو اب مکمل یقین ہو گیا تھا کہ یہ شخص ضرور میک اپ میں ہے اور فریدی دل ہی دل میں اس کے میک اپ کی داد دینے لگا۔ جسے وہ خود بڑی مشکل سے پہچان سکا تھا۔

"مجھے کرنل فریدی کہتے ہیں ___ اور یہ میرے اسسٹنٹ ہیں" ___ کرنل فریدی نے قدرے طنزیہ لہجے میں اپنا تعارف کرایا۔

"اوہ! ___ آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے ___ آپ کے کارنامے تو ضرور سنے تھے لیکن آپ کی زیارت نہیں ہوئی تھی" ___ انور کا چہرہ بدستور سپاٹ تھا

حمید کو فریدی کی یہ سب باتیں ناگوار گزر رہی تھیں۔ اسے اب یقین ہو گیا تھا کہ یہ عمران کا ساتھی ہے۔ وہ اپنا بدلہ لینے کے لئے بے چین تھا اور بار بار اپنی مٹھیاں بند اور کھول رہا تھا۔

"آپ براہ مہربانی اپنا میک اپ صاف کریں ___ میں آپ کی اصل شکل دیکھنا چاہتا ہوں" ___ کرنل فریدی کا لہجہ مضحکہ اڑانے والا ہی تھا۔

"میک اپ ___؟ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ___؟ اب انور بری طرح چونک پڑا۔

"جی ہاں ___ میک اپ" ___ فریدی نے میک اپ کے لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کرنل صاحب!" ___ انور نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”حمید! — تم میری غلط فہمی دُور کر دو“ — فریدی نے حمید کو اشارہ کیا اور
جو کافی دیر سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا
حمید کے ارادے کو انور بھی بھانپ گیا تھا۔ اس لئے وہ بھی پھرتی سے اٹھ
کھڑا ہو گیا۔

”آپ میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں اور میں زیادتی قطعی برداشت نہیں کر سکتا“
انور کے لہجہ میں غصہ تھا۔

لیکن حمید نے اس غصہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انور پر چھلانگ لگا دی۔
فریدی بڑے اطمینان سے اٹھا اور اس نے اٹھ کر دروازے کی اندر سے چٹخنی
چڑھا دی اور پھر یوں تماشہ دیکھنے لگا۔ جیسے اس کے سامنے ڈرامہ ہو رہا ہو۔

حمید نے اپنی طرف سے بڑے محتاط ہو کر چھلانگ لگائی تھی لیکن انور جو دراصل
کیپٹن شکیل تھا۔ بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور حمید اپنے ہی زور میں آگے
نکلتا چلا گیا۔

کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے اس کی پشت پر زوردار لات ٹکا دی۔ حمید بڑے
زور سے سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے ہاتھوں کا سہارا لے لیا تھا ورنہ ٹکر
اتنا زوردار تھا کہ اگر وہ ہاتھوں کا سہارا نہ لیتا تو یقیناً اس کا سر پاش پاش ہو جاتا
حمید دیوار سے ٹکرا کر پھرتی سے مڑا۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئی تھیں
اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے سرخ چادر آ گئی ہو۔

کیپٹن شکیل اب بھی بڑے اطمینان سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ ویسے وہ فریدی کی
کی طرف سے بھی پوری طرح چوکنا تھا۔ لیکن فریدی دروازے سے ٹیک لگائے
بڑے اطمینان سے کھڑا تھا۔ اس نے قطعاً دخل اندازی نہیں کی۔

حمید اب بے حد محتاط تھا کیونکہ وہ مدمقابل کی پھرتی اور قوت کا اندازہ لگا چکا تھا

اچانک حمید کا جسم دائیں جانب جھکا۔ کیپٹن شکیل وار بچانے کے لئے بائیں
جانب جھکا اور یہیں وہ مار کھا گیا۔ حمید نے انتہائی تیزی سے پہلو بدل کر بائیں طرف
چھلانگ لگا دی۔ حمید کے سر کی زوردار ٹکر کیپٹن شکیل کی ناک پر پڑی اور کیپٹن
شکیل لڑکھڑا گیا۔ اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا
حمید کا لیفٹ ہک اس کے دائیں جبڑے پر پوری طاقت سے پڑا اور کیپٹن شکیل
کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ حمید دوسرا
ٹکر مارنے ہی والا تھا کہ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے اس کا بازو پکڑا اور پھر حمید
اس کے سر پر سے ہوتا ہوا پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس بار حمید کو خاصی زوردار
چوٹ لگی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ کیپٹن شکیل کی زوردار فلائنگ کک
اس کے سینے پر پڑی اور وہ — اوہ — کرتا ہوا فرش پر جا گرا۔ اس کے جسم میں
شدید درد کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔

کیپٹن شکیل نے اس کے جبڑے پر بوٹ کی ٹھوکر مارنی چاہی لیکن حمید تیزی
سے کروٹ بدل گیا اور کیپٹن شکیل اپنے ہی زور میں گھوم کر فرش پر گر پڑا۔ حمید پلٹ
کر اس کے اوپر آ گیا۔ حمید نے اوپر آتے ہی تیزی سے کیپٹن شکیل کی ناک پر ٹکر مارنی
چاہی مگر کیپٹن شکیل ناک بچا گیا۔ ٹکر جبڑے پر پڑی۔ مگر اتنے میں کیپٹن شکیل
نے اس کے پیٹ کے دونوں کولہوں پر زوردار گھونسے جما دیئے۔ حمید چوٹ کی وجہ
سے ذرا سا اوپر ہوا ہی تھا کہ کیپٹن شکیل نے اسے اچھال دیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا
فریدی کے قدموں میں جا گرا۔

کیپٹن شکیل اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

حمید نے بھی تیزی سے اٹھنا چاہا تھا کہ فریدی کی کرخت آواز کمرے میں گونج اٹھی۔
”بس — اب دونوں کھڑے ہو جاؤ“ — فریدی کے ہاتھ میں ریوالور چمک

رہا تھا۔ جس کا رخ کیپٹن شکیل کی طرف تھا۔

کیپٹن شکیل کا چہرہ خون سے تر ہونے کے باوجود سپاٹ تھا اور آنکھوں میں غصہ کی بے پناہ چمک تھی۔

حمید نے اٹھ کر ایک بار پھر کیپٹن شکیل کی طرف لپکنا چاہا مگر فریدی نے اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔

"ٹھہرو حمید" ـــــ فریدی بولا۔

اور حمید با دل نخواستہ رک گیا۔

"کیا تم میرے سوالوں کا جواب دینا پسند کرو گے" ـــــ ؟ فریدی نے کیپٹن شکیل سے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے غصہ سے بھرپور لہجہ میں جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں تمہیں جواب دینا پڑے گا" ـــــ کرنل فریدی کے لہجے میں سانپ کا سا زہریلا پن تھا۔

"اگر حمید سے کچھ نہیں ہو سکا تو تم بھی اپنے دل کے ارمان پورے کر لو" ـــــ کیپٹن شکیل نے بھی سرد لہجے میں جواب دیا۔

"میں تمہیں اس کا بھی موقع دوں گا ـــــ لیکن ابھی نہیں ـــــ ابھی تو صرف میرے سوالوں کا جواب دو" ـــــ فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

کیپٹن شکیل خاموش رہا۔

"تمہارے اور کتنے ساتھی اس ملک میں داخل ہوئے ہیں" ـــــ ؟ فریدی نے پہلا سوال کیا۔

"میرا کوئی ساتھی نہیں ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"عمران کہاں ہے" ـــــ ؟ فریدی نے دوسرا سوال کیا۔

"میں کسی عمران کو نہیں جانتا" ـــــ کیپٹن شکیل نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

"حمید ـــ یہ ریوالور سنبھالو ـــ اگر یہ بھاگنے لگے تو بے شک اسے گولی مار دینا" ـــ کرنل فریدی نے ریوالور حمید کو دیتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل بھی سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔

کرنل فریدی دو قدم اور آگے بڑھ آیا۔ کیپٹن شکیل اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ اس کی نظریں فریدی کے جسم پر چپکی ہوئی تھیں۔ فریدی اچانک اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل اس کی حرکت کو سمجھتا۔ فریدی کے بوٹ کی ٹھوکر کیپٹن شکیل کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ اچھل کر سامنے بچھے ہوتے پلنگ پر جا گرا۔ پلنگ پر گرتے ہی اس نے قلابازی کھائی اور اب وہ پلنگ کی دوسری طرف تھا۔

اب کرنل فریدی اور کیپٹن شکیل کے درمیان پلنگ آگیا تھا۔ کرنل فریدی نے پھر پلنگ الٹنا چاہا مگر کیپٹن شکیل نے بھی تیزی دکھائی اور اچھل کر کمرے کے کونے میں آگیا۔ اس سے پہلے کہ کرنل فریدی کے ہاتھ واپس اپنے جسم کے قریب آتے۔ کیپٹن شکیل نے کرنل فریدی کی ناک پر ٹکر مار دی۔ لیکن کرنل فریدی ایک قدم بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ الٹا کیپٹن شکیل ہی ٹکر کے رد عمل میں نیچے گر گیا۔ کرنل فریدی نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اور کیپٹن شکیل جیسے ہوا میں اڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔

دیوار سے کیپٹن شکیل کا سر ٹکرایا تھا۔ چوٹ کافی زوردار تھی اور پھر اس کے ذہن میں تاریکی چھانے لگی۔ اس نے سر جھٹک کر ذہن پر امنڈنے والی تاریکی دور کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود ـــــ تاریکی نے اس کے ذہن پر مکمل تسلط جما لیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

"کافی سخت جان تھا" ـــــ حمید نے قدرے جھینپ کر ریمارک دے دیا۔

"تمہاری صلاحیتوں کو زنگ لگ گیا ہے برخوردار! ـــــ تمہیں عورتوں کی محفل
ون لے ڈوبیں گی" ـــــ فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔
"آپ کا جسم تو فولاد کا بنا ہوا ہے ـــــ میں تو گوشت پوست کا آدمی ہوں
حمید نے ڈھیٹ بن کر جواب دیا۔
فریدی نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔
"اب اس کا کیا کرنا ہے ـــــ ؟ میرے خیال میں گولی مار کر ختم کر دیں" ـــــ
نے رائے دی۔
"نہیں ـــــ اس سے ہمیں معلومات لینی ہیں ـــــ یہ شاید عمران کا کوئی نیا
ہے۔ اس کے چہرے کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ وہ ہر وقت سپاٹ رہتا ہے۔
سپاٹ پن سے ہی مجھے شک ہوا تھا کہ یہ میک اپ میں ہے" ـــــ فریدی
جواب دیا۔
"لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ عمران کا ساتھی ہے" ـــــ ؟ حمید نے ایک
اور نکتہ نکالا۔
"اسی شک کو مٹانے کے لئے تو میں نے تمہیں اس سے لڑایا تھا ـــــ اس کے
لڑنے کا انداز ہی بتاتا ہے کہ یہ سیکرٹ سروس کا رکن ہے" ـــــ فریدی نے جواب
دیا اور حمید سر ہلا کر رہ گیا۔
"اچھا تم ایسا کرو کہ اسے کاندھے پر لاد کر نیچے لے چلو" ـــــ فریدی نے حمید
کو حکم دیا۔ اور پھر آگے بڑھ کر کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ میز کی دراز
سے ایک ریوالور کے علاوہ فریدی کو اور کچھ نہ ملا۔
حمید نے قوی ہیکل کیپٹن شکیل کو بمشکل اپنی پشت پر لادا اور پھر وہ دروازہ
کھول کر سیڑھیاں اترنے لگے۔

جیسے ہی وہ ہال میں پہنچے۔ کیپٹن شکیل اور حمید کا حلیہ دیکھ کر ہال میں بیٹھے
ہوئے لوگ چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
کاؤنٹر کلرک کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ کرنل فریدی نے آگے بڑھ کر
اس کے سامنے اپنا کارڈ کر دیا۔ اور کارڈ پر کرنل فریدی کا نام دیکھ کر کاؤنٹر کلرک
حیرت اور خوف سے گنگ رہ گیا۔
کرنل فریدی اور کیپٹن شکیل کو اٹھائے ہوئے حمید خاموشی سے ہال سے باہر
نکلے اور پھر ریسٹورنٹ کی سائیڈ میں کھڑی ہوئی حمید کی فوکس ویگن کی پچھلی سیٹ پر
کیپٹن شکیل کو لٹا دیا اور وہ خود دونوں آگے بیٹھ گئے۔
"سندر روڈ سے ہوتے ہوئے کوٹھی چلو ـــــ مجھے اپنی کار لینی ہے" ـــــ فریدی
نے حمید کو کہا اور حمید نے کار کا رخ سندر روڈ کی طرف کر دیا۔



عمران نئے میک اپ میں کار لے کر نکلا۔ اس کا پروگرام تھا کہ وہ وزیر خارجہ
کے سیکرٹری کا روپ دھارے۔ چنانچہ وہ چاہتا تھا کہ وزیر خارجہ کے دفتر کا پورا
محل وقوع دیکھ لے اور پھر مزید کارروائی کرے۔
جب اس کی کار میٹرو پول ہوٹل کے سامنے سے گزری تو وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا
کہ حمید اور کرنل فریدی بے ہوش کیپٹن شکیل کو ایک کار میں ڈال رہے ہیں۔ کرنل فریدی

اور کیپٹن شکیل اپنی اصل شکل میں تھے۔ حمید کا میک اپ بھی بگڑا ہوا تھا۔ اس
عمران نے دور ہی سے انہیں پہچان لیا تھا۔

”ہوں —— تو اس کا مطلب ہے کہ کرنل فریدی، کیپٹن شکیل تک پہنچ
ہے“ —— عمران نے دانتوں پر دانت جماتے ہوئے کہا۔

عمران نے اپنی کار کی رفتار کم نہیں کی تھی۔ کافی آگے جا کر اس نے ایک چوک سے کار موڑ دی اور پھر فٹ پاتھ کی سائیڈ میں کھڑی کر دی۔ وہاں ادھر ادھر بہت سے کاریں کھڑی تھیں اس لئے کسی کا اس کی کار کی طرف متوجہ ہونے کا سوال ہی نہیں ہوتا تھا۔

پھر اس کو فریدی کی کار مخالف سمت میں جاتی نظر آئی اور اس نے کافی فا[صلے] سے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ سڑک پر چونکہ ٹریفک کا کافی رش تھا اس [لئے] فریدی تعاقب سے باخبر نہیں ہو سکتا تھا۔

سندر روڈ پر جب فریدی کی کار رکی تو عمران نے بھی ایک سائیڈ میں کار ر[وک] دی۔ فریدی کار سے اتر کر سڑک کراس کر کے مخالف سمت میں گیا۔ اور پھر وہاں [سے] کو فریدی کی لنکن کھڑی نظر آ گئی۔

”یہ یقیناً کوٹھی پر جائیں گے“ —— عمران نے سوچا اور پھر اپنی کار آگے بڑھا دی۔

عمران انہیں کراس کرتا ہوا آگے نکل گیا۔ اس نے کار کی رفتار اور بڑھا دی اور پھر اگلے چوک سے مڑ کر وہ دائیں طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس سڑک پر کافی دور ایک اور چوک آتا تھا۔ یہ سڑک قدرے غیر آباد تھی اس لئے اس نے سڑک کی سائیڈ میں ایک زیر تعمیر کوٹھی کی ایک دیوار کی اوٹ میں کار کھڑی کی اور خود نیچے آ[گیا]۔ زیر تعمیر کوٹھی خالی پڑی تھی۔ آج شاید مزدوروں وغیرہ کی چھٹی کا دن تھا۔ اس

[نے ا]پنے کام کے لئے ایک سن شیڈ پسند آیا اور وہ تیزی سے اچھل کر اس شیڈ پر چڑھ گیا۔ [سائیڈ] سائیڈ میں دیوار بڑھی ہوئی تھی اس لئے اس طرف سے دیکھے جانے کا کوئی خطرہ نہ تھا [ا]س نے جسم کو سائیڈ میں رکھا اور جیب سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اب ریوالور [کی] نال کا رخ ادھر ہی تھا جدھر سے حمید کی کار آنی تھی۔

چند لمحے بعد اس کو حمید کی کار آتی ہوئی دکھائی دی۔ کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس [کے] پیچھے لیکن اسے دور دور تک نظر نہ آئی۔ شاید کرنل فریدی کسی اور جگہ چلا گیا تھا اتنے [میں] حمید کی کار اس کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ پھر جیسے ہی وہ چند فٹ آگے ہوئی عمران کے ریوالور سے شعلہ سا نکلا اور پھر ایک زوردار دھماکے سے حمید کی کار ڈولنے لگی کار چونکہ خاصی تیز رفتاری سے جا رہی تھی اس لئے یہ عمران ہی تھا جس کا پہلا نشانہ [ص]حیح لگا۔

عمران نے شیڈ سے چھلانگ لگا دی۔ حمید کی کار رک گئی تھی اور پھر حمید کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اس نے پیچھے آکر بغور ٹائر کی طرف دیکھا۔

عمران اب کافی نزدیک آچکا تھا۔ پھر جیسے ہی حمید منہ سے سیٹی کی آواز نکالتا ہوا [سی]دھا ہوا۔ عمران نے گولی چلا دی۔ اس نے جان بوجھ کر نشانہ صحیح نہیں لیا تھا اور گولی حمید کے کان کے قریب سے ہو کر گزر گئی۔

”خبردار جو جیب میں ہاتھ ڈالا —— دوسری گولی دل میں بھی پیوست ہو سکتی ہے“۔ عمران جو اب قریب آچکا تھا۔ چیخا۔

حمید ٹھٹھک کر رہ گیا۔ وہ عمران کو پہچان نہ سکا تھا۔

عمران قریب آتے ہی اچانک اچھلا اور اس کی زوردار فلائنگ کک حمید کے سینے پر پڑی۔ حمید الٹ کر دوسری طرف جا گرا۔ عمران نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور ریوالور بائیں ہاتھ میں پکڑ کر تابڑ توڑ دو تین گھونسے اس کے سر پر جڑ دیئے۔ نتیجہ عمران کے

عجب توقع ہی رہا۔

حمید جو پہلی لڑائی سے تھکا ہوا تھا بے ہوش ہو گیا۔ چونکہ بہرحال یہ سڑک تھی لئے عمران نے بھی پھرتی دکھائی تھی اس نے تیزی سے حمید کو گھسیٹ کر نوکس ڈالا اور پھر خود سٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ کار کو وہ تقریباً گھسیٹتا ہوا اس طرف لے آ اس کی اپنی کار موجود تھی۔ اس نے انتہائی تیزی سے ان دونوں کو اپنی کار میں منتق اور پھر کار اسٹارٹ کر کے سڑک پر چڑھا دی۔ اسی اثناء میں ایک دو کاریں وہاں سے گزریں لیکن عمران کی کار چونکہ دیوار کی اوٹ میں تھی اس لئے وہ صورت حا اندازہ نہ کر سکے۔

عمران نے کار ادھر ہی دوڑا دی جدھر فریدی کی کوٹھی تھی۔ جلد ہی وہ فر کوٹھی کراس کر گیا۔ اب وہ سیدھا جا رہا تھا۔ دو تین سڑکوں پر چکر کھا کر جب ا اطمینان ہو گیا کہ اس کا تعاقب نہیں ہو رہا۔ اس نے کار کا رخ گلدین کالونی کی موڑ دیا۔

نادر کی کوٹھی کے پھاٹک پر رک کر عمران نے ہارن دیا۔ پھاٹک جلد ہی کھل گیا وہ کار اندر پورچ میں لیتا چلا گیا۔ نادر اسے برآمدے ہی میں مل گیا۔ عمران درواز کھ کر تیزی سے نیچے اترا۔

"نادر! ۔۔۔ کیا تمہاری نظر میں اور کوئی محفوظ جگہ ہے ۔۔۔؟ خاص طور اگر اس کے نیچے تہہ خانے ہوں تو" ۔۔۔ عمران نے سوال کیا۔

"کیوں ۔۔۔ کیا بات ہے" ۔۔۔؟ نادر نے حیرت سے پوچھا۔

"تم میرے سوال کا جواب دو ۔۔۔ بات بعد میں پوچھ لینا" ۔۔۔ عمران نے قدرے سختی سے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ میرے ایک دوست کی ایک کوٹھی خالی ہے۔ وہ فارن گیا ہو

اس کے نیچے تہہ خانے بھی ہیں" ۔۔۔ نادر نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔۔ تم اپنا ضروری سامان اٹھاؤ اور جلدی آؤ ۔۔۔ ہم ابھی یہ چھوڑ رہے ہیں" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر خود بھی اندر چلا گیا۔

جب عمران واپس باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ اور پھر بھی ایک اٹیچی کیس اٹھائے آ گیا۔ وہ دونوں کار میں بیٹھ گئے۔

"اوہ! ۔۔۔ یہ تو کیپٹن شکیل اور حمید ہیں" ۔۔۔ نادر نے پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے دونوں کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ چوکیدار کو کہہ دو کہ میں چند دنوں کے لئے باہر جا رہا ہوں ۔۔۔ اور سمجھا دو کہ میرا ذکر نہ کرے" ۔۔۔ عمران نے کار پھاٹک کے قریب روکتے ہوئے اور نادر کار کے نیچے اتر گیا اور پھر اس نے چوکیدار کو وہ بات اچھی طرح سمجھا دی پھر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔

کار کوٹھی سے باہر نکلی اور کافی تیز رفتاری سے سڑک پر بھاگنے لگی۔



صفدر ایک ایسے آدمی کے پاس ٹھہرا تھا جو اس کا کافی پرانا دوست اس ملک میں جب بھی صفدر کا آنا ہوتا وہ دو ایک دن ضرور اس کے پاس ٹھہرتا صفدر کا دوست جس کا نام تیمور تھا۔ کاماٹی کی لیبارٹری میں کام کرتا تھا۔ صفدر کو

وہ صرف بزنس مین سمجھتا تھا۔ اس کے علاوہ اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کیا ہے؟ ادھر صفدر نے کبھی اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی کہ وہ اس سے پوچھتا کہ کہاں ملازم ہے ——؟ صفدر کو اس کے پاس جانے سے پہلے میک اپ اتارنا اب وہ کمرے میں بیٹھا سوچ ہی رہا تھا کہ تیمور واپس آتے تو اسے اپنے متعلق کچھ تاکہ اگر وہ کسی وقت میک اپ میں جائے یا آتے تو وہ شک نہ کرے۔ اسے مکمل یقین کہ تیمور ایسا دوست ہے جو اس کے لئے کسی صورت سے بھی نقصان دہ نہیں

تیمور کے آنے کا وقت کافی دیر ہوئی گزر چکا تھا لیکن تیمور ابھی تک نہیں آیا یہ شہاب کالونی میں ایک چھوٹی سی کوٹھی تھی جہاں تیمور اکیلا رہتا تھا۔ اس نے تک شادی نہیں کی تھی۔

تیمور کافی دیر بعد واپس آیا۔ اس نے کار پورچ میں کھڑی کی اور پھر تھکے انداز میں کمرے میں داخل ہوا۔

"خیریت تھی — آج بہت لیٹ آئے" ——؟ صفدر نے اسے دیکھتے سوال کیا۔

"یار کیا پوچھتے ہو — پچھلے دنوں سے لیبارٹری میں کام بہت کرنا پڑتا ہے" تیمور نے جواب دیا۔

"لیبارٹری میں" ——؟ صفدر نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں دوست! — میں یہاں ایک لیبارٹری میں کام کرتا ہوں" —— تیمور ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم سائنسدان ہو" ——؟ صفدر نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے نہیں — میں صرف اسٹور انچارج ہوں۔ لیبارٹری میں ضروری آلات دیگر سامان مہیا کرنا میری ڈیوٹی ہے" —— تیمور نے کہا۔

"اوہ! — اچھا میں نے سمجھا تیمور صاحب سائنسدان ہیں" —— صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم بور تو ہوتے ہو گے" ——؟ تیمور نے پوچھا۔

"نہیں — بور نہیں ہوا —— بس تمہارا انتظار کر رہا تھا" —— صفدر نے سوال دیا۔

"یار تمہاری بھی مجھے سمجھ نہیں آتی — جب سے آتے ہو کوٹھی میں گھسے ہوئے ہو۔ ارے اللہ کے بندے! — کچھ سیر و تفریح بھی کیا کرو" —— تیمور نے کہا۔

"ضرور کریں گے — آجکل ذرا طبیعت پر کچھ سستی سی چھائی ہوتی ہے — باہر نکلنے کو دل نہیں چاہتا" —— صفدر نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"کسی ڈاکٹر وغیرہ سے بات کریں" ——؟ تیمور نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں — ایسی فی الحال کوئی بات نہیں کہ ڈاکٹر کو تکلیف دی جائے" —— صفدر نے ہنستے ہوئے کہا اور تیمور بھی ہنس پڑا۔

"کونسی لیبارٹری میں کام کر رہے ہو" ——؟ صفدر نے پوچھا۔

"یہاں سے کافی دور ہے" —— تیمور صفدر کا سوال ٹال گیا۔

"میں نے یہ تو نہیں پوچھا تھا کہ وہ دور ہے یا نزدیک — کیا بات ہے کیا ڈاکٹر کو تکلیف دینا ہی پڑے گی" ——؟ صفدر نے کہا اور تیمور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"یار! بات دراصل یہ ہے کہ ایک سرکاری راز ہے اور ٹاپ سیکرٹ" تیمور نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ! — پھر ٹھیک ہے مت بتاؤ —— ہو سکتا ہے کہ میں کوئی جاسوس وغیرہ ٹائپ کی شے ہوں — اور کل کو تم بندھے پھرو" —— صفدر نے ہنستے ہوئے کہا اور

تیمور شرمندہ ہوگیا۔

"نہیں نہیں ـــ تم مائنڈ مت کرو ـــ میں بتا دیتا ہوں ـــ یہاں سے میں
دور کا ماؤنٹ کی پہاڑی ہے۔ اس کے نیچے خفیہ لیبارٹری ہے وہاں کام کرتا ہوں
دراصل آجکل ایک نیا سائنسدان آیا ہے۔ جرمن یہودی ہے۔ اس کے آنے پر
بہت سیکرٹ کر دیا گیا ہے اور اسی کے لئے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور اسی
دیر ہو جاتی ہے" ـــ تیمور نے تمام بات اگل دی۔

"اوہ خفیہ ـــ ارے یار تم تو جاسوسی ناولوں کے کردار معلوم ہو رہے ہو ـــ
بڑی دلچسپ زندگی ہوگی تمہاری بھی ـــ یعنی خفیہ لیبارٹری۔ پھر جیسے جاسوسی
ناولوں میں ہوتا ہے ـــ آدمی جائے تو کوڈ بتا کر جائے ـــ چیک پوسٹوں پر
دے وغیرہ وغیرہ" ـــ صفدر نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"خاک پرلطف ہوتی ہے ـــ بور ہو جاتا ہے آدمی ـــ یہ کیا بات ہوئی
صبح و شام تلاشی دو ـــ کوڈ دہراتے پھرو" ـــ تیمور نے اکتائے ہوئے لہجے میں

"یار مجھے تو یہ بڑا رومانٹک لگ رہا ہے کہ آدمی جائے اور کوئی اوٹ پٹانگ سا
کوڈ مثلاً ـــ بن بادل برسات ـــ ستارے چمک رہے ہیں ـــ سورج کو
لگ رہی ہے ـــ وغیرہ وغیرہ دوہرائے" ـــ صفدر نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے
کہا جیسے وہ اس کے تصور سے ہی لطف اندوز ہو رہا ہو۔

"ارے نہیں ـــ اس قسم کے کوڈ تو جاسوسی ناولوں میں ہوتے ہوں گے ـــ یہاں
تو سیدھا سادا سا کوڈ ہوتا ہے اور بڑا غیر دلچسپ سا ـــ یعنی زیرو مقری
اب بتاؤ اس میں کیا رومانٹک پن ہے" ـــ تیمور نے جواب دیا۔ وہ بے خیالی میں
کوڈ بھی بتلا گیا تھا۔

"اچھا یار ـــ چھوڑو کوئی اور بات کرو ـــ یہ بتاؤ کہ بھابھی کب لا رہے ہو" ـــ

صفدر کو جب مطلب کی باتوں کا پتہ چل گیا تو اس نے فوراً ہی موضوع بدل دیا۔

"بھابھی ـــ کیا بتاؤں یار ـــ کوئی لڑکی ہی اس قابل نظر نہیں آتی کہ اسے
تمہاری بھابھی بناؤں" ـــ تیمور نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"واہ بھئی واہ ـــ بڑا اونچا آئیڈیل ہے تمہارا ـــ میرا کہا مانو تو کسی بھی شریف
لڑکی کا ہاتھ تھام لو۔ اس دنیا میں حوریں پیدا نہیں ہوتیں مسٹر تیمور" ـــ صفدر
نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں ـــ اب تو میں بھی یہی سوچنے لگا ہوں" ـــ تیمور نے کہا۔

"اچھا دوست ـــ میرے خیال میں چائے بنائی جائے ـــ یار! یہ ملازم بھی
شاید چھٹی کر کے گیا ہے ـــ کئی دن ہو گئے ہیں آیا ہی نہیں ہے" ـــ تیمور
نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی ضروری کام پڑ گیا ہوگا اسے" ـــ صفدر نے لاپرواہی سے کہا۔ اور
تیمور سر ہلاتا ہوا کچن کی طرف چلا گیا۔

صفدر کا دل خوشی سے بلیوں اچھل رہا تھا۔ قدرت نے خود بخود گھر بیٹھے
معلومات دے دی تھیں۔ اب وہ بے چین تھا کہ کوئی موقع نکلے تو عمران کو کال کر کے
معلومات دے۔

ابھی صفدر اسی سوچ میں تھا کہ تیمور ہاتھ میں برتن لئے آن پہنچا۔

"بھئی دودھ اور پتی ختم ہے ـــ میں ذرا مارکیٹ سے لے آؤں" ـــ تیمور
نے کہا۔

"اچھا لے آؤ" ـــ صفدر نے کہا۔ اور تیمور برآمدہ پار کر کے گیٹ کی طرف
چلا گیا۔

مارکیٹ وہاں سے کافی دور تھی۔ اس لئے صفدر نے موقع غنیمت سمجھا اور

اسٹر کر کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ اس نے رسٹ واچ کا ونڈ بٹن کھینچا۔ گھڑی والا خانہ سرخ ہو گیا اور گھڑی سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ چند لمحوں بعد کی سرخی سبزی میں تبدیل ہو گئی۔

"ہیلو ہیلو ـــ صفدر سپیکنگ اوور" ـــ صفدر نے گھڑی کے ساتھ منہ ہلکی سی آواز میں کہا۔

"ہیلو ـــ عمران وس سائیڈ اوور" ـــ دوسری طرف سے عمران کی سنائی دی۔

"عمران صاحب! ـــ ایک خوشخبری ہے ـــ میں یہاں ایک دوست کے ٹھہرا ہوا ہوں۔ ہل کالونی کوٹھی نمبر ۱۶ ۔ اس دوست کا نام تیمور ہے ـــ کاماٹی کی پہاڑی کے نیچے بنی ہوئی خفیہ لیبارٹری میں کام کرتا ہے۔ پروفیسر ڈاگ اسی لیبارٹری میں فارمولا مکمل کر رہا ہے۔ اوور" ـــ صفدر نے مختصر طور پر معلومات آگے بڑھا دیں۔

"اوہ صفدر! ـــ ویری گڈ ـــ ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا ـــ میں تو کے لئے وزیر خارجہ کے سیکرٹری کو اغوا کرنے کا پروگرام بنا رہا تھا ـــ معلومات ہو گئیں۔ اوور" ـــ ؟ عمران کی مسرت سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"بس باتوں ہی باتوں میں پتہ چل گیا ـــ میں نے کوڈ بھی معلوم کر لیا یعنی زیرو تھری۔ اوور" ـــ صفدر نے کہا۔

"ویری گڈ! ـــ کیا بات ہے صفدر۔ بڑے تیز جا رہے ہو یار ـــ تم تو بھی کان کاٹنے لگے۔ اوور" ـــ عمران کی آواز میں مسرت و خوشی کا عنصر نمایاں ہو گیا تھا۔

"تھینک یو ـــ اب بتلایئے۔ مزید کیا پروگرام ہے۔ اوور" ـــ ؟ صفدر نے سوال کیا۔

"تمہارا دوست وہاں کیا کام کرتا ہے۔ اوور" ـــ ؟ عمران نے سوال کیا۔

"سٹور انچارج ہے۔ اوور" ـــ صفدر نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! ـــ کیا وہ تمہاری قد و قامت کا ہے۔ اوور" ـــ ؟ عمران نے پھر سوال کیا۔

"ہاں ـ اوور" ـــ صفدر نے مختصر سا جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے ـــ تم اس کا میک اپ کر کے لیبارٹری پہنچ جاؤ۔ حالات کی نگرانی کرو ـــ پھر جیسا ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔ اوور" ـــ عمران نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کے لئے" ـــ صفدر کچھ ہچکچایا۔

"تم سوچ رہے ہو گے کہ دوست کو ختم کرنا پڑے گا ـــ تو بھائی وطن کی محبت میں آدمی کیا کچھ نہیں کرتا ـــ اور قدرت نے یہ موقع ہمیں دیا ہے ـــ ہم بھی تو اپنی جانیں ملک کے لئے ہتھیلی پر اٹھائے پھر رہے ہیں۔ اوور" ـــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــ پھر میں جانے سے پہلے آپ کو کال کروں گا۔ اوور" ـــ صفدر نے قدرے مایوسی سے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ اوور اینڈ آل" ـــ عمران نے کہا اور پھر تاریخ والا خانہ تاریک ہو گیا۔

صفدر نے جلدی سے ونڈ بٹن دوبارہ دبا کر فٹ کیا اور پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور پھر ابھی وہ کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ تیمور کوٹھی میں داخل ہوا اور سیدھا کچن کی طرف چلا گیا۔ صفدر سوچنے لگا کہ واقعی کسی بے گناہ کو ختم کرنا انتہائی ظلم ہے۔ لیکن

وہ کیا کرتا۔ مجبور تھا۔ ملک کی عزت اور کروڑوں ہم وطنوں کی زندگی کا سوال تھا۔ [illegible]
نے کندھے جھٹکتے ہوئے سوچا۔

تیمور چائے تیار کر کے لے آیا دونوں نے چائے پی اور پھر وہ تاش کھیلنے [illegible]
کافی رات گئے تیمور نے صفدر کو الوداع کہہ کر سونے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا
کافی دیر بعد جب صفدر کو یقین ہو گیا کہ تیمور سو گیا ہو گا۔ وہ آہستہ سے اٹھا۔ اس
نے اپنے بیگ کی خفیہ تہہ سے ریوالور نکالا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا تیمور کی
خوابگاہ کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ہاتھ کا دباؤ دیتے ہی پٹ کھل گئے اور
آہستہ سے اندر داخل ہوا۔ بیڈ لائٹ کی ہلکی سی روشنی میں تیمور پلنگ پر گہری نیند [illegible]
ہوا تھا۔

"اچھا دوست ——— تم میرے ملک کے لئے قربانی دے رہے ہو ——— میں تمہیں
ہمیشہ یاد رکھوں گا" ——— صفدر نے سوچا اور پھر ریوالور سیدھا کر کے اس کے دل [illegible]
نشانہ لیا۔ اور آنکھیں بند کر کے اس نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ ڈال دیا۔ سائلنسر لگے
ریوالور سے ایک ہلکی سی آواز نکلی اور تیمور پلنگ پر تڑپنے لگا۔ گولی ٹھیک دل پر
لگی تھی۔ اس لئے چند ہی لمحے بعد تیمور ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں
ان میں حیرت صاف جھلک رہی تھی۔

صفدر خاموشی سے واپس اپنے کمرے میں چلا گیا اور پھر کافی دیر وہاں بیٹھنے کے
بعد وہ دوبارہ تیمور کے کمرے میں آیا۔ اس کی لاش اٹھا کر وہ غسل خانے میں لے آیا
اس کے خون آلود کپڑے اتارے۔ غسلخانے میں ان پر پڑے خون کے داغ دھوئے پھر
وہ بستر کی چادر اٹھا لایا۔ اسے بھی اچھی طرح دھویا اور پھر سب کپڑوں کو سوکھنے
کے لئے ڈال دیا۔

اب صبح ہونے والی تھی اور صفدر کو معلوم تھا کہ تیمور صبح سات بجے یہاں سے

جاتا ہے اس لئے اسے بھی صحیح ٹائم پر وہاں پہنچنا تھا۔

صفدر نے تیمور کی لاش کو سامنے رکھ کر پلاسٹک میک اپ کیا۔ پھر اس کی لاش
کو وہیں غسلخانے میں چھوڑ کر اس نے الماری سے تیمور کا سوٹ نکال کر پہنا۔ پوری
تیاری کر کے وہ کمرے میں آیا اور پھر جانے سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے اس نے عمران
کو دوبارہ کال کیا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"عمران صاحب! ——— میں نے تیمور کو ختم کر دیا ہے اور اس کا میک اپ بھی
کر لیا ہے ——— آدھے گھنٹے بعد میں یہاں سے لیبارٹری جاؤں گا ——— آپ ایسا
کریں کہ میری عدم موجودگی میں یہاں سے تیمور کی لاش اور وہ کپڑے جن پر خون
لگا ہوا تھا۔ میں نے دھو دیئے ہیں۔ وہ بھی لے جائیں تاکہ شک نہ پڑے اوور" ———
صفدر نے رابطہ ملتے ہی کہا۔

"ٹھیک ہے ——— تم جاؤ ——— میں انتظام کرا دونگا ——— ہاں! اس بات کا خیال
رکھنا کہ لیبارٹری سے مجھے کال نہ کرنا اور وہاں محتاط رہنا۔ کہیں کسی کو تم پر شک
نہ ہو جائے ——— وہاں کرنل فریدی کی بلیک فورس کا جال بچھا ہوا ہوگا اوور" ———
عمران نے اسے ہدایات دیں۔

"ٹھیک ہے ——— میں خیال رکھوں گا۔ اوور" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— عمران نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

صفدر نے اپنی گھڑی اتار کر وہیں میز کی دراز میں رکھی اور تیمور کی گھڑی پہن لی۔
پھر وہ کار لے کر کوٹھی سے نکل گیا۔ کوٹھی کے گیٹ پر اس نے جان بوجھ کر تالا نہیں
ڈالا تھا۔

فریدی نے حمید کو حکم دیا کہ وہ بےہوش کیپٹن شکیل کو کوٹھی لے جائے اور خود کار لے کر شہاب روڈ کی طرف چل پڑا۔ اس کی لنکن شہاب روڈ کو کراس کرتی ہوئی ہال روڈ پر آئی۔ پھر ہال روڈ کی ایک بلند و بالا عمارت کے سامنے اس نے کار روک دی۔ کار سے اتر کر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا دوسری منزل پر آیا اور پھر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا۔

اس دروازے کے باہر "میسرز لاک اینڈ سنز" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ فریدی نے ایک لمحہ رک کر وہ بورڈ پڑھا اور پھر دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک خاصا وسیع و عریض کمرہ تھا جس میں تین چار کلرک مختلف میزوں پر بیٹھے کام کر رہے تھے۔ کمرے کی سائیڈ میں ہی ایک کیبن بنا ہوا تھا جس کے باہر منیجر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ دروازے کے باہر سٹول پر بیٹھے ہوئے چپڑاسی کو اس نے جیب سے کارڈ نکال کر دیا۔ ایک منٹ کے بعد وہ منیجر کے کمرے میں موجود تھا۔

"تشریف لائیے جناب کرنل صاحب! ـــ زہے نصیب" ـــ نوجوان منیجر نے اٹھ کر کرنل فریدی کا استقبال کیا۔

"شکریہ" ـــ کرنل فریدی نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر منیجر اور کرنل فریدی سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"فرمائیے ـــ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں" ـــ؟ منیجر نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ بریف کیس تیار کرتے ہیں" ـــ؟ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! ـــ ہماری کمپنی ہر قسم کے بریف کیس تیار کرنے میں بین الاقوامی شہرت رکھتی ہے" ـــ نوجوان منیجر نے بڑے فخر سے جواب دیا۔

"مجھے ایک خاص قسم کے بریف کیس تیار کروانے ہیں ـــ کیا آپ میری ہدایت کے مطابق اس قسم کے بریف کیس تیار کر دیں گے" ـــ کرنل فریدی نے کہا۔

"آپ ہدایات دیجئے ـــ مجھے امید ہے کہ آپ کی مرضی کے مطابق بریف کیس بن جائیں گے" ـــ منیجر نے جواب دیا۔

"بہتر ہے ـــ آپ ایک سمال سائز کا بریف کیس بنوا دیجئے۔ جس میں نمبر ایک اس قسم کا لاک لگا ہوا ہو کہ جب اسے مخصوص چابی کے بغیر کھولا جائے تو اس میں سے ایک مخصوص قسم کی گیس نکلے۔ اس لاک میں سپرے ٹائپ کا نظام ہو اور چھوٹا سا گیس بھرنے کا خانہ بھی ہو ـــ دوسرا اس بریف کیس کی تہہ ڈبل کی بجائے تہری ہو۔ یعنی اس کی تین تہیں ہوں لیکن باقی دو تہیں اتنی خفیہ رکھی جائیں کہ وہ کسی طرف سے بھی محسوس نہ ہوں اور بریف کیس کی سائیڈوں اور چھت کے اندر میگنم دھات کی پلیٹیں موجود ہوں جن کا کنکشن ایک ایسی ایٹمک بیٹری سے ہو کہ جب بھی کوئی شخص ان تہوں کو پھاڑنا چاہے تو جیسے ہی وہ آلہ یا ہاتھ اس میگنم دھات کی پلیٹ سے ٹکرائے تو اسے زبردست شاک پڑے" ـــ کرنل فریدی نے مخصوص بریف کیس کے لئے ہدایات دیں۔

"کرنل صاحب! ـــ بڑا عجیب قسم کا بریف کیس ہو گیا یہ" ـــ منیجر نے حیرت سے بھنویں ابھارتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــ اسی لئے تو میں آپ کے پاس آیا ہوں" ـــ کرنل فریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ آپ کی مرضی کے مطابق یہ کام کر دیا جائے گا ـــ مگر وہ ایٹمک بیٹری اور گیس کا سلنڈر آپ کو مہیا کرنا پڑے گا" ـــ مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ چیزیں میں اپنے کسی آدمی کے ہاتھ بھیج دوں گا" ـــ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ آج اگر آپ یہ چیزیں بھجوا دیں تو کل ہی بریف کیس آپ کو پہنچا دیئے جائیں گے" ـــ مینجر نے جواب دیا۔

"بہتر ہے ـــ اسی ٹائپ کے دو بریف کیس آپ تیار کروا کر میری کوٹھی بھجوا دیں کارڈ آپ کے پاس ہے" ـــ کرنل فریدی نے کہا۔

"بہتر جناب" ـــ مینجر نے جواب دیا۔

"یہ خیال رہے کہ یہ کام بے خفیہ طور پر کرانا ہے ـــ کسی اور کو ان بریف کیسوں کے متعلق پتہ نہ چلے" ـــ کرنل فریدی نے ہدایت دی۔

"میں سمجھتا ہوں جناب" ـــ مینجر نے جواب دیا۔

"اچھا اب اجازت" ـــ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھہریئے ـــ چائے پی لیجئے ـــ دراصل آپ کی آمد سے اتنی حیرت ہوئی کہ میں چائے منگوانا ہی بھول گیا ـــ معافی چاہتا ہوں" ـــ مینجر نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــ آپ تکلیف مت کریں ـــ مجھے ضروری کام ہے" ـــ کرنل فریدی نے خوش اخلاقی سے کہا اور پھر وہ مینجر سے ہاتھ ملا کر کیبن سے باہر نکل آیا۔ پھر وہ

سیڑھیاں اتر کر جیسے ہی کار میں آ کر بیٹھا تو وہ بری طرح چونکا۔ کیونکہ کار میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بلب بار بار اسپارکنگ کر رہا تھا۔ فریدی نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر کسی کو قریب نہ پا کر بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ـــ ہارڈ اسٹون سپیکنگ۔ اوور" ـــ فریدی نے بٹن آن کر کے کہا۔

"نمبر سکس سپیکنگ سر ـــ کیپٹن حمید کی کار کوئنز روڈ کی ایک زیر تعمیر کوٹھی کے قریب کھڑی ہے اور اس کا ایک ٹائر برسٹ ہو چکا ہے ـــ کار کا ٹائر سڑک پر برسٹ ہوا ہے اور پھر اسے چلا کر کوٹھی تک لے آیا گیا ہے وہاں ایک اور کار کی موجودگی بھی ظاہر ہوتی ہے جو آپ کی کوٹھی کی طرف گئی ہے۔ اوور" ـــ نمبر سکس نے اطلاع دی۔

"تم کس وقت وہاں پہنچے تھے۔ اوور" ـــ؟ فریدی نے سوال کیا۔

"تقریباً پندرہ منٹ پہلے ـــ تب سے میں آپ کو کال کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اوور" ـــ نمبر سکس نے بتلایا۔

"اچھا ـــ تم وہیں ٹھہرو ـــ میں خود آ رہا ہوں۔ اوور" ـــ فریدی نے کہا اور پھر بٹن آف کر دیا۔

اب فریدی کی کار تیزی سے کوئنز روڈ کی طرف اُڑی چلی جا رہی تھی۔ اور پھر جلد ہی کار وہاں پہنچ گئی۔ حمید کی کار کے قریب ہی نمبر سکس کی موٹر سائیکل بھی موجود تھی۔ فریدی نے کار سے اتر کر موقعہ کا بغور معائنہ کیا۔ اور پھر سر ہلاتا ہوا واپس کار میں آ کر بیٹھ گیا۔

"نمبر سکس ـــ تم اس کار کا ٹائر تبدیل کر کے کار کوٹھی لے آؤ" ـــ فریدی نے نمبر سکس کو حکم دیتے ہوئے اپنی کار اسٹارٹ کی اور پھر وہ کوٹھی کی طرف تیزی سے دوڑتی گئی۔ کوٹھی پر پہنچ کر وہ سیدھا ڈرائینگ روم میں آیا اور اس نے رسیور اٹھا کر نمبر

ڈائل کئے اور جیسے رابطہ قائم ہوتے ہی وہ غرایا۔

"ہارڈ اسٹون"

"نمبر الیون سر" — دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

"نمبر الیون — کیا بات ہے — بلیک فورس کیوں یکدم نکمی ہوتی جا رہی ہے — عمران شہر میں موجود ہے — عمران کے ساتھی ملک میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں — حمید کو عمران نے اغوا کر لیا ہے — اور تم سب سوئے ہوئے ہو" — فریدی کے لہجے میں بالکل بھیڑیئے جیسی غراہٹ تھی۔

"سر — پوری بلیک فورس مستعد ہے لیکن" — دوسری طرف سے نمبر الیون کی لرزیدہ آواز سنائی دی۔

"میں لیکن ویکن کچھ نہیں جانتا — تم تمام بلیک فورس کے ممبران کو الرٹ کر دو۔ اب اگر کسی سے کوتاہی ہوئی تو اس کا انجام بڑا ہی بھیانک ہو گا" — فریدی کے لہجے میں غراہٹ کا عنصر بڑھتا گیا۔

"بہت بہتر جناب! — اب آپ کو شکایت نہ ہو گی" — نمبر الیون نے جواب دیا۔

"دیکھو — میں ہر قیمت پر عمران اور حمید کا پتہ چلانا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں تمہیں صرف صبح تک کا وقت دوں گا — صبح میرے پاس رپورٹ پہنچ جانی چاہیئے کہ عمران اور حمید کہاں ہیں" — کرنل فریدی نے حکم دیا۔

"بہت بہتر جناب — صبح تک آپ کو رپورٹ پہنچ جائے گی" — نمبر الیون نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"اور ہاں — نمبر زیرو سکس کی ایٹمک دو بیٹریاں اور دو کاسٹک گیس کے سلنڈر بال پرلاک اینڈ سنز کے مینجر کو پہنچا دو" — فریدی نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر — میں ابھی بھجوا دیتا ہوں" — نمبر الیون نے جواب دیا۔

اور کرنل فریدی نے کریڈل دبا کر دوسرے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہارڈ اسٹون" — فریدی غرایا۔

"یس سر — ون زیرو سپیکنگ" — دوسری طرف سے جواب ملا۔

"ون زیرو — پوری طرح سے ہوشیار رہو — لیبارٹری میں آنے جانے والے ہر آدمی پر چاہے وہ کتنا ہی ادنیٰ یا اعلیٰ آفیسر ہو، گہری نظر رکھو — میں اس سلسلے میں معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا" — کرنل فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہم پوری طرح چوکنا ہیں جناب — آپ بے فکر رہیں" — ون زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے — آئندہ مجھے ڈیلی رپورٹ دیا کرو" — فریدی نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر" — ون زیرو نے جواب دیا۔

کرنل فریدی نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر سونے سے پہلے مطالعہ کے لئے لائبریری میں چلا گیا۔

صبح ابھی کرنل فریدی ناشتہ ہی کر رہا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ فریدی نے چونک کر رسیور اٹھایا۔

"یس" — فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"نمبر الیون سر — عمران کا پتہ چلا لیا گیا ہے جناب" — نمبر الیون کے لہجہ میں فخر تھا۔

"اوہ ـــ ویری گڈ ـــ پوری رپورٹ دو" ـــ کرنل فریدی کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دوڑ گئیں۔

"شہاب کالونی کی بیرونی سڑک پر نمبر سکسٹی کو ایک کار پر شک پڑا۔ اس کی پچھلی سیٹ پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کے متعلق اسے شک ہوا کہ وہ مردہ تھا۔ نمبر سکسٹی نے اس کا تعاقب کیا ـــ کار شاداب کالونی کی ایک کوٹھی میں چلی گئی۔ نمبر سکسٹی اندر داخل ہوا تو اسے وہاں عمران نظر آیا ـــ عمران گو میک اپ میں تھا لیکن نمبر سکسٹی پہچان گیا ـــ نمبر سکسٹی نے باہر نکل کر مجھے رپورٹ دی اور میں نے کوٹھی کے محاصرے کا حکم دے دیا ہے ـــ اور اب آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں" نمبر الیون نے تفصیل سے رپورٹ دی۔

"ٹھیک ہے ـــ کوٹھی کا کیا نمبر ہے" ـــ؟ فریدی نے پوچھا۔

"نمبر ۲۱۷ سر" ـــ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"اوکے ـــ میں ابھی وہاں پہنچتا ہوں ـــ میرے خیال میں حمید بھی اسی کوٹھی میں ہوگا" ـــ فریدی نے خیال ظاہر کیا۔

"جی ہاں ـــ امید تو یہی ہے" ـــ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ تم بھی وہیں پہنچ جاؤ" ـــ فریدی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر وہ اٹھ کر تیزی سے پورچ کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحے بعد اس کی کار شاداب کالونی کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

نعمانی نادر کی کوٹھی سے نکل کر سڑک پر پہنچا۔ اس نے ٹیکسی روکی اور اسے صدر چلنے کو کہا۔ جلد ہی ٹیکسی نے اسے صدر کے چوک پر اتار دیا۔ نعمانی ایک ریسٹورنٹ میں جاکر بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ کہاں جائے ـــ؟ عمران نے رہائش کا مسئلہ ان کے اپنے سر ڈال دیا تھا۔ وہ پہلی بار اس ملک میں آیا تھا اس لئے وہ اب پریشان تھا کہ اب کہاں جائے۔ کسی ہوٹل میں ٹھہرنا بے حد خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ تو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فریدی کی بلیک فورس ہوٹل میں آنے والے ہر نئے مسافر پر گہری نظریں رکھ رہی ہوگی۔

کافی دیر تک وہ اسی سوچ بچار میں مصروف رہا۔ اسے کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پیالی اس نے سامنے رکھی ہوئی تھی اور سوچ میں گم تھا۔ اسے وہاں بیٹھے ہوئے کافی سے زیادہ دیر ہو گئی تھی۔ اور وہ اب تک تین چار بار چائے پی چکا تھا۔

کاؤنٹر پر موجود قوی ہیکل سا شخص نعمانی کی طرف کافی دیر سے متوجہ تھا۔ جب نعمانی کو بیٹھے کافی دیر ہو گئی تو وہ کاؤنٹر سے باہر آیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا نعمانی کی میز کی طرف بڑھا۔

نعمانی نے اس وقت غنڈوں جیسا میک اپ کیا ہوا تھا اور پھر اس کا سڈول اور

مضبوط جسم دیکھنے والوں پر خوامخواہ رعب طاری کر دیتا تھا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں"۔۔۔؟ کاؤنٹ کلرک نے مسکراتے ہوئے پوچھا نعمانی آواز سنکر چونک پڑا۔ اس نے ایک نظر بغور کاؤنٹ کلرک کو دیکھا پھر مسکرا کر اسے بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

کاؤنٹ کلرک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے جگو کہتے ہیں"۔۔۔ اس نے بڑے فخریہ لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مجھے ناگل کے نام سے پکارا جاتا ہے"۔۔۔ نعمانی نے اسے الٹا سیدھا بتلا دیا۔

"ناگل"۔۔۔ جگو اپنی جگہ سے بری طرح اچھلا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو رہی تھیں۔

"ہاں!۔۔۔ مگر تم حیران کیوں ہو گئے"۔۔۔؟ نعمانی کی آنکھوں میں حیرت عود کر آئی۔

"ناگل دادا!۔۔۔ تم یہاں کیسے۔۔۔؟ اور پھر بڑے غیر بن کر بیٹھے ہو۔۔۔ ہم تمہارے مدت سے پرستار ہیں۔ ہمیں کوئی حکم دو"۔۔۔ جگو نے بڑے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

نعمانی کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ ناگل کوئی مشہور غنڈہ ہوگا اور یقیناً کہیں باہر کا ہوگا۔ ورنہ یہ پہچان جاتا کہ وہ ناگل نہیں ہے۔ اس لئے وہ سنبھل گیا اور اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی سوچی۔

"کچھ نہیں۔۔۔ میرے بازوؤں میں ابھی اتنی طاقت ہے کہ میں خود اپنے مسائل حل کر سکوں"۔۔۔ نعمانی نے خالص غنڈوں والے لہجہ میں کہا۔

"تو چلو دادا سردار فیروز کے پاس۔۔۔ وہ تمہیں دیکھ کر بڑا خوش ہوگا"۔۔۔ جگو نے کہا۔

"کہاں ہے وہ"۔۔۔؟ نعمانی نے پوچھا۔

"یہ اڈہ اسی کا ہے دادا۔۔۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں"۔۔۔ جگو نے خوشی سے بھرپور آواز میں کہا۔ اس کے چہرے سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بے انتہا خوش ہو۔

"چلو"۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

اور وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

جگو نعمانی کو لے کر سیدھا منیجر کے کمرے میں گیا۔ وہاں جاکر اس نے میز کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور کمرے کی پشت کی دیوار پر لگی ہوئی الماری گھوم گئی۔ اب وہاں سیڑھیاں تھیں۔ وہ دونوں ان سیڑھیوں پر سے نیچے اتر کر ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔

یہاں بڑے زوروں کا جوا ہو رہا تھا۔ وہ دونوں لاپرواہی سے وہاں سے گزرتے ہوئے کونے میں بنے ہوتے ایک کیبن میں چلے گئے۔ کیبن خالی تھا۔ وہاں لگے ہوئے ایک خفیہ بٹن کو جگو نے دبایا تو کیبن کی سائیڈ کی دیوار کھل گئی وہاں پر مزید سیڑھیاں تھیں۔ وہ دونوں سیڑھیاں اترنے لگے

"بڑا چکر چلایا ہوا ہے فیروز نے"۔۔۔ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں!۔۔۔ ہمارا سردار دارالحکومت کا سب سے بڑا دادا ہے جناب"۔ جگو نے فخریہ لہجے میں بتایا۔

"تو کیا کرنل فریدی کو اس اڈے کا پتہ نہیں ہے"۔۔۔؟ نعمانی نے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ کیونکہ ابھی تک سردار فیروز نے کرنل فریری سے براہ راست حکم لینے سے گریز کیا ہے اس لئے" ۔۔۔ جگو نے بتلایا۔

"اب وہ ایک کمرہ کے دروازے پر پہنچ گئے تھے جو بند تھا۔ جگو نے آگے بڑھ کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

"آجاؤ" ۔۔۔ اندر سے بھیڑیئے جیسی غراہٹ بلند ہوئی۔

جگو نے ہاتھ کا دباؤ دے کر دروازہ کھول دیا۔ اندر ایک صوفے پر خاصا لحیم شحیم شخص جو شکل سے ہی نامی گرامی غنڈہ معلوم ہو رہا تھا۔ ایک نیم عریاں اینگلو انڈین عورت کو بغل میں دبائے پڑا تھا۔

سامنے میز پر شراب کی بوتلیں اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اینگلو انڈین عورت کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا اور فیروز کی آنکھیں کثرت شراب نوشی سے گہری سرخ ہو رہی تھیں۔

"کیا بات ہے جگو ۔۔۔ ؟ یہ کون ہے تیرے ساتھ" ۔۔۔ فیروز نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔ اسے شاید جگو کی دخل اندازی ناگوار گزری تھی

"سردار! ۔۔۔ یہ راج پور کے ناگل دادا ہیں" ۔۔۔ جگو نے نعمانی کا تعارف کرایا اور نعمانی نے راج پور کا نام سنکر اطمینان کی طویل سانس لی۔ کیونکہ یہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ تھا جسے جگو نے خود ہی حل کر دیا تھا۔

"اوہ ناگل دادا" ۔۔۔ فیروز حیرت سے اپنی جگہ سے اُچھلا۔ اس کی آنکھوں سے شدید حیرت صاف جھلک رہی تھی۔

اینگلو انڈین عورت کے چہرے پر ناگل کا نام سُن کر خوف کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

"ریٹا ۔۔۔ تم جاؤ" ۔۔۔ آؤ ناگل دادا ۔۔۔ آؤ بیٹھو ۔۔۔ زہے نصیب آج میرے

اڈے کی خوش قسمتی ہے کہ ناگل دادا یہاں آتے ہیں ۔۔۔ ارے جگو فوراً ولایتی شراب کی بوتلیں لے آؤ ۔۔۔ تمہیں معلوم نہیں کہ ناگل دادا شراب پینے میں دُور دُور تک مشہور ہے" ۔۔۔ فیروز کی خوشی سے باچھیں بھی نہیں مل رہی تھیں۔

اینگلو انڈین عورت جس کا نام ریٹا تھا۔ اس تیزی سے کمرے سے باہر نکلی جیسے اس کے پیچھے بھوت لگے ہوتے ہوں۔

"ابھی لایا سردار" ۔۔۔ جگو واپس مڑا۔

"ٹھہرو جگو ۔۔۔ شراب مت لانا ۔۔۔ میں نے پچھلے دنوں سے شراب پینی چھوڑ دی ہے ۔۔۔ مجھے ڈاکٹر نے سختی سے منع کر دیا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے اپنی جان چھڑانے کے لئے کہا۔

"ارے ناگل دادا ۔۔۔ یہ میں کیا سُن رہا ہوں ۔۔۔ ؟ تم نے شراب چھوڑ دی ہے ۔۔۔ وہ جو شراب پینے والوں کے لئے ایک مثال بن گیا تھا۔ اس نے شراب چھوڑ دی ۔۔۔ حیرت ہے" ۔۔۔ فیروز نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں نے چھوڑ دی ہے" ۔۔۔ نعمانی نے مختصر جواب دیا۔

"اچھا ناگل دادا ۔۔۔ تمہاری مرضی ۔۔۔ جگو تم کاؤنٹر پر جاؤ" ۔۔۔ فیروز نے جگو کو واپس جانے کا حکم دیا۔

"چائے تو پیو گے نا" ۔۔۔ فیروز نے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔ چائے منگوا لو" ۔۔۔ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا اور جگو سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"تم کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہو ناگل دادا ۔۔۔ کوئی میرے لائق خدمت ہو تو حکم دو" ۔۔۔ فیروز نے بغور نعمانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ۔۔۔ دراصل ایک الجھن تھی بس اسی نے مجھے

پریشان کر رکھا ہے؟" ـــــ نعمانی نے کہا۔

"کیا میں وہ الجھن معلوم کر سکتا ہوں جس کے لئے تمہیں یہاں دارالحکومت تک آنا پڑا۔ ـــــ؟" فیروز نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا ـــــ پہلے تم یہ بتلاؤ کہ کرنل فریدی آج کل کہاں ہے" نعمانی نے سوال کیا۔

"ارے ناگل دادا ـــــ کہیں کرنل فریدی سے ماتھا تو نہیں لڑا بیٹھے" ـــــ فیروز نے قدرے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"فرض کرو اگر ایسا ہو گیا ہے تو ـــــ؟" نعمانی نے ذرا طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"اگر ایسا ہوا ہے تو بڑا ہی خطرناک معاملہ ہے ـــــ کرنل فریدی تو بھوت ہے بھوت ـــــ جس کے پیچھے لگ جائے۔ پاتال تک نہیں چھوڑتا" ـــــ فیروز کے لہجے میں بدستور پریشانی تھی۔

"اگر تم کرنل فریدی سے اتنے ہی خوفزدہ ہو تو پھر ٹھیک ہے ـــــ تم سے کسی الجھن کے بارے میں بات کرنا ہی فضول ہے" ـــــ نعمانی نے ناگوار سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ناگل دادا ـــــ تم نہیں سمجھتے کہ کرنل فریدی کیا چیز ہے ـــــ؟ اس سے ٹکرانا موت کو دعوت دینا ہے" ـــــ فیروز نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اعصاب پر کرنل فریدی سوار ہے ـــــ تم بے فکر رہو ـــــ ابھی ناگل کے بازوؤں میں اتنا دم ہے کہ کرنل فریدی کی گردن توڑ سکے" ـــــ نعمانی کے لہجے میں بھیانک غراہٹ تھی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو ناگل دادا ـــــ تمہاری شہرت بھی تو کرنل فریدی سے کم نہیں ہے مگر" ـــــ فیروز نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے ـــــ میں تمہیں تو نہیں کہہ رہا کہ تم میرا ساتھ دو ـــــ میں خود ہی کرنل سے نپٹ لوں گا ـــــ مجھے بزدل انسانوں سے نفرت ہے فیروز! اس لئے تم اس بات کو مزید نہ بڑھاؤ" ـــــ نعمانی نے غراتے ہوئے کہا۔

"دادا تم مجھے بزدل کہہ رہے ہو ـــــ سردار فیروز کو جس کے سامنے آتے ہی بڑے بڑے غنڈوں کی روح فنا ہو جاتی ہے" ـــــ فیروز نے کہا۔

"کیا خاک کانپتے ہوں گے ـــــ کرنل فریدی کے سلسلے میں تو تم بالکل عورتوں جیسی باتیں کرنے لگے ہو" ـــــ نعمانی نے اسے غصہ دلاتے ہوئے کہا۔

"ناگل دادا! ـــــ تم مجھے غصہ دلا رہے ہو ـــــ خدا کی قسم اگر فیروز مقابلے میں آ جائے تو کرنل فریدی کو بھی ایک بار چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا" ـــــ فیروز کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"چھوڑو یار ـــــ باتیں نہ بناؤ ـــــ ابھی تم کچھ کہہ رہے تھے۔ ابھی غصہ آیا تو کچھ کہنے لگے" ـــــ نعمانی نے اسے مزید بانس پر چڑھایا۔

"ناگل دادا! ـــــ یہ تم کہہ رہے ہو اور میں سن رہا ہوں۔ ورنہ کسی اور نے اگر اس سے آدھے الفاظ بھی کہے ہوتے تو اب تک اس کی لاش تڑپ رہی ہوتی ـــــ تم بے فکر رہو ـــــ واقعی میں نے بزدلی سے کام لیا ہے ـــــ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہم دونوں مل کر فریدی کو بتلائیں گے کہ وہ اب تک جھولا رہا ہے" ـــــ فیروز بانس پر چڑھ ہی گیا۔

"سوچ لو ـــــ کہیں بعد میں ارادہ تبدیل نہ ہو جائے" ـــــ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ناگل دادا! ـــــ فیروز ایک بار جو فیصلہ کرلے۔ صرف موت ہی اسے روک

سکتی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے فیصلے سے ہٹا نہیں سکتی" ۔۔۔ فیروز کا
اٹل تھا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔ مجھے خوشی ہے کہ اب تم نے صحیح معنوں میں مردانہ فیصلہ
کیا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"اب تم مجھے اپنی الجھن بتلاؤ" ۔۔۔ فیروز نے قدرے ٹھنڈے پڑتے
ہوئے کہا۔

"دراصل ایک بہت بڑی پارٹی نے مجھ سے بات کی ہے اور کبھی زندگی میں
دفعہ اس پارٹی نے میری مالی بہت مدد کی تھی اس لئے میں اس کا بدلہ اتارنا چاہتا ہوں
پارٹی بہت موٹی ہے ۔۔ رقم بھی کافی تگڑی ملے گی۔ وہ تمام رقم میں تمہیں
دوں گا کیونکہ میں تو صرف احسان کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں اس لئے میں اس
اس میں سے کچھ نہیں لوں گا" ۔۔۔ نعمانی دادا نے کہا۔

"تم عظیم ہو دادا ۔۔ تمہارے متعلق جیسے سنتے تھے تم ویسے ہی ہو ۔۔
کام تو بتلاؤ" ۔۔۔ فیروز نے اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کام صرف اتنا ہے کہ پاکیشیا کا ایک سائنس دان پروفیسر ڈاگ رینالڈ معہ
فارمولے کے وہاں سے فرار ہو کر یہاں آیا ہے۔ اس فارمولے اور پروفیسر
اغوا کر کے واپس لے جانا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے اصل بات بتلا دی۔

"اوہ ۔۔ خاصا خطرناک کام ہے ۔۔ لیکن ایک بات ہے کہ کرنل فریدی
تعلق اس سے کیسے ہے ۔۔۔؟ فیروز نے پوچھا۔

"کرنل فریدی آج کل اس پروفیسر اور فارمولے کی حفاظت کر رہا ہے اس
لئے صاف ظاہر ہے کہ مقابلہ براہ راست کرنل فریدی اور اس کی بلیک فورس سے
ہو گا" ۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔ کتنی رقم کی آفر کی ہے پارٹی نے" ۔۔۔؟ فیروز اپنے اصل
مطلب پر آ گیا۔

"دس لاکھ کی ۔۔ لیکن سوچ لو کہ پیشگی کچھ نہیں ملے گا" ۔۔۔ نعمانی نے
جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ناگل دادا ۔۔ مجھے تم پر اعتبار ہے ۔۔ بہرحال میں آج ہی
اپنے گرگے چھوڑ دیتا ہوں" ۔۔۔ فیروز نے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

"سب سے پہلے تو یہ پتہ کرنا ہے کہ وہ پروفیسر اور فارمولا کہاں ہے ۔۔؟
پھر کوئی ایکشن لیا جا سکتا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم بے فکر رہو دادا ۔۔ کرنل فریدی کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور ہم فارمولے اور
پروفیسر کو اڑا لیں گے" ۔۔۔ فیروز نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔ میں بھی آج سے میک اپ تبدیل کر کے کام کروں گا ۔۔ مجھے
ایک کار چاہیئے استعمال کے لئے" ۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

"مل جائے گی دادا ۔۔ تمہارے لئے کاروں کی کوئی کمی ہے ۔۔؟ چائے اور
منگواؤں" ۔۔۔؟ فیروز نے پوچھا

"نہیں کافی ہے ۔۔ اب میں آرام کروں گا" ۔۔۔ نعمانی نے اکتائے ہوئے لہجے
میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔ آؤ میں تمہیں کمرہ دکھا دیتا ہوں۔ امید ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف
نہیں ہوگی" ۔۔۔ فیروز نے اٹھتے ہوئے کہا۔

نعمانی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کمرے کے پاس ہی ایک دوسرا کمرہ تھا جو ہر قسم
کے سازوسامان سے پوری طرح سجا ہوا تھا۔ فیروز اسے وہ کمرہ دکھا کر واپس چلا گیا اور
نعمانی نے کمرے میں جا کر دروازہ بند کیا اور پھر اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔ اس

نے ایک بہت بڑا مرحلہ طے کیا تھا۔ قدرت نے واقعی اس کی مدد کی تھی۔ اگر ناگ نام اتفاقیہ اس کے منہ سے نکل نہ جاتا تو کہاں وہ اس محفوظ مقام تک پہنچ سکتا اس نے گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچا اور پھر عمران کو مکمل تفصیل سے آگاہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔



نادر عمران کو لے کر اپنے دوست کی کوٹھی شاداب کالونی نمبر ۲۱۷ میں لے گیا خاصی وسیع و عریض کوٹھی تھی۔

کوٹھی تک جاتے جاتے کیپٹن شکیل کو ہوش آگیا۔ اس نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ کوٹھی پہنچ کر عمران نے حمید کو ایک کرسی سے مضبوطی سے باندھ دیا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا اور عمران کیپٹن شکیل سے حالات سننے لگا۔

کیپٹن شکیل نے اپنی حمید اور کرنل فریدی کی جھڑپ کا حال تفصیل سے سنا دیا۔

"لیکن کرنل فریدی تم تک اتنی جلدی کیسے پہنچ گیا" ۔۔۔ ؟ عمران نے متفکر ہو کر سوچا۔

"میرے خیال میں اس نے مجھے راستے میں چیک کر لیا تھا۔ آپ بتا رہے ہیں کہ اس کے پاس لنکن ہے ۔۔۔ اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ لنکن میرے پاس سے گزری

تھی اور پھر کافی دور جا کر رک گئی تھی۔ مجھے چونکہ خیال بھی نہیں تھا اس لئے میں نے چیک بھی نہیں کیا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے رائے پیش کی۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے تمہیں پہچان کیسے لیا ۔۔۔ ؟ جبکہ تم نے میک اپ بھی نہیں کیا ہوا تھا اور کرنل فریدی تمہیں پہلے سے جانتا بھی نہیں تھا" ۔۔۔ عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ دراصل میرے چہرے پر میک اپ سمجھا۔ اسی لئے پیچھے لگ گیا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ۔۔۔ یہی بات ہو سکتی ہے" ۔۔۔ عمران اب وجہ سمجھ گیا تھا۔

نادر خاموش بیٹھا تھا

"نادر! ۔۔۔ تم ذرا کیپٹن حمید کو ہوش میں لے آؤ" ۔۔۔ عمران نے نادر کی طرف دیکھ کر کہا

نادر کرسی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ چند لمحے بعد وہ ہاتھ میں پانی کا گلاس لئے واپس آگیا۔ اس نے حمید کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ جلد ہی حمید ہوش میں آگیا۔

"کیا حال ہیں کیپٹن حمید ۔۔۔ ؟ مزے ہو رہے ہیں" ۔۔۔ عمران نے ہنستے ہوئے کیپٹن حمید سے کہا۔

"عمران! ۔۔۔ تم کسی دن میرے ہی ہاتھوں مارے جاؤ گے" ۔۔۔ حمید نے غصہ اور بے بسی سے دانت کاٹتے ہوئے کہا۔

"شہید ناز کہلاؤں گا ڈیئر" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ہوں ۔۔۔ شہید ناز کا صرف لفظ ہی سنا ہے تم نے ۔۔۔ اس وقت پوچھونگا

جب موت بن کر تم پر جھپٹوں گا" ——— حمید ابھی تک شدید غصہ میں مبتلا تھا۔

"ارے ارے کیوں غصہ دکھلا رہے ہو ——— تم تو صرف آنکھ مار دو ——— پٹ سے گر کر مر جاؤں گا" ——— عمران نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"تم اس لئے باتیں بنا رہے ہو کہ میں بندھا ہوا ہوں ورنہ تمہاری زبان کب خاموش ہو چکی ہوتی" ——— حمید نے اسے غصہ دلانا چاہا۔

"حمید ڈیئر ——— میرے دماغ میں غصہ والا خانہ ہی اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا اس لئے تمہاری کوشش فضول ہے" ——— عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بے غیرت ہو اس لئے" ——— حمید نے جل کر کہا۔

"کنفیوشس نے کہا ہے کہ دو چار جوتیوں سے عزت جاتی نہیں ——— اور بزار سو کوئی مارنے نہیں آتا ——— کیا سمجھے" ——— ؟ عمران نے ڈھیٹ بن کر کہا۔

حمید خاموش رہا۔ خواہ مخواہ جی جلانے کا کیا فائدہ ——— ؟

"اچھا حمید صاحب! ——— یہ بتائیے کہ پروفیسر آج کل کون سی لیبارٹری میں کام کر رہا ہے" ——— ؟ عمران نے سنجیدہ ہو کر اگلا سوال کیا۔

"جہنم میں" ——— حمید نے غصہ میں جواب دیا۔

"بہت خوب ——— بڑی اچھی جگہ ملی ہے اسے ساگا لینڈ میں" ——— عمران نے جواب دیا اور نادر ہنس پڑا۔

"ہاں ——— تمہیں بھی عنقریب وہاں بھیج دیا جائے گا ——— تم بے فکر رہو" ——— حمید نے غصہ سے دانت کاٹتے ہوئے کہا۔

"جہاں تم جیسے آدمی ہوں۔ وہاں میرے جیسے شریف آدمی کے لئے کہاں جگہ ہو سکتی ہے" ——— عمران نے چوٹ کی۔

"گدھا سب سے زیادہ شریف ہوتا ہے" ——— حمید نے چوٹ کی۔

"بے شک بے شک ——— بڑا اچھا لقب دیا ہے تم نے اپنے آپ کو ——— جواب نہیں ——— اچھا یہ تو بتلاؤ ——— وہ تمہاری جنم بھومی جہنم کہاں واقع ہے" ——— ؟ عمران دوبارہ اپنے مطلب پر آگیا۔

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دونگا" ——— حمید نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

"نہ دو ——— اگر میں تمہاری جنم بھومی بتلا دوں تو" ——— ؟ عمران نے بھی بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

"بتلاؤ" ——— ؟ حمید اسے چیلنج کرتے ہوئے بولا۔

"جہنم" ——— عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا اور کیپٹن شکیل اور نادر کھلکھلا کر ہنس پڑے اور حمید جھنجھلا کر رہ گیا۔

اسی وقت عمران کی رسٹ واچ سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز آنے لگی۔ وہ فوراً اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ٹرانسمیٹر پر صفدر بول رہا تھا۔ اس نے اپنے دوست کے متعلق تمام رپورٹ اسے دے دی۔ عمران اسے مزید احکامات دے کر واپس آگیا۔ وہ جو کچھ حمید سے پوچھنا چاہتا تھا وہ صفدر نے اسے بتلا دیا تھا۔ وہ واپس کمرے میں آگیا۔

"نادر! ——— حمید صاحب کو نیچے تہہ خانے میں بند کر دو" ——— عمران نے کمرے میں واپس آکر نادر سے کہا۔

نادر نے حمید کی رسیاں کھول دیں لیکن اس کے ہاتھ اب بھی پچھلی طرف بندھے ہوئے تھے۔ ریوالور کی نال پر وہ اسے نیچے تہہ خانے میں لے گیا۔

"کیپٹن شکیل! ——— تم ایسا کرو کہ میک اپ کر لو۔ اس کوٹھی کے سامنے والی کوٹھی خالی پڑی ہوئی ہے۔ تم اس کی دوسری منزل پر ڈیرہ لگا لو۔ نادر تمہیں دوربین دے دیگا ——— تمہارا کام فی الحال اس کوٹھی کی نگرانی کرنا ہے۔ کیونکہ مجھے شک

ہے کہ کرنل فریدی ضرور اس کوٹھی کو تلاش کرے گا ___ کسی بھی مشتبہ آدمی کو دیکھ
فوراً مطلع کرنا ___ کہیں بے خبری میں مارے نہ جائیں" ___ عمران نے کیپٹن شک
سے کہا۔ اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرے بیگ میں میک اپ کا سامان ہے ___ تم اپنی مرضی سے میک اپ
کر لو" ___ عمران نے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل بیگ
لے کر باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد نادر آ گیا۔

"نادر! ___ صبح ہل کالونی کی کوٹھی نمبر ۱۶ پر چلے جانا ___ وہاں سے ایک لاش
غسل خانے میں موجود کپڑے اٹھا کر لے آنا ___ یہ بہت ضروری ہے" ___ عمران
نے نادر سے کہا۔

"بہت بہتر ___ میں صبح چلا جاؤں گا" ___ نادر نے جواب دیا۔

"ایک اور بات ___ میرا خیال ہے کہ میں اکیلا کسی اور جگہ شفٹ ہو جاؤں تاکہ
کسی وقت کرنل فریدی کو پتہ چل جائے تو دونوں چکر میں نہ پڑ جائیں" ___ عمران نے
رائے پیش کی۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں" ___ نادر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ___ تم صبح ایسا کرنا کہ حمید کو بیہوش کر کے ساتھ لے جانا اور اسے
راستے میں ڈال دینا ___ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں رہی" ___ عمران نے کہا۔

"بہتر" ___ نادر نے کہا۔

"اچھا اب میں سونے کے لئے جا رہا ہوں ___ تم آدھی رات تک پہرہ دینا اور آدھی
رات کے بعد میں پہرہ دوں گا" ___ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ ضروری ہے" ___؟ نادر نے سوال کیا۔

"ہاں ___ بے حد ضروری ہے" ___ عمران نے کہا اور پھر جمائی لیتا ہوا کمرے
سے باہر چلا گیا۔

کیپٹن شکیل رات سے ہی سامنے والی کوٹھی کی دوسری منزل پر
ڈیرہ جمائے ہوئے تھا۔ صبح نادر اس کے سامنے ہی کار لے کر کوٹھی سے نکلا تھا
اور پھر اس کے سامنے ہی وہ کار واپس بھی آئی تھی لیکن چند لمحے بعد وہ ایک اور
کار کو کوٹھی سے ذرا دور رکتے دیکھ کر چونک پڑا۔

کار میں سے ایک خوش رو مضبوط جسم والا نوجوان باہر نکلا اور پھر محتاط نظروں
سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا اس کوٹھی کی پشت کی طرف چلا گیا۔ جلد ہی کوٹھی کی اصل
عمارت کی سائیڈ میں بنی ہوئی پشتی دیوار جو کیپٹن شکیل کو صاف نظر آ رہی تھی وہاں
سے اسے ایک سر ابھرتا ہوا نظر آیا۔ یہ وہی شخص تھا۔ پھر وہ کوٹھی کے اندر کود پڑا
اب وہ رینگتا ہوا کوٹھی کی عمارت کی طرف آ رہا تھا۔

کیپٹن شکیل کو دور بین میں اس کی تمام حرکات بخوبی نظر آ رہی تھیں۔ وہ دیکھنا
چاہتا تھا کہ یہ آدمی کیا کرنا چاہتا ہے۔

اسی لمحے عمران کسی کام کے لئے پورچ سے نکل کر لان میں آیا۔ نو وارد جمپ
کر عمارت کی دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ عمران چند لمحے بعد واپس مڑ گیا۔ اور وہ شخص

بھی واپس رینگنے لگا۔ جلد ہی وہ کوٹھی کی دیوار تک پہنچ کر اس پر چڑھ گیا۔

کیپٹن شکیل نے اپنی گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچا۔ وہ عمران کو اس کی موجودگی سے آ[گاہ] کرنا چاہتا تھا۔ مگر دوسری طرف سے عمران نے کال رسیو کرنے میں بڑی دیر لگا دی اور وہ شخص اب کوٹھی کے سامنے سے گزر کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر عین اس لمحے جب عمران نے کال رسیور کی۔ اس کی کار اسٹارٹ ہو کر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"عمران سپیکنگ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب! ۔۔۔ میں کافی دیر سے کال کر رہا ہوں لیکن آپ رسیو ہی نہیں کر رہے تھے۔ اوور" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔ اوور" ۔۔۔ ؟ عمران نے اس کی شکایت نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"نادر صاحب ابھی کار لے کر آئے ہیں ۔۔۔ ان کے پیچھے تعاقب میں ایک کار ہے۔ اس میں سے ایک آدمی نکل کر کوٹھی میں داخل ہوا۔ پھر جب آپ باہر نکلے تو وہ آپ کو دیکھ کر تیزی سے واپس مڑ گیا تھا۔ اوور" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے رپورٹ دی۔

"پھر اب وہ کہاں ہے۔ اوور" ۔۔۔ ؟ عمران نے تیزی سے پوچھا۔ اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"آپ نے کال رسیو کرنے میں دیر لگا دی اور وہ کار لے کر نکل گیا۔ اوور" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تم نے کار کے نمبر چیک کئے تھے۔ اوور" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں! ۔۔۔ جی۔ ایل۔ فور۔ ون۔ زیرو۔ نائین۔ ڈاٹسن تھی ۔۔۔ نیلے ر[نگ]

کی ۔۔۔ کلر لائٹ بلیو ۔۔۔ اوور" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کار کی تفصیل بتلا دی

"اس کا مطلب ہے کہ کوٹھی کرنل فریدی کی نظر میں آ گئی ہے ۔۔۔ اچھا کیپٹن! تم یہیں رہو ۔۔۔ ہم یہ کوٹھی خالی کر رہے ہیں ۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ کرنل فریدی ابھی یہاں آئے گا ۔۔۔ تم بعد میں مجھے ان کی نقل و حرکت کی رپورٹ دینا۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اوور" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔

"نادر ۔۔۔ نادر" ۔۔۔ رابطہ ختم ہوتے ہی عمران چیخا۔

نادر بھاگتا ہوا کمرے میں آیا۔

"کیا بات ہے جناب" ۔۔۔ ؟ اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"مروا دیا تم نے ۔۔۔ بلیک فورس کو اپنے پیچھے لگا کر لے آئے ہو ۔۔۔ اب صفدر بھی خطرے میں پڑ گیا ہے" ۔۔۔ عمران جھنجلایا ہوا تھا۔

"اوہ! ۔۔۔ لیکن شہاب کالونی کی بیرونی سڑک تک کوئی بھی نہیں تھا۔ بعد میں میں خیالوں میں گم ہو گیا تو ہو سکتا ہے" ۔۔۔ نادر نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ کوٹھی سے تمہارا تعاقب نہیں ہو رہا تھا" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"کوٹھی سے بیرونی سڑک تک تو یقیناً نہیں ہو رہا تھا ۔۔۔ بعد کی میں کہہ نہیں سکتا" ۔۔۔ نادر نے جواب دیا۔

"اچھا تم نے تیمور کی لاش کا چہرہ مسخ کر کے گٹر میں بہا دی" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں! ــــ ابھی اسی کام سے فارغ ہو کر آ رہا ہوں" ــــ نادر نے جواب دیا۔

"اور کپڑے ــــ؟" عمران نے سوال کیا۔

"ان کو جلا کر ان کی راکھ گٹر میں بہادی ہے" ــــ نادر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ــــ اب کار باہر رہنے دو اور تم بھاگ چلو یہاں سے ــــ ابھی کرنل فریدی بلیک فورس سمیت چھاپہ مارے گا" ــــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحے بعد وہ دونوں ایک ایک بیگ اٹھائے سائیڈ والی کوٹھی کی دیوار پھاند کر دوسری کوٹھی میں داخل ہوئے اور پھر بڑے اطمینان سے اس کے گیٹ سے نکل کر سڑک پر آ گئے۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد انہیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی اور وہ دونوں اطمینان سے ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔

کیپٹن شکیل انہیں باہر نکلتے دیکھ چکا تھا۔ اس نے یہ دیکھ کر طویل سانس لیا کہ کسی نے انہیں چیک نہیں کیا۔ وہ کوٹھی پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ جلد ہی اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ کیونکہ کئی افراد کوٹھی کے گرد پھیلتے ہوئے نظر آئے تھے۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد لنکن وہاں پہنچ کر ایک سائیڈ میں رک گئی۔ کرنل فریدی اس میں سے باہر نکلا۔ اس کے باہر نکلتے ہی ایک اور قوی ہیکل آدمی ایک درخت کے پیچھے سے نکل کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر وہ دونوں کوٹھی کی پشت کی طرف چلے گئے۔

"عمران ابھی اندر ہے ــــ؟" کرنل فریدی نے پشت کی دیوار کے قریب پہنچ کر نمبر الیون سے پوچھا۔

"جی ہاں! ــــ رپورٹ تو یہی ہے ــــ اور کار بھی ابھی اندر موجود ہے"۔ نمبر الیون نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"چلو پھر اندر کود دو ــــ لیکن احتیاط سے" ــــ کرنل فریدی نے نمبر الیون کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

اور نمبر الیون جمپ لے کر دیوار پر چڑھ گیا۔ ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور نمبر الیون اندر پائیں باغ میں کود گیا۔

چند لمحے ٹھہر کر فریدی بھی اندر کود گیا۔ پھر وہ دونوں رینگتے ہوئے اصل عمارت کی طرف بڑھے۔ پورچ سے ہوتے ہوئے وہ برآمدے میں آ گئے۔

"کوٹھی خالی معلوم ہوتی ہے" ــــ کرنل فریدی کی چھٹی حس جاگی۔

"لیکن" ــــ نمبر الیون نے کچھ کہنا چاہا۔

کرنل فریدی سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ سُتا ہوا تھا۔ اس نے ریوالور ہاتھ میں لیا اور پھر تیزی سے ایک کمرے میں گھس گیا۔ کمرہ خالی تھا۔ پھر وہ دونوں جلدی جلدی دوسرے کمروں میں گھوم گئے۔ لیکن تمام کوٹھی خالی تھی۔

"عمران نکل گیا ہے" ــــ فریدی نے قدرے مایوسی سے کہا۔

"لیکن وہ کس راستے سے باہر نکلے ہوں گے" ــــ؟ نمبر الیون بھی حیرت زدہ تھا۔

"پشتی دیوار یا پھاٹک کے علاوہ اور کونسا راستہ ہو سکتا ہے" ــــ؟ فریدی نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر سکسٹی نے تمہیں رپورٹ فون پر دی تھی یا ٹرانسمیٹر پر" ــــ؟ کرنل فریدی نے سوال کیا۔

"ٹیلیفون پر" ــــ نمبر الیون نے بتلایا۔

"تو پھر وہ اسی دوران میں نکل گئے ــــ تمہیں چاہیئے کہ اپنے ممبرز کو ٹرانسمیٹر مہیا کرو" ــــ فریدی نے غصہ میں جواب دیا۔

"نمبر سکسٹی ابھی اس پوزیشن میں نہیں آیا کہ اسے ٹرانسمیٹر مہیا کیا جائے" ــــ نمبر الیون نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"ہوں" ــــ فریدی خاموش رہا۔ اس کے چہرے پر الجھنیں ہی الجھنیں تھیں۔

"کہیں اس کوٹھی کے نیچے تہہ خانہ نہ ہو" ــــ اچانک فریدی نے کہا۔

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمران وغیرہ تہہ خانے میں چھپے ہوتے ہوں" ــــ نمبر الیون نے قدرے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں ہی چھان پھٹک کر کمرے میں تہہ خانوں کا راستہ ڈھونڈنے لگے۔ کافی دیر کی محنت کے بعد ایک کمرے میں جب فریدی نے دیوار میں ابھری ہوئی ایک جگہ کو دبایا تو سامنے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی وارڈ روب اپنی جگہ سے کھسک گئی۔ اب وہاں ایک دروازہ تھا۔ فریدی ہاتھ میں ریوالور لئے اس دروازے کی طرف بڑھا۔ ہاتھ کا دباؤ دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ فریدی اور نمبر الیون دونوں سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ سیڑھیاں کافی نیچے تک اترتی چلی گئیں۔

سیڑھیوں کا اختتام ایک گیلری میں ہوا جس کے دونوں سائیڈوں پر کمرے بنے ہوتے تھے۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے کمروں کے دروازے کھول کر دیکھے لیکن سب کمرے خالی تھے۔ البتہ ایک کمرے میں انہیں ایسے آثار ملے جیسے وہاں کوئی آدمی رہا ہو۔

"یقیناً یہاں حمید کو قید کیا گیا ہوگا" ــــ فریدی نے گھمبیر آواز میں کہا۔

نمبر الیون خاموش رہا۔

"آؤ چلیں" ــــ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے باہر نکل آئے۔

اب وہ دونوں پورچ میں تھے۔ پورچ میں نادر کی کار موجود تھی۔

"اس کار کے نمبر نوٹ کر لو ــــ اور رجسٹریشن آفس سے پتہ کرو کہ یہ نمبر کس کے ہیں" ــــ فریدی نے نمبر الیون سے کہا۔ اور پھر وہ کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ نمبر الیون بھی نمبر نوٹ کر کے اس کے پیچھے چلا آیا۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر اچانک فریدی ٹھٹکا۔ اس کی آنکھوں پر کسی شیشے کی چمک پڑی تھی۔ اس نے بغور ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے سامنے والی کوٹھی کی دوسری منزل پر شیشے چمکتے ہوتے نظر آئے۔

یہ دوربین کے شیشے تھے۔ حالانکہ دوربین سے دیکھنے والا شخص خاصی آڑ میں تھا لیکن فریدی کی تیز نظروں سے وہ چھپا نہ رہ سکا۔

"نمبر الیون ــــ اس سامنے والی کوٹھی کو گھیر لو ــــ اب میں سمجھا کہ عمران کو ہماری آمد کا کیسے پتہ چل گیا" ــــ فریدی نے تیز لہجہ میں نمبر الیون سے کہا اور نمبر الیون کچھ نہ سمجھتے ہوئے تیزی سے بائیں طرف مڑ گیا۔ اور فریدی آہستہ آہستہ

چلتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھا۔



صفدر نے جو تیمور کے میک اپ میں تھا۔ سب سے پہلے کار ایک بک
پر روکی۔ بکسٹال کا مالک ابھی دکان کھول ہی رہا تھا۔

"کیا آپ کے پاس دارالحکومت کا تفصیلی نقشہ مل جائے گا" —— ؟ صفدر
سوال کیا۔

"جی ہاں! —— مل جائے گا" —— دکاندار نے صبح صبح گاہک کو دیکھ کر خوشی
جواب دیا۔

"دکھلایئے" —— صفدر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ وہ زیادہ دلچسپی اس
ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کہیں دکاندار کھٹک نہ جائے۔

دکاندار نے ایک بنڈل کھولا اور اس میں سے ایک نقشہ نکال کر صفدر کے سامنے رکھ دیا۔

صفدر نے بغور نقشہ کو دیکھا اور پوچھا۔

"کیا اس سے اچھا نقشہ اور آپ کے پاس نہیں ہے" —— ؟

"جی نہیں" —— دکاندار نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— کتنی قیمت دوں" —— ؟ صفدر نے جیب سے بٹوہ نکال

ہوئے کہا۔

"صرف ایک روپیہ" —— دکاندار نے کہا۔

صفدر نے بٹوے سے ایک روپیہ نکال کر دکاندار کو دیا اور نقشہ لے کر کار میں آبیٹھا۔ کافی دور جا کر اس نے کار روکی اور پھر بغور نقشے کو دیکھنے لگا۔ وہ دراصل کاماٹی کی پہاڑی کا محل وقوع دیکھنا چاہتا تھا۔

نقشے میں دیئے گئے راستوں کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس نے نقشے کو ضائع کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ سڑک قدرے سنسان تھی۔ اس نے کار سے باہر نقشے کو سنبھالا اور پھر اسے آگ لگا دی۔ اور خود کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔

شہر سے نکل کر جلد ہی صفدر کاماٹی کی پہاڑی کی طرف جانے والی سڑک پر آپہنچا اس سڑک پر کافی کاریں اور اسکوٹر جا رہے تھے۔ وہ بھی مناسب رفتار سے کار چلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

کاماٹی کی پہاڑی خشک اور بے برگ و گیاہ اور خاصی خوفناک تھی۔ پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر ایک سڑک بائیں طرف مڑ گئی تھی جس پر ایک بورڈ لگا ہوا تھا۔

"خطرناک علاقہ —— ادھر جانا سخت منع ہے"۔

آگے جانے والی ایک اور کار تیزی سے ادھر ہی مڑ گئی۔ صفدر سمجھ گیا کہ یہی سڑک لیبارٹری کی طرف جاتی ہوگی۔ اس نے بھی بلا جھجک کار ادھر ہی موڑ دی۔ یہ سڑک بل کھاتی ہوئی پہاڑی کی پچھلی طرف چلی گئی تھی۔ اس پہاڑی کی پچھلی طرف ایک وسیع و عریض جنگل تھا۔ لیکن یہ جنگل پہاڑی سے کافی فاصلہ پر تھا۔ جنگل اور پہاڑی کے درمیان خاصا وسیع و عریض میدان تھا جس میں لمبی لمبی خودرو گھاس اُگی ہوئی تھی۔ سڑک پہاڑی کی جڑ پر جا کر ختم ہو جاتی تھی۔ آگے راستہ بند تھا۔ پھر جیسے ہی صفدر سے آگے جانے والی کار وہاں جا کر رکی۔ فوراً ہی صفدر

نے بھی کار اس کے پیچھے روک دی۔ صفدر کے پیچھے بھی ایک اور کار آکر رک
صفدر نے بیک مرر میں دیکھا کہ پچھلی کار کی بتیاں جل رہی تھیں۔ اس نے پہ
اپنی کار کی ہیڈ لائیٹس جلا دیں۔ اسے کاشن کا اسے علم نہ تھا۔ یہ تو اچھا ہوا
کے پیچھے کار آگئی اور اس کی جلتی ہوئی بتیاں اس کی نظر میں آگئیں۔ ورنہ
مرحلے میں ہی وہ پکڑا جاتا۔

چند لمحے بعد ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی اور پہاڑی کا ایک بڑا سا حصہ
کی طرح کھل گیا۔

یہ ایک طویل سرنگ تھی۔ سڑک آگے تک چلی گئی تھی۔ صفدر نے اگلی کار کی
کرتے ہوتے کار آگے بڑھا دی۔ سرنگ میں کافی دور جا کر ایک موڑ آیا۔ وہاں پر
چیک پوسٹ تھی۔ صفدر نے کار روک دی۔ ایک باوردی سپاہی صفدر کی طر
بڑھا۔

"کوڈ" ــــ؟ اس نے قدرے سخت آواز میں پوچھا۔

"زیرو تھری" ــــ صفدر نے باوقار لہجے میں جواب دیا۔ اور سپاہی نے
آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔

اگلی کار پہلے ہی جا چکی تھی۔ صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔

پہاڑی کو نیچے سے کاٹ کر بڑے بڑے ستونوں پر کھڑا کیا گیا تھا۔ اندر مختل
عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ یہ بھی انجینئرنگ کا کمال تھا کہ اتنی بڑی پہاڑی کو کاٹ کر
ستونوں پر جما دیا گیا تھا۔

عمارتوں کے شروع میں ایک اور چیک پوسٹ تھی جہاں صفدر نے دیکھا کہ
کار والا نیچے اتر کر جامہ تلاشی دے رہا تھا۔ اس نے کار روکی اور پھر نیچے ا
کھڑا ہو گیا۔ دو سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اس کی جامہ تلاشی لی۔ اس کی کار کو

ڈرم چیک کیا گیا اور پھر اُسے آگے جانے کی اجازت مل گئی۔

صفدر نے طویل سانس لیتے ہوئے کار اسٹارٹ کی۔ وہ ابتدائی مراحل تو کامیابی
سے طے کر آیا تھا۔ کسی کو بھی اس پر شک نہیں ہوا تھا۔ سائیڈ میں کار پارکنگ بنی
ہوئی تھی۔ اس نے کار وہاں روک دی اور خود نیچے اتر آیا۔

اب اصل مسئلہ تھا تیمور کے آفس کا پتہ کرنا ــــ کسی سے پوچھنے کا تو سوال ہی
پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بہرحال تن بہ تقدیر وہ عمارت کی طرف چل پڑا۔ اور پھر اسے یہ
دیکھ کر قدرے اطمینان ہوا کہ کمروں کے باہر آفسر کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔

صفدر بڑے اطمینان سے گھومتا ہوا برآمدہ مڑا۔ سامنے ہی ایک دروازے پر
سٹور آفیسر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ وہ سیدھا ادھر ہی چلا گیا۔

دروازے پر ایک چپڑاسی بیٹھا ہوا تھا۔ صفدر کو آتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
اس نے بڑی پھرتی سے سلام کیا اور پھر آگے بڑھ کر پردہ اٹھا دیا۔

صفدر سر کو ہلکی سی جنبش دیتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ آفس بڑا اچھا سجا ہوا
تھا۔ وہ سیدھا جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی چپڑاسی نے کونے سے
ایک رجسٹر اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

یہ حاضری رجسٹر تھا۔ جہاں تاریخوں کے آگے تیمور کے دستخط تھے۔ صفدر نے
ایک نظر تیمور کے دستخطوں پر ڈالی اور پھر قلم اٹھا کر اسی طرح دستخط کر دیئے۔ صفدر
وغیرہ کو خط سے خط اور دستخطوں سے دستخط ملانے کی عمران نے کافی ٹریننگ دے
رکھی تھی۔ اس لئے اُسے ہوبہو نقلی دستخط کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ چپڑاسی نے
رجسٹر اٹھا کر واپس کونے میں رکھ دیا۔ اور خود باہر نکل گیا۔

صفدر نے میز کی دراز کھولی۔ وہاں ایک فائل موجود تھی۔ وہ اس فائل کو کھول
کر پڑھنے لگا۔ اس میں لیبارٹری میں بھیجے جانے والے مال کی تفصیلات تھیں۔

ابھی صفدر فائل کا مطالعہ کر ہی رہا تھا کہ ایک نوجوان ہاتھ میں کاغذات کا... تھامے اندر داخل ہوا۔ اس نے صفدر کو سلام کیا اور پھر وہ کاغذات اس کے... پڑی ہوئی ٹرے میں رکھ دیئے۔ اور خاموشی سے باہر چلا گیا۔

صفدر نے کاغذات الٹ کر دیکھے۔ یہ سامان کے متعلق مختلف آرڈرز تھے۔ ا... سب کاغذات پر تیمور کے دستخط کیئے اور دوسری ٹرے میں ڈالتا چلا گیا۔ اس کے... دوبارہ فائل کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔

صفدر تیمور کے آفس کے متعلق ہر چیز جاننا چاہتا تھا تاکہ کسی لمحے اس سے غ... ہو جاتے۔ فائل میں اس کی نظر ایک ایسے کاغذ پر پڑی جس پر لکھا ہوا تھا کہ آ... ذاتی کوڈ اطلاع ثانی ـــ ڈی۔ آر۔ ففٹین ـــ مقرر کیا جاتا ہے۔ آپ اپنے عملے... اور کسی سے بھی بات کرتے ہوتے پہلے اپنا کوڈ دہرائیں۔

صفدر کے لیئے یہ ایک قیمتی اطلاع تھی۔ اسی اثناء میں ٹیلیفون کی گھنٹی ن... نگ۔ صفدر نے رسیور اٹھا کر اپنے کانوں سے لگا لیا

"ڈی۔ آر ففٹین" ـــ صفدر نے تیمور کی آواز میں کوڈ دہرایا۔

"ڈی۔ آر۔ ٹو دِس سائیڈ" ـــ دوسری طرف سے پُروقار سی آواز سنا... اور صفدر اس کے نمبر سے ہی سمجھ گیا کہ یہ اونچے رینک کا آفیسر ہے۔

"فرمایئے" ـــ صفدر نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر تیمور! ـــ آپ ایک گھنٹے بعد میٹنگ ہال میں پہنچ جائیں ـــ آر۔ ون نے ہنگامی میٹنگ کال کی ہے" ـــ ڈی۔ آر۔ ٹو نے اسے حکم د... ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ـــ میں پہنچ جاؤں گا" ـــ صفدر نے جواب دیا اور پھر د... طرف سے رابطہ ختم ہونے پر اس نے رسیور رکھ دیا۔

...ب صفدر سوچ رہا تھا کہ پروفیسر اور فارمولے کے اڑانے کے سلسلے میں وہ ...یہاں بیٹھ کر کتنا کردار ادا کر سکتا ہے ـــ ؟ اس کی پوسٹ اس طرز کی تھی کہ ...شاید مخصوص لیبارٹری میں داخل بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال اسے ایک اطمینان ...تھی کہ وہ لیبارٹری کے اندر تو پہنچ گیا ہے۔ اب کچھ نہ کچھ ہاتھ پیر مارے جا سکتے ہیں تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ کرسی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ چپڑاسی نے ...کر سلام کیا۔ صفدر نے سر کی جنبش سے سلام کا جواب دیا اور پھر برآمدے سے ...ہر نکل آیا۔

...اب میٹنگ ہال کا پتہ کرنا تھا۔ اسے قطعی علم نہیں تھا کہ میٹنگ ہال کس جگہ ہے ...سامنے لیبارٹری کی اصل عمارت تھی۔ اس نے دیکھا کہ چند لوگ ایک طرف بڑھتے چلے ...رہے ہیں۔ وہ خود بھی تن بہ تقدیر ہو کر ادھر ہی چل پڑا۔ اب وہ آگے جانے والے ...ن آدمی کے پیچھے تھا۔ ایک عمارت میں داخل ہو کر مختلف گیلریاں گزرنے کے بعد وہ ...ک بڑے ہال دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس پر میٹنگ ہال کی تختی پڑھ کر اس ...دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ صحیح پہنچ گیا تھا۔

دروازے پر موجود گارڈ کو اس نے اپنا نمبر بتلایا اور پھر ہال میں داخل ہو گیا۔ ہال ...میز کے قریب کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہر کرسی کے پیچھے نمبر لگے ہوئے تھے۔ وہ ...نمبر کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ جلد ہی سب کرسیاں بھر گئیں۔ پھر اس نے ایک ادھیڑ ...کے غیر ملکی کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ سب لوگ اسے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے ...صفدر کو شک گزرا کہ یہی غیر ملکی پروفیسر ہو گا۔

غیر ملکی کے کرسی پر بیٹھتے ہی میٹنگ کی کارروائی شروع ہو گئی۔ کرسی نمبر دو پر بیٹھے ...ئے ایک ضعیف العمر شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔

آپ حضرات کو یہاں اس لئے تکلیف دی گئی ہے کہ محترم ڈی۔ آر۔ ون آپ سے

کچھ کہنا چاہتے تھے۔

یہ کہہ کر وہ شخص بیٹھ گیا۔

اب وہی غیر ملکی کھڑا ہوا جسے ڈی۔ آر۔ ون کہا گیا تھا۔

"دوستو! — مجھے خوشی ہے کہ میں آپ جیسے دوستوں کے درمیان کام کر رہا آپ لوگوں نے جس محنت اور لگن کے ساتھ میرا ہاتھ بٹایا ہے اس کے لئے میں آ لوگوں کا شکر گزار ہوں — میرا فارمولا مکمل ہونے میں بس اب صرف چند دن گئے ہیں۔ اس کے بعد میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے ملک اور جواب میرا بھی بن چکا ہے۔ ہر قسم کے بیرونی حملے سے بچ جائے گا — دنیا کی کوئی طاقت کے بعد ہمارے ملک پر حملہ آور نہیں ہو سکتی — میں اس کے بعد اور بھی ایجا کروں گا جن کے فارمولے میرے ذہن میں ہیں اور جن کے بعد ہمارا ملک د سپر سے زیادہ طاقتور ملک شمار ہوگا — آج میں نے آپ لوگوں کو یہاں لئے بلایا ہے کہ آج سے میرا تجربہ آخری مراحل میں داخل ہو رہا ہے ا لئے مجھے دن رات کام کرنا پڑے گا — اس مرحلے میں ذرا سی کوتاہی یا غ کا مطلب یہ ہوگا کہ فارمولے کی ناکامی — اور میرا خیال ہے کہ کم از کم آپ نہیں چاہیں گے کہ یہ فارمولا ناکام ہو جائے۔ اس لئے جو حضرات غیر شادی ہوں اور جو دن رات یہاں لیبارٹری میں کام کر سکتے ہوں وہ رضاکارانہ طور پر ہاتھ اٹھا دیں"۔

تقریباً دس آدمیوں نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔ جن میں صفدر بھی شامل

"ڈی۔ آر۔ ٹو! — آپ ان حضرات کے نمبر نوٹ کر لیں — میں میٹنگ بعد ان سے بات کروں گا" — پروفیسر نے نمبر ٹو کی طرف دیکھتے ہوئے

"ٹھیک ہے — میں نے نوٹ کر لئے ہیں" — نمبر ٹو نے سامنے

ہوئے کاغذ پر جلدی جلدی نمبر نوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا دوستو! — باقی حضرات کے لئے میری یہ گزارش ہے کہ اب انہیں چوبیس گھنٹوں میں سے صرف پانچ گھنٹے کی چھٹی ملے گی — کیا آپ لوگ تیار ہیں"۔ ڈی۔ آر۔ ون نے پوچھا۔

"ہم سب تیار ہیں — ہم ملک کے لئے اپنی جانیں بھی قربان کر سکتے ہیں" — سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے — آپ لوگ جائیں اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ میں آپ کا مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا" — پروفیسر نے کہا۔ اور آٹھ آدمی اٹھ کر باہر چلے گئے۔

اب ہال میں نمبر ون اور نمبر ٹو کے علاوہ دس آدمی رہ گئے۔ اب نمبر ون نے ہر ایک سے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ مختلف سوالات کرنے کے بعد وہ ان کے ذمے مختلف کام لگاتا اور پھر انہیں جانے کی اجازت دے دیتا۔ جلد ہی صفدر کا نمبر آگیا۔ نمبر ون نے اس سے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔

"آپ کا نمبر" — ؟ اس نے پہلا سوال کیا۔

"ففٹین" — صفدر نے جواب دیا۔

"آپ کس پوسٹ پر کام کر رہے ہیں" — ؟ دوسرا سوال کیا گیا۔

"سٹور آفیسر کے طور پر" — صفدر نے جواب دیا۔

"اوہ! — آپ کی تو مجھے ہر وقت ضرورت پڑے گی کیونکہ کوئی پتہ نہیں کہ کس وقت کس چیز کی ضرورت پڑ جائے — آپ ایسا کریں کہ آپ میرے ساتھ لیبارٹری میں موجود رہیں — آپ کی یہ ڈیوٹی ہو گی کہ جس وقت بھی جس چیز کی ضرورت پڑے — فوراً مہیا کریں" — پروفیسر نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ـــ میرے ہوتے ہوئے آپ کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی" ـــ صفدر نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ آپ جائیں" ـــ پروفیسر نے اُسے جانے کا حکم دیا۔

"نفٹنین! ـــ آپ یہ کارڈ لے جائیں اور کل آتے وقت اپنے کپڑے وغیرہ لے آئیں۔ جب تک فارمولا مکمل نہ ہو جاتے ـــ آپ کو لیبارٹری میں رہنا پڑے گا" ـــ پروفیسر نے ایک کارڈ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر سر" ـــ صفدر نے اس کے ہاتھ سے کارڈ لے لیا۔ یہ کارڈ دراصل کپڑے لے آنے کا اجازت نامہ تھا اور پھر میٹنگ ہال سے باہر چلا گیا۔

صفدر کا دل خوشی سے بلیوں اچھل رہا تھا کہ قدرت نے اسے پروفیسر کے قریب رہنے کا موقع دے دیا ہے۔ وہ اپنے آفس میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر سارا دن آفس کے مختلف کاموں میں مشغول رہا۔

شام کو چھٹی کا سائرن بجتے ہی وہ اپنے آفس سے نکلا اور پھر کار پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔ کار نکال کر وہ چیک پوسٹ پر آیا۔ وہاں اپنی اور کار کی تلاشی دینے کے بعد وہ باہر نکل آیا۔ سرنگ کے موڑ پر اسے کوڈ نمبر بتانا پڑا۔

اب وہ آزاد تھا۔ جلد ہی وہ کوٹھی پہنچ گیا۔ اس نے کوٹھی آنے کے بعد کوٹھی کی اچھی طرح تلاشی لی کہ کہیں اس کی غیر موجودگی میں کوئی چکر نہ چل گیا ہو۔ وہاں اسے ایسے کوئی آثار نہ ملے۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر عمران کو کال کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"صفدر سپیکنگ۔ اوور" ـــ اس نے سلسلہ ملتے ہی کہا۔

"اوہ! ـــ صفدر ڈیئر ـــ سناؤ کیا حال ہیں ـــ کیسا گزرا آج کا دن۔ اوور" دوسری طرف سے عمران کی چہکتی ہوئی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"سب ٹھیک ہے عمران صاحب ـــ کوئی پریشانی نہیں ہوئی اور پھر اس نے تمام دن کی تفصیلی رپورٹ عمران کو دینی شروع کر دی۔

"گڈ ـــ یہ تو اور بھی اچھا ہوا کہ تمہیں پروفیسر کے قریب رہنے کا موقع مل گیا ہے اوور" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"جی ہاں! ـــ مگر اب اس موقع سے فائدہ کیسے اٹھایا جائے۔ اوور" ـــ صفدر نے پوچھا۔

"تم بے فکر رہو ـــ کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔ اوور" ـــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اب وہاں رہ کر میں آپ کو رپورٹ کیسے دے سکوں گا۔ اوور" ـــ صفدر نے ایک پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــ البتہ یہ ایک پرابلم ہے ـــ میں اس کے لئے سوچوں گا ـــ میری یہ ڈی میڈ کھوپڑی ضرور کوئی نہ کوئی حل نکال لے گی ـــ تم صبح جانے سے پہلے مجھے کال ضرور کر لینا۔ اوور" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"بہتر ـــ اوور" ـــ صفدر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــ عمران نے کہا۔ اور صفدر نے ونڈ بٹن دبا دیا۔

صفدر اب اس مسئلے پر ذہن لڑانے لگا کہ وہاں سے رپورٹ دینے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے ـــ لیکن جب کوئی طریقہ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے سر جھٹک کر ذہن سے اس خیال کو نکالا اور پھر اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔

کیپٹن شکیل فریدی کے ٹھٹکنے اور پھر بغور اپنی طرف دیکھنے پر کھٹک گیا۔ شاید
فریدی کی نظر اس پر پڑ گئی ہے۔ وہ جلدی سے اٹھا۔ اس نے دوربین کا بٹن دبایا۔ یہ دوربین
تہہ ہو جانے والی تھی۔ بٹن دبانے سے دوربین تہہ ہو گئی۔ اس نے دوربین جیب میں ڈالی
اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔ وہ فریدی کے وہاں پہنچنے سے پہلے نکل جانا چاہتا
تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ نچلی منزل پر آیا اور پھر تیزی سے کوٹھی کی دیوار کی طرف
بڑھا۔ اسی لمحے اسے لنکن پھاٹک سے اندر داخل ہوتی ہوئی نظر آئی اور وہ جلدی سے
دیوار کے پاس لمبی لمبی گھاس میں دبک گیا۔

فریدی کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ جیسے ہی فریدی اندر داخل ہوا
کیپٹن شکیل نے جمپ لگایا اور دوسرے لمحے وہ دیوار کی دوسری طرف تھا۔ لیکن وہ
وہ کھڑا ابھی نہیں ہوا تھا کہ کسی نے اسے چھاپ لیا۔ یہ یقیناً بلیک فورس تھی۔ جس نے کوٹھی
کا محاصرہ کر لیا تھا۔ کیپٹن شکیل چیتے کی طرح تڑپا اور حملہ آور اچھل کر دوسری طرف
جا گرا۔

"خبردار! ۔۔۔ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ۔۔۔ ایک آدمی چیخا۔ لیکن کیپٹن شکیل
نے ریوالور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس پر چھلانگ لگا دی۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے نیچے آ گرے۔ کیپٹن شکیل نے نیچے گ

ہاتھ چلا دیا۔ اس کی کھڑی ہتھیلی نیچے پڑے ہوئے شخص کی گردن پر پڑی۔ ہلکی سی
کٹک کی آواز آئی اور وہ تڑپنے لگا۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اتنے میں پہلا
شخص جو نیچے گرا تھا۔ اس پر آ گرا۔

کیپٹن شکیل تو اس وقت بجلی بنا ہوا تھا۔ اس نے تیزی سے اس کی گردن پر
ہاتھ ڈالا اور پھر وہ اس کے سر پر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ اس طرف شاید
بھی دو آدمی تھے۔ اور کوئی ہوتا تو ضرور اب تک الجھ چکا ہوتا۔ اس کے نیچے گرتے ہی
کیپٹن شکیل نے لگاتار اس کے چہرے پر بوٹ کی ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ اس کے
بوٹ کی نوک خاصی نوکدار تھی۔ تیسری ضرب اس شخص کی کنپٹی پر خاصی زوردار پڑی اور
وہ بے ہوش ہو گیا۔

کیپٹن شکیل مڑا اور بھاگ کر سامنے والی گلی میں گھس گیا۔ اسی لمحے اس جگہ جہاں وہ
کھڑا رہا تھا ٹارچ کی روشنی پڑی اور پھر ہلکی سی سیٹی گونج اٹھی۔ یہ شاید باقیوں کے لئے اطلاع
تھی۔

کیپٹن شکیل گلیوں میں بھاگتا رہا۔ مختلف کوٹھیوں کے درمیان بنی ہوئی یہ چھوٹی چھوٹی
گلیاں اس کے لئے اچھی پناہ گاہیں ثابت ہوئی تھیں۔ مختلف گلیوں میں بھاگنے کے بعد
وہ ایک سڑک پر پہنچ گیا۔ اسی وقت ایک خالی ٹیکسی وہاں سے گزری۔ کیپٹن شکیل
نے اسے ہاتھ دے کر روکا اور پھر تیزی سے اس میں سوار ہو گیا۔

"گلستان مارکیٹ چلو" ۔۔۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور ٹیکسی تیزی سے
آگے بڑھ گئی۔

عمران پچھلے تین دنوں سے شہر سے دور ایک پرانے کھنڈر میں چھپا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل بھی اس کے ساتھ تھا۔ نادر کو اس نے شہر میں رہنے کے لیے کہا ہوا تھا اور نادر شہر میں اپنے کسی دوست کے پاس تھا۔

عمران اس انتظار میں تھا کہ فارمولا مکمل ہو جائے تو اس پر ہاتھ صاف کیے جائیں۔ اس کے لئے اس نے ایک انتہائی خطرناک ترکیب سوچ رکھی تھی۔ لیکن اس ترکیب پر عمل کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔

صفدر بدستور لیبارٹری میں کام کر رہا تھا۔ اس نے وہاں سے کوئی رپورٹ نہیں بھیجی تھی۔ کیونکہ عمران نے اس کو رپورٹ دینے سے منع کر دیا تھا۔

نعمانی کو عمران نے لیبارٹری کے پیچھے جنگل میں بھیجا تھا تاکہ جس وقت بھی فارمولا مکمل ہو جائے۔ صفدر اسے کاشن دے دے۔ یہ ایک چھوٹا سا کیپسول تھا جو صفدر اپنے منہ میں چھپا کر لیبارٹری میں لے گیا تھا۔ جس وقت فارمولا مکمل ہو جاتا۔ صفدر اس کیپسول کو توڑ دیتا۔ اس میں سے مخصوص قسم کی نظر نہ آنے والی شعاعیں نکلتی اور پھر ہوا کے رخ پر لیبارٹری سے باہر نکل کر بالائی فضا میں چلی جاتیں۔ اسے بالائی منزل پر کافی ٹھنڈک ہونے کی وجہ سے وہ شعاعیں اچانک ہی اٹھتی تھیں جس سے کافی دھند پیدا ہوتی۔ یہ ایک کاشن تھا۔ جس کو نعمانی نے چیک کرنا تھا اور پھر اسے رپورٹ کرنی تھی۔ اسی کاشن کے انتظار میں وہ ٹھہرا ہوا تھا۔ پروگرام کی تمام تفصیلات پہلے سے طے کر لی گئی تھیں۔

"کیپٹن شکیل! ——— فارمولا کتنا بڑا ہو گا" ——— عمران نے وقت گزارنے کے لئے کیپٹن شکیل سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

"ہو گا کوئی دو چار سو کلو کا" ——— کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے باپ رے ——— اتنا وزنی ——— پھر تو دو مزدوروں اور ایک بیل گاڑی کا انتظام بھی کرنا پڑے گا" ——— عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"کیا ضرورت ہے ——— ہم جو مزدور ہیں ——— اگر آپ مزدوری تگڑی دیں گے تو کام ہو جائے گا" ——— کیپٹن شکیل نے بھی چھیڑ چھاڑ میں مزہ لیتے ہوئے کہا۔

"تگڑی سے کہیں تمہارا مطلب بقول قاسم تگڑی عورت سے تو نہیں" ——— ؟ عمران نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ قاسم صاحب کون ہیں" ——— ؟ کیپٹن شکیل نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ارے تم قاسم کو نہیں جانتے ——— ؟ میرا خالہ زاد ہے ——— بڑا گریٹ آدمی ہے" ——— عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"پھر ملوایئے کسی وقت" ——— کیپٹن شکیل نے اشتیاق سے جواب دیا۔

"ابھی چلو ——— اس وقت شام ہے۔ کسی نہ کسی ہوٹل میں مل جائے گا" ——— عمران نے یکدم فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی" ——— کیپٹن شکیل بوکھلا گیا۔

"کیوں اس وقت تمہارے پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے" ——— ؟ عمران نے پوچھا۔

"مگر ——— میرا مطلب ہے" ——— کیپٹن شکیل گڑبڑا کر کوئی جواب نہ دے سکا۔

"مطلب وطلب چھوڑو ــــ یہاں بھی تو بے کار بیٹھے ہوئے ہیں ــــ چلو تفریح بنا سہی" ــــ عمران نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"چلیئے" ــــ کیپٹن شکیل بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

دونوں میک اپ میں تھے اس لئے انہوں نے صرف کپڑے تبدیل کئے۔ بیگ کو اینٹوں کے ایک ڈھیر میں چھپایا اور پھر شکستہ اور تباہ حال کھنڈر سے باہر نکل آئے۔ بڑک پر پیدل چلتے ہوئے وہ کافی دور نکل آئے۔ تب کہیں جا کر انہیں ٹیکسی ملی۔

"مین مارکیٹ چلو" ــــ ٹیکسی میں بیٹھ کر عمران نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

جلد ہی وہ مین مارکیٹ پہنچ گئے۔ مین مارکیٹ اتر کر عمران سیدھا ایک بک سٹال کی طرف بڑھا۔ اس نے وہاں سے اخبار خریدا اور پھر اسے بغور دیکھنے لگا۔

"یہ آپ کیا دیکھنا چاہتے ہیں" ــــ؟ کیپٹن شکیل نے عمران کو بر لب سڑک بغور اخبار پڑھتے دیکھ کر کہا

"قاسم دی گریٹ کا پتہ" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"کیا اس کا پتہ اخبار میں ہوتا ہے" ــــ؟ کیپٹن شکیل پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

"ہاں ڈیئر! ــــ تم نہیں جانتے کہ وہ کتنا گریٹ آدمی ہے۔ اس کا پتہ روزانہ اخبار میں چھپتا ہے" ــــ عمران نے کہا۔

"کمال ہے! ــــ یہ میرے لئے نئی بات ہے" ــــ کیپٹن شکیل بدستور حیرت زدہ تھا۔

"ابھی جب تم میرے خالہ زاد سے ملو گے تو تم پر نئی باتوں کا انکشاف ہو گا" عمران نے اخبار تہہ کرتے ہوئے کہا۔

"مل گیا اس کا پتہ" ــــ؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"ہاں! ــــ اس وقت وہ سلور کنگ ہوٹل میں ہو گا" ــــ عمران نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

"اس وقت کا کیا مطلب ــــ؟ کیا اخبار میں اس کی مصروفیت کے پروگرام کا باقاعدہ وقت کے لحاظ سے اعلان ہوتا ہے" ــــ؟ کیپٹن شکیل واقعی حیرت زدہ تھا۔ وہ قاسم کی عظمت کا تصور کر رہا تھا کہ وہ کیسا آدمی ہو گا جس کی مصروفیت کا باقاعدہ اخبار میں اعلان ہوتا ہے۔

عمران نے ایک ٹیکسی روکی اور پھر اس میں بیٹھ گیا۔ اور کیپٹن شکیل بھی بیٹھ گیا۔

"سلور کنگ ہوٹل" ــــ عمران نے ٹیکسی والے کو بتلایا اور ٹیکسی چل پڑی۔

"عمران صاحب! ــــ مجھے بتلا دیجئے کہ یہ کون صاحب ہیں اور کس حیثیت کے مالک ہیں" ــــ؟ کیپٹن شکیل نے اپنی حیرت دور کرنے کے لئے پوچھا۔

"ارے بھئی کیوں پریشان ہوتے ہو ــــ؟ وہ ایک رئیس زادہ ہے ــــ ہاتھی جیسا جسم ہے ــــ عقل سے خالی ہے ــــ کیپٹن حمید کا یار ہے ــــ بس اتنا تعارف کافی ہے" ــــ عمران نے بتلایا۔

"لیکن وہ اخبار" ــــ کیپٹن شکیل مزید حیرت زدہ ہو گیا۔

"بھئی میں اخبار میں دیکھ رہا تھا کہ آج کس ہوٹل میں ڈانس کا خصوصی پروگرام ہے۔ وہ یقیناً وہاں موجود ہو گا ــــ اب صرف سلور کنگ ہی ایک ایسا ہوٹل ہے جہاں آج ایک غیر ملکی رقاصہ کا بیلے ڈانس ہے اس لئے قاسم لازمی وہاں موجود ہو گا" ــــ عمران نے مسئلہ حل کر دیا اور کیپٹن شکیل نے یوں طویل سانس لی جیسے ایک بڑا بوجھ اس کے کاندھوں سے اتر گیا ہو۔

ٹیکسی جلد ہی سلور رنگ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں پہنچ کر رک گئی۔ کیپٹن تشکیل اور عمران نیچے اتر آئے۔ عمران نے ٹیکسی والے کو کرایہ دیا۔ اور پھر وہ دونوں مڑ کر ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

ہوٹل کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کوئی میز بھی خالی نہیں تھی۔ عمران نے ایک نظر ہال پر ڈالی۔ پھر اسے سٹیج کے قریب ہی قاسم اپنی تمام تر جولانیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا نظر آگیا۔ اس کی میز کی باقی تین کرسیاں خالی تھیں اور وہ کسی اداس الو کی طرح منہ لٹکائے بیٹھا تھا۔ اور ہال میں بیٹھی ہوئی لڑکیوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آؤ ۔۔۔ وہ سامنے بیٹھا ہے" ۔۔۔ عمران نے کیپٹن تشکیل کو کہا۔

"ارے وہ صاحب! ۔۔۔ توبہ توبہ ۔۔۔ یہ آدمی ہے یا کوئی دیو" ۔۔۔ کیپٹن تشکیل نے حیرت سے قاسم کی جسامت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں چلتے ہوئے قاسم کی میز کے قریب پہنچ گئے۔

"کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں" ۔۔۔ عمران نے بڑے میٹھے لہجے میں قاسم سے پوچھا۔

قاسم چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔ لیکن پھر ان کے ساتھ کوئی لڑکی نہ دیکھ کر اس کا منہ بگڑ گیا۔

"یہ میز ریزرو ہے" ۔۔۔ قاسم نے اپنی طرف سے نیا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ہمیں بھی پتہ ہے ۔۔۔ ویسے اجازت دینے کا شکریہ" ۔۔۔ عمران نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو بھئی بیٹھو! ۔۔۔ اپنے سیٹھ صاحب نے ہمیں بیٹھنے کی اجازت دے دی ہے" ۔۔۔ عمران نے کیپٹن تشکیل سے مخاطب ہو کر کہا جو ابھی تک

کشمکش و پیچ کے عالم میں کھڑا تھا۔ عمران کے کہنے پر وہ بھی بیٹھ گیا۔

"ارے ارے ۔۔۔ یعنی کہ مان نہ مان ۔۔۔ میں تیرا میجبان ۔۔۔ یعنی کہ میں نے کب اجاجت دی ہے ۔۔۔ کھامکھا کو ہی جبردستی ہے" ۔۔۔ قاسم بری طرح بھنجلا گیا۔

"ایک تگڑی سی مل فلوٹی سے ملواؤں ۔۔۔ خدا قسم بڑی جوردار ہے" ۔۔۔ عمران نے اس کی ناراضگی کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑے رازدارانہ انداز میں قاسم سے پوچھا۔

"تگڑی سی مل فلوٹی" ۔۔۔ قاسم کی ذہنی رو یکدم بدل گئی۔ اس کے منہ میں پانی بھر گیا۔

"مجاق تو نہیں کر رہے دوست" ۔۔۔ قاسم نے کہا۔

اب عمران اس کا دوست بھی بن گیا۔ کیپٹن تشکیل دھیرے سے مسکرا دیا۔ وہ قاسم کی ٹائپ کو کسی حد تک سمجھ گیا تھا۔

"ایمان سے سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔ مزے کرو گے مزے" ۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہاں ہے وہ" ۔۔۔ قاسم نے چٹخارہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"چائے والئے تو پلاؤ ۔۔۔ ابھی آجاتی ہے" ۔۔۔ عمران نے اسے چائے کا یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"پیو ۔۔۔ جتنی مرجی آتے پیو ۔۔۔ اس سالے ہوٹل کی ساری چائے پیو ۔۔۔ مگر وہ مل فلوٹی" ۔۔۔ قاسم موج میں آگیا۔

"ایک بار کہا جو ہے ۔۔۔ آجائے گی" ۔۔۔ عمران نے قدرے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"بہرو — ارے او بہرے کی اولاد — اِدھر آ — وہاں کھڑا کیا میرا منہ رہا ہے — سالے حرام خور — کام کے نہ کاج کے۔ دشمن اناج کے" — نے منہ پھاڑتے ہوئے کہا۔

اور اِدھر اُدھر بیٹھے لوگ بے اختیار ہنس پڑے۔

بیرا تیر کی طرح اڑتا ہوا قاسم کے پاس پہنچا۔

"فرمایئے حضور!" — اس نے قدرے جھک کر بڑے مودّبانہ لہجے میں پو لیے سالے سیدھا کھڑا ہو — کیا پیٹ میں درد ہو رہا ہے" — ؟ کو اس کے جھکنے پر غصہ آگیا۔

بیرہ سیدھا ہوگیا۔ قاسم کے نخرے انہیں برداشت کرنے پڑتے تھے کیونکہ بھی بڑی موٹی ملتی تھی۔

"چائے والے لاؤ — اندھے ہو۔ نجر نہیں آتا — یہ سالے دوست مو آتے ہیں میرے" — اس نے بیرے کو آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

عمران اور کیپٹن شکیل اپنے نئے لقب پر بے اختیار مسکرا پڑے۔

بیرہ واپس مڑ گیا۔

"ہاں تو دوست! — وہ نسل نلوٹی" — قاسم دوبارہ اپنے مقصد پر آگیا۔

"تمہارا یار حمید کہاں ہے آج کل" — ؟ عمران نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام نہ لو میرے سامنے — سالا سالٹ حرام ہر دفعہ مجھے چکر دے ہے — ایں — مگر تم اسے کیسے جانتے ہو" — ؟ قاسم بات کرتے کرتے اچانک چونک پڑا۔

"میرا کھالا جاد ہے وہ" — عمران نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

کھالا جاد" — قاسم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ارے — تم کہیں عمران ومران تو نہیں" — ؟ قاسم کو یاد آگیا کہ عمران ہی لفظ کھالا جاد استعمال کیا کرتا تھا۔

"نہیں نہیں — وہ کوئی اور ہوگا — میرا نام تو ابن لطوطہ ہے" — عمران نے اسے ٹالنے کے لئے کہا۔ ورنہ وہ وہیں شاید گلے بھی ملنے کی کوشش کرتا۔ اور قاسم سے گلے ملنے کا مطلب ہے۔ اپنی پسلیاں تڑوانا۔

"لطوطا — کیوں مجاق کرتے ہو — تم تو آدمی ہو" — قاسم کی ہی ہی سٹارٹ ہوگئی۔

ہنستے وقت قاسم کی باچھیں کانوں سے جا ملیں۔ آنکھیں گوشت میں دھنس گئیں اور سر زور زور سے آگے پیچھے ہلنے لگا۔

"عمران! — سیدھے کھڑے ہو جاؤ — خبردار! اگر حرکت کی" — عمران کی پیٹھ سے ریوالور کی نال لگی اور ساتھ ہی کرنل فریدی کی سرد آواز آئی۔

قاسم کی ہنسی میں یکلخت بریک لگ گئے۔ ایسا محسوس ہوا جیسے چلتا ہوا ٹریکٹر رک گیا ہو۔

عمران اور کیپٹن شکیل چونک کر مڑے۔ اور پھر عمران نے یہ دیکھ کر ایک طویل سانس لی کہ کرنل فریدی، کیپٹن حمید اور ان کے دو ساتھی ریوالور لئے انہیں گھیرے کھڑے تھے۔

صفدر اب پروفیسر ڈاگ رینالڈ کے ساتھ لیبارٹری میں کام کر رہا تھا۔ ا
یہاں کام کرتے ہوئے دو دن ہو گئے تھے۔ دو چار گھنٹوں کے لئے اُسے چھٹی
اور اسے وہیں ایک کمرہ دے دیا گیا تھا جہاں وہ جا کر سوتا تھا۔ لیکن ان
دنوں میں وہ سویا کم تھا۔ اس نے لیبارٹری کے محل وقوع کی چھان بین
کی تھی۔

سٹور آفیسر ہونے کی وجہ سے صفدر لیبارٹری میں ہر جگہ بڑی آسانی سے آ
سکتا تھا۔ اس نے دو دنوں میں تمام لیبارٹری کو اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا۔ ا
لیبارٹری سے باہر نکلنے والے ایسے راستے کی تلاش تھی جہاں سے وہ پروفیس
اغوا کر کے نکل سکتا ہو۔

آج صبح وہ ایسے راستے کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیبارٹری کی
عمارت کے نیچے یہاں ایک دراڑ تھی۔ جو دور اوپر تک چلی گئی تھی۔ اس
دراڑ کو اینٹوں سے پُر کیا گیا تھا۔ یہ دراڑ شاید اس وقت پیدا ہوئی تھی جب
کو نیچے سے کھوکھلا کرنے کے لئے ڈائنامیٹ استعمال کیا گیا ہوگا۔

دراڑ خاصی پتلی تھی لیکن وہ اوپر تک سیدھی چلی گئی تھی۔ بغیر سیڑ
رستے کے یہاں سے اوپر جانا تقریباً ناممکن تھا۔ صفدر نے احتیاطاً ایک

چھپ کر اس دراڑ کی اینٹیں کھسکا کر دوبارہ فٹ کر دی تھیں تاکہ کسی وقت بھی ان
اینٹوں کو ہٹا کر دراڑ میں گھسا جا سکے۔

صفدر اب فارمولے کے مکمل ہونے کے چکر میں تھا کہ کب فارمولا مکمل ہو اور وہ
عمران کو کاشن دے۔

پروفیسر ڈاگ رینالڈ ان دو دنوں میں صفدر سے خاصا بے تکلف ہو گیا تھا۔
لیکن صفدر بدستور لئے دیئے رہتا تھا۔ تاکہ کسی کو اس پر شک نہ ہو سکے اور وہ
کہیں پروگرام پورا ہونے سے پہلے ہی پکڑا نہ جائے۔

آج تیسرا دن تھا اور صفدر کو ابھی ابھی لیبارٹری سے چھٹی ملی تھی۔ وہ سونے
کے لئے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ایک سکیورٹی آفیسر اسے اپنی طرف
آتا دکھائی دیا۔

"مسٹر تھیوڈر ـــــ ذرا ٹھہریئے!" ـــــ اس نے آواز دی۔

صفدر رک گیا۔

"فرمایئے ـ کیا بات ہے" ـــــ صفدر نے قدرے ناگواری سے جواب دیا۔

"آپ میرے ساتھ ذرا سکیورٹی آفس چلیئے" ـــــ اس نے قدرے سخت
لہجے میں کہا۔

"کیوں" ـــــ صفدر نے حیرت سے پوچھا۔

"اس کا جواب آپ کو وہیں ملے گا" ـــــ سیکورٹی آفیسر نے جواب دیا۔

"چلیئے" ـــــ صفدر نے لاپرواہی سے کہا۔ لیکن اس کے دل میں کھد بد
رہی تھی کہ کہیں کسی کو اس پر شک تو نہیں پڑ گیا۔ لیکن شک ہونے والی کوئی وجہ
بظاہر نظر نہیں آتی تھی۔ بہرحال وہ دونوں چلتے ہوئے سیکورٹی آفس میں پہنچ
گئے۔ وہاں چیف سیکورٹی آفیسر موجود تھا۔

"تشریف رکھیے مسٹر تیمور" — اس نے بڑی نرمی سے صفدر کو کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔

صفدر کرسی پر بیٹھ گیا۔ سیکورٹی آفیسر اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

"فرمائیے! — کس لئے بلوایا ہے مجھے" — ؟ صفدر نے ناگواری ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ لیبارٹری کی پُشت پر موجود دراڑ کے قریب گئے تھے" — ؟ چیف سیکورٹی آفیسر نے اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

اور صفدر اس غیر متوقع سوال پر چونک پڑا۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔

"جی ہاں — گیا تھا" — اس نے اقرار کرنا ہی مناسب سمجھا۔

"کیا میں وہ وجہ جان سکتا ہوں جس کے تحت آپ کو وہاں جانے کی ضرورت پیش آئی" — ؟ چیف سیکورٹی آفیسر نے قدرے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"دراصل لیبارٹری میں کام کرتے کرتے میں بہت تھک گیا تھا اس لئے نیند نہیں آ رہی تھی — میں ٹہلتا ٹہلتا اُدھر نکل گیا" — صفدر نے بہانہ بنایا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ بہانہ معقول نہیں ہے۔

"تو پھر آپ نے وہاں کیا حرکات کیں — کیا آپ تفصیل سے مجھے بتلاتے ہیں" — ؟ چیف سیکورٹی آفیسر نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔

"آپ تمیز سے بات کریں — میں یہاں کا ایک ذمہ دار آفیسر ہوں — چور وغیرہ نہیں" — صفدر نے سخت لہجے میں اس پر رعب جھاڑتے ہوئے کہا۔

"آپ کو ذمہ دار آدمی سمجھتے ہوئے تو میں نرمی سے بات کر رہا ہوں۔ ورنہ اب

تک نجانے آپ کے ساتھ کیا سلوک ہو چکا ہوتا" — چیف سیکورٹی آفیسر نے جواب دیا۔

"کیوں — ؟ میں نے ایسی کونسی حرکت کی ہے جو آپ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں — ؟ کیا اس دراڑ کے پاس جانا جرم ہے یا گناہ ہے" — ؟ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"صرف دراڑ تک جانا تو کوئی جُرم نہیں ہے — لیکن دراڑ میں لگی ہوئی اینٹوں کو کھسکانا یقیناً جرم ہے" — چیف سیکورٹی آفیسر نے اصل بات اگلتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کا کیا ثبوت ہے آپ کے پاس" — ؟ صفدر نے آخری حربہ تیار کیا۔

"آپ کو وہاں چیک کیا گیا ہے" — چیف سیکورٹی آفیسر نے جواب دیا۔

"آپ کے پاس چیکنگ کا کیا ثبوت ہے" — ؟ صفدر کو اب قدرے ڈھارس ہوئی تھی۔

"ہمارے ایک آدمی نے رپورٹ دی ہے — اور چیکنگ پر وہاں اینٹیں ڈھیلی پائی گئی ہیں" — چیف سیکورٹی آفیسر کا لہجہ اب قدرے ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ کیونکہ صرف رپورٹ پر کسی ذمہ دار آدمی کے خلاف کوئی خاص کارروائی نہیں کی جا سکتی۔

"میں زبانی رپورٹ کا ذمہ دار نہیں ہوں — آپ خوامخواہ مجھ پر الزام تراشی کر رہے ہیں" — صفدر نے اب مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"بہرحال تیمور صاحب! — ہم نے کرنل فریدی کو اطلاع دے دی ہے۔ وہ صبح یہاں آئیں گے اور پھر جو وہ فیصلہ مناسب سمجھیں گے — کریں گے — ویسے میرا آپ کو پُرخلوص مشورہ ہے کہ آپ کرنل فریدی کے سامنے جھوٹ بولنے سے

گریز کریں تو اچھا ہے —— ورنہ آپ کے حق میں اچھا نہ ہوگا —— چیف سیکورٹی آفیسر نے اسے ڈھکے چھپے لہجے میں وارننگ دیتے ہوتے کہا۔

"آپ مجھے دھمکیاں مت دیں —— کرنل فریدی صرف آپ کے زبانی الزام پر یقین نہیں کر سکتے —— اور پھر مجھے کیا ضرورت ہے وہاں سے اینٹیں الگ کرنے کی" —— صفدر نے جواب دیا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ گہری سوچ میں غرق ہو گیا کہ صبح کرنل فریدی کے سامنے پیش ہونے کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا تھا۔ اس سے ایک غلطی ہوئی تھی جو سیکورٹی والوں کے دماغ میں تو نہیں آئی تھی لیکن کرنل فریدی یقیناً وہ غلطی پکڑ لے گا۔

چنانچہ اس نے یہی فیصلہ کیا کہ کرنل فریدی کے آنے سے پہلے وہ اس غلطی کا تدارک کر لے تو اچھا ہے۔ دراصل وہ جلدی میں ان اینٹوں پر اپنی انگلیوں کے نشان چھوڑ آیا تھا۔ وہ آہستہ سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل کر چھپتا چھپاتا اس دراڑ کی طرف بڑھا۔ دراڑ کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے رومال نکالا اور اینٹوں کو اس سے اچھی طرح صاف کرنا شروع کر دیا۔

ابھی وہ نشانات کو پوری طرح صاف نہ کر سکا تھا کہ اچانک دراڑ والی جگہ تیز طور پر روشن ہو گئی۔ وہ اب سرچ لائٹ کی زد میں تھا۔

"ہینڈز اپ مسٹر تیمور —— چیف سیکورٹی آفیسر کی سرد آواز صفدر کے کانوں سے ٹکرائی اور وہ اچھل کر سیدھا ہو گیا۔

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کوٹھی میں بیٹھے گہری سوچوں میں غرق تھے۔ پچھلے دو دنوں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کی نقل و حرکت کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ تمام بلیک فورس انہیں ڈھونڈنے میں ناکام ہو چکی تھی۔ اور یہ چیز کم از کم فریدی کی نظر میں بے حد خطرناک تھی۔ کیونکہ اس طرح اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی نقل و حرکت کے متعلق کچھ علم نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ کس طرح عمران کا پتہ لگایا جائے کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔

فریدی نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہارڈ اسٹون" —— اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر الیون سر" —— دوسری طرف سے جواب ملا۔

"کیا بات ہے" —— فریدی کا لہجہ بدستور سرد تھا۔

"سر! —— عمران اور اس کے ساتھی کا پتہ چل گیا ہے" —— نمبر الیون نے انکشاف کیا۔

"اوہ! —— کہاں ہے وہ" —— فریدی نے چونک کر پوچھا۔

"سر —— اس وقت وہ دونوں سلور کنگ ہوٹل میں قاسم کی میز پر موجود ہیں" —— نمبر الیون نے جواب دیا۔

"سلور کنگ ہوٹل اور قاسم کے ساتھ ؟" ——— فریدی بڑبڑایا۔

"جی ہاں جناب" ——— نمبر الیون کا لہجہ مؤدبانہ تھا۔

"کیسے پتہ چلا" ——— ؟ فریدی نے پوچھا۔

"سر ——— نمبر ون سکسٹی جو کہ ٹیکسی ڈرائیور ہے۔ نے انہیں مین مارکیٹ سے لیا اور سلور کنگ ہوٹل میں چھوڑ دیا ——— سفر کے دوران عمران کے ساتھی نے اسے عمران کے نام سے پکارا تھا اور وہ قاسم اور حمید کے متعلق باتیں کر رہے تھے ——— نمبر ون سکسٹی نے انہیں وہاں چھوڑ کر ہوٹل میں چیک کیا تو وہ دونوں قاسم کی میز پر موجود تھے" ——— نمبر الیون نے پوری رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"اب ان کی نگرانی کون کر رہا ہے" ——— ؟ فریدی نے پوچھا۔

"ون سکسٹی سر" ——— نمبر الیون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— میں اور حمید وہاں پہنچتے ہیں ——— تم دو آدمی اور نگرانی کے لئے بھیج دو" ——— کرنل فریدی نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر جناب" ——— نمبر الیون نے جواب دیا۔ اور کرنل فریدی نے رسیور رکھ دیا۔

"چلو حمید ——— میں عمران کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا" ——— کرنل فریدی کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

حمید کے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں کیونکہ فریدی کا اس قدر سرد لہجہ اس کے کسی خطرناک ارادے کا مظہر تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑا ہو گیا اور پھر وہ دونوں پورچ میں کھڑی لنکن پر سوار ہو گئے۔ لنکن کوٹھی سے نکل کر سڑکوں پر تیزی سے دوڑنے لگی۔ اور پھر جلد ہی وہ سلور کنگ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے۔

لنکن سے اتر کر کرنل فریدی اور حمید تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے مین گیٹ کی طرف بڑھے۔ بلیک فورس کے دو اور ممبر جو ابھی وہاں پہنچے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ ہو لیے۔

ہال میں داخل ہوتے ہی انہیں قاسم کے سامنے بیٹھے ہوئے دو آدمی نظر آ گئے۔ وہ سیدھے ان کی میز کی طرف بڑھے۔

عمران اور کیپٹن شکیل کی چونکہ دروازے کی طرف پشت تھی اس لئے وہ فریدی وغیرہ کو آتے نہ دیکھ سکے۔

عمران کے قریب پہنچ کر کرنل فریدی نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کی نال عمران کی پشت سے لگا دی۔

"عمران! ——— سیدھے کھڑے ہو جاؤ ——— خبردار اگر حرکت کی" ——— فریدی کی سرد آواز ہال میں گونج اٹھی۔

ارد گرد لوگوں کے ساتھ ساتھ عمران اور کیپٹن شکیل چونک کر مڑے۔ قاسم جو اس وقت ہنسنے میں مصروف تھا یکدم خاموش ہو گیا۔

عمران نے کرنل فریدی کو دیکھ کر ایک اطمینان کی سانس لی اور پھر وہ ہاتھ اٹھا کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی۔

کرنل فریدی، کیپٹن حمید اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھ کر ارد گرد بیٹھے لوگ بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چہروں سے خوف و ہراس عیاں تھا۔

"تم بھی چلو قاسم" ——— کرنل فریدی نے قاسم کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"مم ——— مم ——— مگر یہ عمران ومران نہیں ——— یہ تو طوطا ہے طوطا" ——— قاسم نے حیرت اور خوف سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

"خاموش رہو" ——— فریدی نے سرد آواز میں اسے ڈانٹ دیا۔ اور قاسم نے یوں

منہ بھینچ لیا جیسے اب وہ ساری زندگی نہیں بولے گا۔

مینجر یہ صورت حال دیکھ کر بھاگتا ہوا قریب آیا۔ وہ کرنل فریدی کو پہچانتا تھا۔

"سر — سر — مگر — میرے ہوٹل کی ریپوٹیشن" — خوف کے باعث اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

"شٹ اپ — خاموشی سے چلے جاؤ — چلو عمران باہر چلو — مگر کوئی حرکت مت کرنا ورنہ" — فریدی کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"مم — مم — مگر کرنل صاحب! — حرکت میں برکت ہے" — عمران نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ اس کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے خوف کے باعث وہ ابھی بے ہوش ہونے والا ہے۔

"نہیں — اگر حرکت کی تو یہ ریوالور تمہارا لحاظ نہیں کرے گا" — فریدی نے اسے ڈانٹ دیا۔

"بہتر کرنل صاحب جیسے آپ کی مرضی — حکم حاکم مرگ مفاجات" — عمران کی زبان بدستور حرکت میں تھی۔

"باہر چلو" — فریدی نے اسے حکم دیا۔ لیکن عمران بدستور اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

"میں کہہ رہا ہوں — باہر چلو" — کرنل فریدی نے کاٹ کھانے والے لہجہ میں کہا۔

"مم — مگر کرنل صاحب! — خود ہی تو حکم دیا ہے کہ حرکت نہ کرو — خود ہی کہہ رہے ہو کہ باہر چلو — اب بغیر حرکت کیے میں باہر کیسے جا سکتا ہوں" —؟ عمران بول پڑا۔

"شرافت سے باہر چلے چلو عمران — میں دوسری بار اپنی بات دہرانے کا عادی

نہیں ہوں" — کرنل فریدی سانپ کی طرح پھنکارا۔

عمران خاموشی سے باہر کی طرف مڑ گیا۔ کیپٹن شکیل جو خاموش کھڑا عمران اور فریدی کے ڈائیلاگ سن رہا تھا۔ اس کے پیچھے چل پڑا۔ ہوٹل کے مین گیٹ سے باہر نکل کر فریدی نے انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔

"حمید! — دونوں کی تلاشی لو" — فریدی نے حمید کو حکم دیا اور حمید نے پیچھے کھڑے ہو کر دونوں کی تلاشی لی اور دونوں کی جیبوں سے ریوالور نکال لئے۔

"چلو کار میں بیٹھو" — کرنل فریدی نے لنکن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا۔

"اتنی مہنگی کار میں — توبہ توبہ — میں یہ جرأت کر سکتا ہوں" —؟ عمران نے معصوم لہجے میں کہا۔

"بیٹھو" — فریدی نے اسے ٹہوکا دیتے ہوئے کہا۔ اور عمران خاموشی سے کار کی طرف چل پڑا۔

"ون سکسٹی! — تم قاسم کو اپنی کار میں لے کر کوٹھی آؤ" — فریدی نے ون سکسٹی کو حکم دیا۔ اور قاسم ون سکسٹی کے اشارے پر مڑ گیا۔

"حمید! — تم کار ڈرائیو کرو — عمران اور تم دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھو" — فریدی نے حکم دیا۔

حمید ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمران اور کیپٹن شکیل بھی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

کرنل فریدی ریوالور لئے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دروازے بند ہو گئے اور حمید نے کار اسٹارٹ کر دی

"حمید! — ڈور لاک کر دو" — فریدی نے حمید سے کہا اور حمید نے ایک

بٹن دبادیا۔

اب حمید ہی دوبارہ بٹن دبا کر دروازے کھول سکتا تھا۔ ورنہ دروازے نہیں
سکتے تھے۔ گاڑی ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔

"بڑی آرام دہ کار رکھی ہوئی ہے کرنل فریدی!" ــــ اور پھر حمید جیسا اناڑی
کتنی تنخواہ دیتے ہیں آپ اسے" ــــ ؟ عمران یوں مطمئن تھا جیسے وہ پکنک منا
جارہے ہوں۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ البتہ حمید سے نہ رہا
وہ بول پڑا۔

"تم اس دن پوچھ رہے تھے کہ جہنم کہاں ہے ــــ آج تمہیں وہاں کی سیر
گا" ــــ حمید کا لہجہ بے حد جلا کٹا تھا۔

"اچھا ــــ تو تم دونوں جہنم کے داروغے ہو ــــ بھئی میں اور میرا ساتھی
معصوم اور نیک ہیں ــــ ساری زندگی اللہ اللہ کرتے گزاری ہے ــــ ناکردہ
میں پکڑے گئے ہیں" ــــ عمران نے بڑی معصومیت اور عاجزی بھرے
میں جواب دیا۔

"تمہاری ساری معصومیت کا بھرم ابھی کھل جاتا ہے ــــ تمہاری یہ دو گز کی
ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گی" ــــ حمید نے کہا۔

"توبہ توبہ! ــــ اتنی بے ایمانی ــــ چار انچ کی زبان کو دو گز بنا دیا ہے ــــ
خدا قسم اگر تم کپڑا بیچنے بیٹھو تو دو دن میں کروڑ پتی بن سکتے ہو" ــــ عمر
نے جواب دیا۔

"حمید! ــــ تم خاموش رہو" ــــ کرنل فریدی نے حمید کو سختی سے ڈانٹ
اور حمید جس نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا۔ سختی سے منہ بھینچ لیا۔

عمران بھی نجانے کیا سوچ کر خاموش ہو گیا۔ ویسے وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

کیپٹن شکیل بدستور خاموش تھا۔ اس کی آنکھوں سے الجھنوں کے آثار نمایاں تھے
اور پھر حمید نے کار کوٹھی کے پھاٹک میں موڑ دی۔ اور پورچ میں جاکر کار رک گئی ــــ
حمید نے لاک کھولنے والا بٹن دبادیا اور سب سے پہلے کرنل فریدی کار سے نیچے
اترا۔ عمران اور کیپٹن بھی دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ باہر نکل کر ان دونوں نے
اپنے ہاتھ اٹھا لئے۔

"ہاتھ نیچے کر لو" ــــ فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے ہاتھ نیچے کر لئے لیکن عمران بدستور ہاتھ اٹھائے ہوئے
کھڑا رہا۔

"عمران! ــــ ہاتھ نیچے کر لو ــــ اور اندر ڈرائنگ روم میں چلو" ــــ کرنل فریدی
نے عمران سے کہا۔

"خواہ مخواہ کو نیچے کر لوں ــــ یعنی اب آپ کے ظلم کے خلاف آواز تو آواز ــــ ہاتھ
بھی بلند نہ کروں" ــــ عمران نے احتجاج آمیز لہجے میں کہا ــــ اور دوسرے لمحے
فریدی مسکرادیا۔

اسی لمحے ایک ٹیکسی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ یہ نمبر ون سکسٹی کی ٹیکسی تھی۔ اس
کی شکل ہوٹل میں دیکھتے ہی عمران سمجھ گیا تھا کہ ان کی ہوٹل میں موجودگی کا کرنل فریدی
کو کیسے پتہ چلا ہے۔ ٹیکسی میں قاسم تھا۔

اب سب لوگ ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ کرنل فریدی کے ہاتھ میں بدستور
ریوالور موجود تھا۔ حمید ریوالور لئے عمران اور کیپٹن شکیل کے پیچھے کھڑا تھا۔
قاسم بھی ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر بدستور خوف کے آثار تھے۔

"قاسم!۔۔۔ عمران تم سے کیا گفتگو کر رہا تھا۔۔۔؟" کرنل فریدی نے پھر
قاسم سے کیا۔

"عمران۔۔۔؟ پھریدی صاحب! میں نے پہلے بتایا ہے کہ یہ عمران ومران نہیں
بلکہ طوطا ہے"۔۔۔ قاسم کے ذہن پر ابھی تک ابن بطوطہ کا قبضہ تھا۔

"یہ طوطا نہیں۔۔۔ عمران ہے"۔۔۔ فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

"سچ۔۔۔؟" قاسم نے یقین نہ کرنے والے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ میں صحیح کہہ رہا ہوں۔۔۔ یہ میک اپ میں ہے"۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"ارے پھر تو یہ میرا کھالا جاد ہوا"۔۔۔ قاسم کی ذہنی رو پلٹ گئی۔ نجانے اس کے جسم میں اتنی پھرتی کہاں سے آ گئی۔

اس سے پہلے کہ کرنل فریدی یا حمید کچھ سمجھتے۔ قاسم لپک کر اٹھا اور پھر عمران سے گلے ملنے لگا۔

عمران نے یہ موقع سمجھا اور اس نے پھرتی سے کیپٹن شکیل کو کہنی ماری اور دوسرے لمحے قاسم کے موٹے پیٹ کے گرد عمران کے ہاتھ لپٹ گئے۔ قاسم تو خود ایسا چاہتا تھا اس لئے اس نے چھڑانے کی کوشش ہی نہ کی۔

اب عمران اور فریدی کے درمیان قاسم آگیا تھا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل اپنی جگہ سے اچھلا اور اڑتا ہوا وہ اپنے پیچھے کھڑے حمید پر جا پڑا۔ جو فوری طور پر اس سچویشن کو نہ سمجھ سکا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

"رک جاؤ۔۔۔ ورنہ گولی مار دونگا"۔۔۔ فریدی سچویشن سمجھتے ہی چیخا۔ مگر عمران نے اپنی پوری قوت سے قاسم کو فریدی پر دھکیل دیا۔ ایک زوردار ٹکراؤ ہوا اور فریدی، جو اپنی کرسی سے ہی اٹھ رہا تھا۔ چونکہ پہلے سے تیار نہیں تھا۔ قاسم کے

ساتھ بھرپور ٹکراؤ سے نیچے جا گرا۔

ادھر کیپٹن شکیل کا داؤ چل گیا اور اس نے حمید کو بھی ان دونوں پر اچھال دیا۔ اور فریدی جس نے دھکا دے کر قاسم کو ایک طرف کیا تھا۔ حمید کے اوپر آ گرنے سے دوبارہ نیچے گر پڑا۔

"بھاگو"۔۔۔ عمران کی آواز گونجی اور پھر وہ دونوں برق جیسی تیزی کے ساتھ ایک ہی چھلانگ میں کمرے کا دروازہ پار کر گئے۔ فریدی نے ریوالور چلایا مگر حمید جو اٹھ رہا تھا اس کا ہاتھ لگنے سے نشانہ چوک گیا۔

عمران اور کیپٹن شکیل دونوں تیزی سے بھاگتے ہوئے کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل گئے۔ شکر ہے کہ ون سکسٹی اپنی ٹیکسی لے کر جا چکا تھا۔ کوٹھی سے باہر نکلتے ہی انہوں نے سڑک پار کی۔

"ادھر اس کوٹھی میں"۔۔۔ عمران جو آگے بھاگ رہا تھا۔ ایک کوٹھی کا پھاٹک کھلا دیکھ کر ادھر مڑ گیا۔

وہ تقریباً بھاگتے ہوئے پورچ میں پہنچے اور برآمدہ میں دو نوجوان کھڑے انہیں اس طرح بھاگتے دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھاڑ رہے تھے۔

"کوئی شخص تو یہاں نہیں آیا"۔۔۔؟ عمران نے ان دونوں کو قریب پہنچتے ہی پوچھا۔

"نہیں تو۔۔۔ ہم یہاں دو ہی ہیں۔۔۔ اور تو کوئی نہیں آیا"۔۔۔ ایک نوجوان نے بوکھلاہٹ میں جواب دیا۔

کیپٹن شکیل بھی پہنچ گیا تھا۔

"شکیل"۔۔۔ عمران نے تیزی سے آنکھ دبا کر کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا۔ اور پھر دوسرے لمحے عمران اور شکیل ان دونوں پر ٹوٹ پڑے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ شور

مچاتے یا چیختے۔ وہ انہیں گھسیٹ کر کمرے میں لے گئے۔ اور پھر ان دونوں کو ایک ایک ہاتھ ہی کافی تھا۔ چند لمحے بعد وہ دونوں بیہوش پڑے تھے۔

"پچھلی طرف نکل چلو"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں بھاگتے ہوئے کی پچھلی طرف چلے گئے۔ کوٹھی کی پشتی دیوار چھوٹی سی تھی۔

وہ دونوں دیوار پھاند گئے۔ یہ ایک چھوٹی سی سڑک تھی۔ مختلف کوٹھیوں ہوتے ہوئے جلد ہی وہ ایک اور سڑک پر آ گئے۔ یہ سڑک بالکل سنسان تھی۔ ایک کوٹھی کی دیوار کے ساتھ کار کھڑی تھی۔ عمران نے پورے زور سے کار کی کھڑکی پر مکا مارا۔ شیشہ ٹوٹ گیا۔ اس نے ہاتھ اندر کر کے کار کا دروازہ اور پھر دوسری طرف کا ۔۔۔۔۔ دروازہ کھول دیا۔ اور کیپٹن شکیل بھی سے کار میں بیٹھ گیا۔

عمران سٹیرنگ پر تھا۔ اس نے کوٹ کی خفیہ پاکٹ سے ایک چھوٹی سی نکالی۔ یہ ماسٹر کی تھی۔ اور پھر جیسے ہی اس نے اسے استعمال کیا ۔۔۔۔ کار ہو گئی۔

یہ سب کچھ ایک لمحے میں ہو گیا۔ دوسرے لمحے کار زناٹے بھرتی ہوئی سڑک دوڑتی چلی گئی۔ شہر سے دور انہوں نے کار چھوڑ دی اور پھر پیدل ہی مختلف پر سے ہوتے ہوئے شہر سے باہر جانے والی سڑک پر چل پڑے۔

رات ہو گئی تھی اس لئے انہیں اپنے پہچان لئے جانے کی اتنی فکر نہیں وہ سڑک چھوڑ کر کھیتوں کے درمیان چل رہے تھے۔ جلد ہی وہ اس کھنڈر میں گئے جہاں سے وہ تفریح کرنے نکلے تھے۔ وہاں پہنچ کر دونوں نے اطمینان ایک طویل سانس لی۔

"آج بڑے پھنسے تھے ۔۔۔۔ بھلا ہو میرے کھالا جاد کا کہ آخر وہی

آیا" عمران نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"سرزمین فریدی نے ہمیں تلاش تو کیا ہوگا" ۔۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"یقیناً کیا ہوگا" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر آنکھیں بند کر لیں جیسے اسے نیند آ رہی ہو۔

"ویسے مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی آسانی سے چھٹکارا ہو جائے گا" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ کبھی کبھی کوئی کام جو بے حد مشکل نظر آتا ہے اس کا حل بڑا سادہ سا ہوتا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔

"اب مزید کیا پروگرام ہے" ۔۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"یار سو لینے دو ۔۔۔ بڑی زور کی نیند آ رہی ہے ۔۔۔۔ وہ کیا مصرعہ ہے؟

؎ جا اپنی حسرتوں پہ آنسو بہا کے سو جا"

عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد عمران کے خراٹوں سے کھنڈر گونج رہا تھا۔



"اب بتلائیے مسٹر تیمور! ۔۔۔۔ کیا خیال ہے آپ کا اس الزام کے متعلق" ۔۔۔۔؟ چیف سیکورٹی آفیسر نے زہر خند لہجے میں کہا۔

صفدر جو ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ جھٹکے سے ہاتھ نیچے کر لئے۔

"آپ کیا چاہتے ہیں آفیسر صاحب! ——— ؟ میں نے کیا جرم کیا ہے جو آپ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں" ——— ؟ صفدر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"کیا آپ یہاں اپنی موجودگی کا جواز پیش کر سکتے ہیں" ——— ؟ چیف سیکورٹی آفیسر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا یہاں آنا کوئی جرم ہے ——— ؟ مجھ پر آپ نے جو الزام لگایا تھا۔ اس بنا پر میں یہ چیک کرنے آیا تھا کہ کیا واقعی یہاں سے اینٹیں ڈھیلی کی گئی ہیں یا نہیں" ——— صفدر کا جواب مدلل تھا۔

"ہوں ——— تو آپ کے ہاتھ میں رومال کس لئے ہے ——— ؟ کیا آپ نشانات مٹا رہے تھے ——— ؟ چیف سیکورٹی آفیسر کا لہجہ اب نرم تھا۔ شاید اسے خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ صفدر کا پلہ بھاری رہا ہے۔

"ہاں ——— دیکھتے ہوئے اتفاق سے ایک اینٹ سے میری انگلی چھو گئی تھی۔ اسے صاف کر رہا تھا" ——— صفدر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"چلو ایسے ہی سہی ——— بہرحال آپ اپنے آپ کو حراست میں سمجھیں" ——— چیف سیکورٹی آفیسر نے کہا۔

"آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے چیف سیکورٹی آفیسر صاحب! ——— ڈی۔ آر کے حکم کے بغیر آپ ایسا قدم نہیں اٹھا سکتے" ——— صفدر نے غضبناک لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— آپ پہلے ڈی۔ آر۔ ون کے پاس چلیں" ——— چیف سیکورٹی آفیسر نے کہا۔

صفدر خاموشی سے لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا

تھا کہ معاملہ بگڑ گیا ہے۔ یہ لوگ تو میک اپ پہچان نہیں سکے۔ البتہ کرنل فریدی دیکھتے ہی پہچان جائے گا۔ چنانچہ اسے جو کچھ بھی کرنا ہے جلد از جلد کرنا ہے۔ ادھر پروفیسر کا فارمولا مکمل نہیں ہو رہا تھا۔ فارمولا مکمل ہونے سے پہلے پروفیسر کو لے بھاگنا فضول تھا۔ وہ چلتا جاتا تھا اور سوچتا جاتا تھا کہ اب وہ کیا کرے ——— ؟ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

جلد ہی وہ لیبارٹری میں پہنچ گئے۔ پروفیسر ڈاگ رینالڈ جو لیبارٹری میں پہنچ چکا تھا۔ صفدر کو اس طرح سیکورٹی کے حلقے میں دیکھ کر چونک پڑا۔

"کیا بات ہے مسٹر تیمور" ——— ؟ اس نے حیرت سے پوچھا۔

"سر! ——— مسٹر تیمور کی پوزیشن مشکوک ہو چکی ہے" ——— چیف سیکورٹی آفیسر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"وہ کیسے ——— ؟ تفصیل بتلاؤ ——— ؟ آپ تشریف رکھیں مسٹر تیمور" ——— پروفیسر نے صفدر کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

صفدر خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سر! ——— کل رات ہمارے ایک آدمی نے مسٹر تیمور کو اس وقت چیک کیا جب وہ لیبارٹری کی پشت میں موجود دراڑ سے واپس آ رہے تھے ——— میں نے رپورٹ ملتے ہی وہاں چیکنگ کی تو پتہ چلا کر دراڑ کی اینٹیں جو اسے بند کرنے کے لئے لگائی گئی تھیں ان میں سے کافی تعداد میں اینٹیں اپنی جگہ سے کھسکائی گئی ہیں ——— آج رات جب یہ لیبارٹری سے فارغ ہو کر آئے تو میں نے ان سے پوچھ گچھ کی تو انہوں نے اقرار کیا کر وہ دراڑ کی طرف گئے تھے۔ لیکن اینٹیں کھسکانے کے الزام سے منکر ہو گئے ——— میں نے جان بوجھ کر انہیں یہ نہیں بتایا کہ وہاں اینٹوں پر انگلیوں کے نشانات موجود ہیں ——— چنانچہ میرے ساتھ بات کرنے کے تھوڑی دیر بعد یہ

حسب توقع دراڑ پر پہنچے اور انہوں نے رومال سے وہاں انگلیوں کے نشانات مٹانے شروع کر دیئے اور میں نے انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا —— اب انہیں گرفتار کرنے کے لئے آپ کی اجازت ضروری ہے —— اس لئے پہلے آپ کے پاس آئے ہیں“ —— چیف سیکورٹی آفیسر نے تفصیل پیش کی۔

”آپ تشریف رکھیں“ —— جیسے ہی آفیسر نے رپورٹ مکمل کی پروفیسر نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔

آفیسر شکریہ ادا کرتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

”ہاں تو مسٹر تیمور! —— آپ کا اس بارے میں کیا بیان ہے“ ——؟ پروفیسر نے قدرے سخت لہجے میں صفدر سے پوچھا۔

”سر! —— دراصل بات یہ ہے کہ کل رات لیبارٹری سے چھٹی کرنے کے بعد مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ چنانچہ میں ٹہلتا ہوا اس دراڑ کی طرف نکل گیا۔ اس سے پہلے لیبارٹری کی پشت کی طرف کبھی نہیں گیا تھا اس لئے دراڑ دیکھ کر مجھے قدرے حیرت ہوئی۔ میں اس دراڑ کا جائزہ لیتا رہا اور پھر واپس چلا آیا۔ آج لیبارٹری سے چھٹی کے بعد سیکورٹی آفیسر نے مجھے بلوا لیا اور مجھ پر الزام تراشی کی اور دھمکیاں دیں —— میں نے جو بات تھی صحیح صحیح انہیں بتلا دی —— انہوں نے مجھے صبح کرنل فریدی کے سامنے پیش کرنے کا رعب دیا۔ ان سے واپس آنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ دیکھوں آیا واقعی وہاں اینٹیں ڈھیلی بھی ہوئی ہیں یا نہیں —— چنانچہ میں دراڑ کی طرف جا نکلا۔ وہاں اینٹیں واقعی ڈھیلی تھیں انہیں چیک کرتے ہوئے اتفاقاً میری انگلی ایک اینٹ سے چھو گئی۔ میں نے اسے رومال سے صاف کر دیا۔ اسی وقت انہوں نے مجھے ہینڈز اَپ کرا دیا اور گرفتار ہونے کا حکم سنایا —— میں نے انہیں پوزیشن تبلائی اور کہا کہ ڈی۔ آر۔ وان کے

بغیر آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ اب مجھے آپ کے پاس لے آئے ہیں“ —— صفدر نے بھی تفصیلاً اپنا بیان سنا دیا۔

”ہوں“ —— پروفیسر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

چند لمحوں تک وہاں گہری خاموشی طاری رہی۔ پھر پروفیسر چونک کر اپنی کرسی سے اٹھا۔

”آفیسر —— آپ میرے ساتھ آیئے —— مسٹر تیمور! —— آپ یہیں موجود رہیں“ —— پروفیسر نے آفیسر سے اور صفدر سے کہا۔

چیف سیکورٹی آفیسر اٹھ کر پروفیسر کے پیچھے چل پڑا۔ وہ دونوں ساتھ والے کمرے میں چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی صفدر تیزی سے اٹھا اور پھر وہ اس کمرے کے دروازے کے قریب پہنچا۔ اس نے کی ہول سے اپنے کان لگا دیئے۔ آفیسر اور پروفیسر کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سننا اس کے لئے بے حد ضروری تھا۔ کیونکہ اسی پر تمام پروگرام کا دارومدار تھا۔

پروفیسر اور چیف سیکورٹی آفیسر کی باتیں اس کے کانوں تک پہنچتی رہیں۔ پروفیسر آفیسر سے کہہ رہا تھا۔

”دیکھیئے آفیسر! —— فارمولا اتنا اہم ہے کہ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا آپ بے شک کرنل فریدی کو اطلاع دے دیں اس کے بعد سچ اور جھوٹ کا اندازہ کرنا ان کا کام ہے —— لیکن ایک بات ہے —— میرا فارمولا آج شام مکمل ہو جائے گا۔ اس وقت وہ آخری مراحل میں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آخری مراحل میں اس میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو —— میری ساری محنت برباد بھی ہو سکتی ہے جو میں کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے تم ایسا کرو کہ

شام کے آٹھ بجے کے بعد کرنل فریدی کو اطلاع دے دینا۔ پھر مجھے کوئی بھی
نہ ہوگی —— اس سے پہلے میں کوشش کروں گا کہ وہ لیبارٹری سے باہر نہ
سکے۔ ویسے لیبارٹری کے اردگرد تم اپنے آدمی پھیلا دو تاکہ اگر وہ باہر بھی
تو اس کی نگرانی بھی کی جا سکے" —— پروفیسر سیکورٹی آفیسر کو سمجھا رہا تھا

"بہت بہتر سر —— ایسا ہی ہوگا" —— سیکورٹی آفیسر کی مؤدبانہ آواز
اور صفدر تیزی سے واپس آیا اور کرسی پر یوں بیٹھ گیا جیسے وہ کرسی سے
نہ ہو۔

چند لمحوں بعد پروفیسر دروازہ کھول کر لیبارٹری میں آیا۔

"مسٹر تیمور! —— آپ بے فکر رہیں —— میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ ان کا
غلط ہے —— آپ اطمینان سے کام کریں" —— پروفیسر نے صفدر سے کہا۔

صفدر نے باقاعدہ ان کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اس کے بارے میں اچھے خیا
رکھتا ہے۔ اس کے بعد لیبارٹری میں کام کرنے والے باقی لوگ بھی آ گئے
پروفیسر نے فارمولے پر کام کرنا شروع کر دیا۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ فارمولا مکمل ہوتے ہی وہ اسے لے اڑے۔ ورنہ
فریدی کے آنے کے بعد تمام پروگرام ناکام ہو جائے گا۔ دراڑ کی طرف سے جانا
خاصا مشکل تھا کیونکہ سیکورٹی آفیسر نے یقیناً وہاں اپنے آدمی تعینات کر رکھے
ہوں گے۔ مگر اور کوئی ذریعہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

وہ اس سلسلے میں خاصا پریشان تھا۔ وہ کوئی ایسی ترکیب سوچ رہا تھا ج
سے یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ اگر دراڑ کا ہی پروگرام بنایا جائے تو اس کے لئے عم
کو دراڑ کی پوزیشن بتانی پڑے گی اور اس کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں
جس سے وہ عمران کو صورت حال سے مطلع کرتا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

ے اور کیا نہ کرے ——؟

آخر سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ گو اس میں رسک
انی تھا مگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے اس ترکیب پر
ل کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا۔

پروفیسر تجربہ گاہ میں پورے انہماک سے مصروف تھا۔ شام کے قریب جب وہ
ے ریسٹ کرنے کے لئے فارغ ہو کر ایک کرسی پر بیٹھا تو صفدر اس کے
پاس گیا۔

"سر! —— مجھے سیکورٹی آفیسر نے فوری طلب کیا ہے —— انہوں نے کہا ہے کہ
ینڈمنٹ کا کام ہے" —— صفدر نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! —— کوئی بات نہیں —— تم فکر مت کرو۔ کوئی اور کام ہوگا —— تم چند
منٹ کے لئے چلے جانا" —— پروفیسر نے تھکے تھکے لہجے میں کہا —— "اور ہاں! —— ذرا
جلدی آنے کی کوشش کرنا"۔

"بہتر سر" —— صفدر نے مؤدبانہ انداز میں سر ہلایا اور پھر تیزی کے ساتھ لیبارٹری
سے باہر نکل گیا۔

وہ سیدھا سیکورٹی آفس کی طرف چلا جا رہا تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ آفس
کے دروازے پر پہنچ گیا۔ چیف سیکورٹی آفیسر کمرے میں اکیلا تھا۔ صفدر نے اندر داخل
ہوتے ہی دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ چیف سیکورٹی آفیسر چونک کر حیرت
بھرے انداز میں صفدر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ اس کارروائی کا مطلب نہ سمجھ
سکا ہو۔

دروازہ بند کرتے ہوئے صفدر سیکورٹی آفیسر کی طرف بڑھا۔ اس کے لبوں پر بڑی
خوشگوار سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے مسٹر تیمور" ——— ؟ صفدر کے قریب آنے پر چیف سیکورٹی آ
نے پوچھا۔

"وہ ٹرانسمیٹر کہاں ہے جس سے تم نے کرنل فریدی سے بات کرنی ہے" ———
صفدر نے اس کے قریب پہنچ کر بڑے پُراسرار انداز میں پوچھا۔

"مگر کیوں" ——— ؟ چیف آفیسر مزید حیرت زدہ ہو گیا اور دوسرے لمحے وہ ایک
جھٹکے سے کرسی سمیت فرش پر جا گرا۔ صفدر کا زوردار مکہ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔
میز پر پڑا ہوا ریوالور جسے سیکورٹی آفیسر استعمال بھی نہ کر سکا تھا۔ اب صفدر کے
ہاتھ میں تھا۔

"خاموش رہو ——— اگر چیخنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا" ——— صفدر کے لہ
میں بھیڑیئے جیسی غراہٹ تھی۔

آفیسر نہ چاہتے ہوئے بھی خاموش ہو گیا کیونکہ صفدر کا لہجہ ہی بتا رہا تھا کہ
اپنے کہے پر عمل کر دے گا۔

"جلدی بتاؤ ——— وہ ٹرانسمیٹر کہاں ہے" ——— ؟ صفدر غرایا۔

"میرے پاس کوئی ٹرانسمیٹر نہیں" ——— آفیسر نے کہا لیکن اضطراری طور پر ا
نے اپنا وہ بازو چھپانا چاہا جس پر گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ صفدر کی آنکھوں
چمک سی لہرائی۔

"گھڑی اتار کر مجھے دو ——— جلدی کرو" ——— صفدر نے حکم دیا اور ٹریگر پر
کا دباؤ قدرے بڑھا دیا۔

"دیتا ہوں ——— دیتا ہوں" ——— سیکورٹی آفیسر کی آنکھوں میں موت کے سا
لہرا گئے۔ اس نے گھڑی اتار کر صفدر کو پکڑا دی۔ شاید اسے خیال ہو کہ یہ گھڑی
نٹ ٹرانسمیٹر کو نہیں سمجھ سکے گا لیکن یہ تقریباً اسی قسم کی گھڑی تھی جیسی صفدر

کے پاس تھی۔

دوسرے لمحے سائیلنسر لگے ریوالور نے شعلہ اگلا اور آفیسر کی کھوپڑی پرزے پرزے
ہو کر بکھر گئی۔ وہ آہ بھی نہ کر سکا تھا۔

صفدر نے ایک لمحے کے لئے گھڑی کو دیکھا۔ پھر اس نے ونڈ بٹن کھینچ کر گھڑی
کی سوئیوں کو مخصوص ہندسوں پر سیٹ کیا۔ گھڑی کی تاریخ والا خانہ سرخ ہو گیا۔ جلد ہی
خانے کا رنگ، سبزی میں تبدیل ہو گیا۔

"ہیلو عمران صاحب! ——— میں صفدر بول رہا ہوں اوور" ——— صفدر نے
تیزی سے کہا

"خیریت ہے صفدر۔ اوور" ——— ؟ عمران کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"عمران صاحب! ——— حالات بڑے نازک ہیں ——— مجھ پر سیکورٹی کو شک ہو گیا
ہے ——— ایک آدھ گھنٹے بعد فارمولا مکمل ہو جائے گا ——— میں اس وقت سیکورٹی
آفیسر کو ختم کر کے اس کے ٹرانسمیٹر سے بات کر رہا ہوں۔ یہ ہمارے ٹرانسمیٹر سے ملتا جلتا
ہے ——— یہاں لیبارٹری کی پشت پر ایک دراڑ ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد فارمولا
اور پروفیسر کو لے کر وہاں پہنچ جاؤں گا ——— آپ الرٹ رہیں۔ اوپر سے رسی کی
سیڑھی پھینک دیں۔ میں اوپر آ جاؤں گا۔ یہ دراڑ لیبارٹری کے مغربی جانب ہے۔
ہم وہاں سے آسانی سے نکل سکتے ہیں۔ اوور" ——— صفدر نے تیزی سے رپورٹ دیتے
ہوئے کہا۔

"لیکن اگر تم کو پہلے ہی چیک کر لیا گیا تو۔ اوور" ——— ؟ عمران کے لہجے میں بے پناہ
تشویش تھی۔

"میں کوشش کروں گا کہ حالات کو سنبھال لوں ——— بہرحال یہ ایک اچھا راستہ
ہے اگر آپ کہیں تو۔ اوور" ——— صفدر نے جواب دیا۔

محبت ہے ـــــ پھر میں پہلے والا پروگرام ملتوی کرتا ہوں ـــــ میں اور میرے آدمی ایک گھنٹہ بعد پہاڑی پر پہنچ جائیں گے ـــــ تم پروفیسر اور فارمولے کو لیکر وہاں آجانا۔ اوور" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"بہتر۔ اوور" ـــــ صفدر نے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

صفدر نے ونڈ بٹن دبا کر جلدی سے گھڑی میز کی دراز میں رکھی اور پھر ریوالور کو کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھا۔ آفیسر کی لاش میز کی آڑ میں پڑی تھی اس لئے دروازے سے دیکھنے والے شخص کو فوری طور پر نظر نہیں آسکتی تھی۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا دروازے کے قریب آیا۔ اس نے آہستہ سے چٹخنی کھولی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

دروازے پر بیٹھا چپڑاسی صفدر کو باہر نکلتے دیکھ کر مؤدبانہ طور پر کھڑا ہو گیا۔

"دیکھو! ـــــ آفیسر کا حکم ہے کہ وہ نہایت اہم کام میں مصروف ہیں اس لئے ایک گھنٹے تک نہ خود اندر جانا ـــــ اور نہ کسی اور کو اندر جانے دینا ـــــ چاہے وہ کوئی بھی ہو" ـــــ صفدر نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہت بہتر سر" ـــــ چپڑاسی نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

صفدر سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

چپڑاسی واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ ایسے احکامات کا عادی تھا۔ اس لئے اسے اس حکم پر کوئی حیرت نہ ہوئی اور نہ ہی اس نے اندر جا کر وضاحت مانگنی ضروری سمجھی۔ کیونکہ بہرحال صفدر ایک ذمہ دار آفیسر تھا۔ وہ خاموشی سے مستعد ہو کر کرسی پر بیٹھا رہا اور صفدر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کا رخ دوبارہ لیبارٹری کی طرف تھا۔

مشتاق احمد
نمبر ۸ ذ ی ع
MN

عمران کال ملتے ہی مستعد ہو گیا کیونکہ فیصلہ کن لمحہ آپہنچا تھا۔ اس نے کیپٹن شکیل کو بھی تیاری کا حکم دیا اور پھر ٹرانسمیٹر پر نعمانی کو کال کرنے لگا۔

رابطہ جلد ہی مل گیا۔

"ہیلو ـــــ نعمانی سپیکنگ اوور" ـــــ دوسری طرف سے نعمانی کی آواز آئی۔

"نعمانی! ـــــ میں عمران بول رہا ہوں ـــــ میری ہدایات غور سے سنو ـــــ تم سیدھے اپنے دوست فیروز کے پاس جاؤ اور وہاں سے پانچ مضبوط جسم والے لڑائی بھڑائی میں ماہر آدمی لے کر ایک گھنٹے کے اندر اندر واپس لیبارٹری پہنچ جاؤ لیبارٹری کے مغربی حصے میں تم سب نے چھپ جانا ہے ـــــ وہاں سے ایک دراڑ کے ذریعے صفدر فارمولا اور پروفیسر کو پہاڑی پر لے آئے گا۔ ہم نے فارمولا اور پروفیسر کو لے آنا ہے ـــــ اس کے بعد کی ہدایات موقع پر دی جائیں گی۔ ویسے موقع محل دیکھ کر جو کچھ کرنا چاہو ـــــ میری طرف سے اجازت ہے اوور" ـــــ عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا

"بہت بہتر ـــــ میں ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔ اوور" ـــــ نعمانی کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے ـــــ اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے کہا اور ونڈ بٹن دبا کر رابطہ

ختم کر دیا۔

ایک دو لمحے ٹھہر کر اُس نے ایک اور فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر کال کرنے... جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"نادر سپیکنگ سر۔ اوور" — دوسری طرف سے نادر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں نادر! — ایک گھنٹے کے اندر اندر پہاڑی کے شما... حصے میں پہنچ جاؤ — ایک گھنٹے بعد ہم نے وہاں سے فارمولا اور پروفیسر کو حا... کرنا ہے — تم سمجھ گئے۔ اوور" — عمران نے کہا۔

"سمجھ گیا ہوں سر — آپ بے فکر رہیں۔ میں پہنچ جاؤں گا۔ اوور" — دوسری طرف سے نادر کی آواز سنائی دی۔

"اوور اینڈ آل" — عمران نے کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔

کیپٹن شکیل تیار ہو کر اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ بولا۔

"سب ٹھیک ہے عمران صاحب"۔

"ہاں! — فی الحال تو سب ٹھیک ہے — تم نے اندر سیاہ لباس پہن لیا ہے" — ؟ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں! — پہن لیا ہے" — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے چلو" — عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

"واپسی کا پروگرام بھی سوچا ہے آپ نے" — ؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"واپسی کا واپسی کے وقت دیکھا جائے گا — فی الحال تو جانے کا ہی پروگرام ہے" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہرحال پہلے سے سوچ لینا بہتر ہے" — کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ارے یہ میری ریڈی میڈ کھوپڑی کب کام آئے گی — تم یہ کام اس پر چھوڑ

دو — کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آئے گی" — عمران نے کہا اور چل دیا۔
کیپٹن شکیل بھی سر ہلا کر اس کے پیچھے چل پڑا۔



کرنل فریدی کار چلاتے ہوئے اچانک چونک پڑا۔ ٹرانسمیٹر کا بلب سپارک کر رہا تھا۔ اس نے تیزی سے گاڑی ایک سائیڈ میں روکی اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہارڈ اسٹون سپیکنگ" — کے الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر وہ بُری طرح چونک پڑا۔

"ہیلو — ہیلو صفدر سپیکنگ اوور" — ایک آواز اس کے کان میں پڑی اور اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

"ہیلو — عمران دس سائیڈ۔ اوور" — دوسری طرف سے عمران کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اور بے اختیار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

صفدر عمران کو رپورٹ دے رہا تھا۔ پورا پروگرام سیٹ کیا جا رہا تھا اور کرنل فریدی خاموشی سے کار میں بیٹھا تمام پروگرام سن رہا تھا۔ صفدر کی زبانی ہی اسے پتہ چل گیا کہ وہ چیف سیکورٹی آفیسر کو ختم کر کے اس کی ٹرانسمیٹر واچ

سے رپورٹ دے رہا ہے۔

یہ ایسا ٹرانسمیٹر تھا جس پر کوئی بھی فریکوئنسی سیٹ کی جاتی تو کرنل ف
کی کار میں موجود طاقت ور ٹرانسمیٹر اسے سنز در کیچ کر لیتا تھا۔ اگر وہ اس
کار میں موجود نہ ہوتا تو یقیناً وہ اس وقت اس پروگرام سے لاعلم رہتا اور یہ یقی
کرنل فریدی کی بدقسمتی ہوتی۔

رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ لیکن کرنل فریدی ابھی بیٹھا اس پروگرام کے متعلق سو
رہا تھا۔ پہلے تو اسے خیال آیا کہ لیبارٹری جاکر صفدر کو چیک کرے۔ لیکن پھر
نے سوچا کہ صرف ایک گھنٹے کا وقفہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس دوران وہ صفدر کو چیک
نہ کرسکے اور عمران وغیرہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے یہ
پر ہی عمران وغیرہ کو پکڑنے کا پروگرام بنالیا۔

چند لمحے غور کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی سیٹ کی اور پھ
کرنے لگا۔

"ہارڈ اسٹون سپیکنگ۔ اوور" ——— رابطہ ملتے ہی اس نے کہا۔

"نمبر الیون سر۔ اوور" ——— دوسری طرف سے نمبر الیون کی آواز اس کے کا
سے ٹکرائی۔

"نمبر الیون بلا——ایک گھنٹے کے اندر اندر بلیک فورس کے بیس ممبرز کا مائی
پہاڑی کے ارد گرد اور اوپر پھیلادو ——— یہ کام فوری ہونا چاہیئے ——— جب تک
میں کوئی کاشن نہ دوں۔ کوئی ممبر اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے اور نہ ہی کوئی ممبر کس
کے سامنے آئے ——— عمران اور اس کے ساتھی ایک گھنٹے بعد پروفیسر اور اس کے
فارمولے کو اغوا کرنے والے ہیں ——— تمام کام پوری ہوشیاری سے ہونا چاہیئے۔"
کرنل فریدی نے نمبر الیون کو تفصیلی پروگرام بتلاتے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر سر! ——— ہم لوگ ابھی پہنچ جاتے ہیں۔ اوور" ——— نمبر الیون نے
جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— فریدی نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر بند کر کے اس نے کار آگے
بڑھادی۔ اب اس کی لنکن بڑی تیز رفتاری سے کوٹھی کی طرف بڑھی جارہی تھی۔

حمید کوٹھی میں موجود تھا۔ فریدی نے حمید کو فوراً تیار ہونے کا حکم دیا اور وہ
خود کوٹھی کے اندر اپنے مخصوص تہہ خانے میں چلا گیا۔

تہہ خانے سے اس نے ایک سٹین گن اٹھائی اور پھر کپڑے بدل کر وہ تہہ خانے
سے باہر نکل آیا۔

حمید بھی سیاہ لباس میں ملبوس موجود تھا۔ شاید موقع کی نزاکت دیکھ کر اس
نے کرنل فریدی کی ہدایت پر فوری عمل کر لیا تھا۔

"جلد بیٹھو" ——— فریدی نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر حمید تیزی سے دوسری
طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ اور پھر کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی کامائی
پہاڑی کی طرف اڑی چلی جارہی تھی۔



کرنل فریدی نے کار پہاڑی کی سائیڈ پر ایک گھنے درخت کی آڑ میں
روکی اور پھر دونوں نیچے اتر آئے۔ ان کے نیچے اترتے ہی دو آدمی گھنی جھاڑیوں

کی آڑ سے نکل کر ان کی طرف بڑھے۔

"نمبر الیون سر" ——— ان میں سے ایک نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"بارڈ اسٹون" ——— کرنل فریدی نے جواب دیا۔

کرنل فریدی نے ایک اصول بنایا ہوا تھا کہ چاہے کتنے ہی بلیک فورس کے آدمی آپس میں شناسا کیوں نہ ہوں۔ بغیر پہلے اپنا کوڈ دہرائے اور دوسرے سے کبھی بات چیت نہ کریں۔ اس لئے یہاں بھی دونوں طرف سے پہلے اپنے کوڈ دہرائے گئے تھے۔

"پہاڑی کا محاصرہ کر لیا ہے نمبر الیون" ——— ؟ کرنل فریدی نے سوال کیا۔

"یس سر! ——— تقریباً تیس آدمی مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے ہیں اور پوری طرح مسلح ہیں" ——— نمبر الیون نے جواب دیا۔

"گڈ! ——— اچھا میں اور حمید اس دراڑ کے قریب رہیں گے ——— آپریشن کا سگنل میری طرف سے اسٹین گن کی فائرنگ ہو گی" ——— کرنل فریدی نے کہا۔

"یس سر" ——— نمبر الیون نے جواب دیا۔

"اپنے تمام ساتھیوں کو ہدایت دے دو کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو بلا اشد ضرورت گولی مت ماریں ——— انہیں زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے ——— ہاں! اگر ایسی کوئی سچویشن پیدا ہو جائے کہ ان کو ختم کرنا اشد ضروری ہو تو بے شک گولی مار دیں" ——— کرنل فریدی نے ہدایات دیں۔

"بہتر سر! ——— میں ابھی ہدایات دے دیتا ہوں" ——— نمبر الیون نے جواب دیا۔

"ہم اوپر پہاڑی پر چلتے ہیں ——— تم ہوشیار رہنا" ——— کرنل فریدی نے اور پھر حمید کا ہاتھ پکڑ کر آگے چل دیا۔

"آپ کوہ پیمائی کا سامان لے آئے ہیں" ——— ؟ حمید نے پوچھا۔

"کوہ پیمائی" ——— فریدی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں ہاں! ——— اب ظاہر ہے کہ آپ نے اور میں نے پہاڑی پر چڑھنا ہے تو اس کے لئے کوہ پیمائی کے سامان کی ضرورت پڑے گی" ——— حمید نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"سامان کی کیا ضرورت ہے" ——— ؟ فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں پہاڑی پر چڑھنے کے لئے لفٹ تو لگی ہوئی نہیں ——— اور ظاہر ہے کہ لنگور ہم نہیں ہیں" ——— حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اپنے متعلق تو مجھے یقین ہے کہ میں لنگور نہیں ——— ویسے تمہارے متعلق کوئی یقینی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا" ——— فریدی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"میں تو آپ کی دُم ہوں ——— اب ظاہر ہے کہ دُم کی موجودگی میں آپ اپنے متعلق بھی دعویٰ نہیں کر سکتے" ——— حمید نے چوٹ کی۔

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے پہاڑی کے دامن میں پہنچ چکے تھے۔

"ٹھیک ہے ——— دُم کی حد تک تو تم نے تسلیم کر لیا ہے۔ اب آہستہ آہستہ باقی بھی تسلیم کر لو گے" ——— فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور حمید کٹ کر رہ گیا۔ لیکن اس نے اپنی جھینپ مٹاتے ہوئے کہا۔

"میں اپنی دُم کی بات نہیں کر رہا ——— آپ کی بات کر رہا ہوں"۔

"حمید! ——— یہ بتاؤ کہ میں نے اپنے اور تمہارے درمیان کبھی کوئی فرق روا رکھا ہے" ——— ؟ فریدی نے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے پوچھا۔ اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

حمید فریدی کے لہجے میں اتنی سنجیدگی دیکھ کر گھبرا گیا کہ نجانے کیا بات ہو گئی۔

"نہیں — بالکل نہیں" — حمید نے بوکھلا کر جواب دیا۔ ویسے وہ سمجھ نہیں سکا تھا کہ بات کیا ہو گئی ہے۔

"یعنی تم اور میں ایک ہیں — دو نہیں" — فریدی نے بدستور سنجیدگی میں پوچھا۔

"ہاں ہاں بس۔ ایک بار کہہ جو دیا ہے — اب آپ نے کوئی اشتہار بنے مجھ سے" — حمید چڑ سا گیا۔

"تو پھر بتاؤ — تم نے اپنی دُم کی بات کی تھی یا میری" — ؟ فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور حمید بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا وہ تو خود ہر بات اپنے منہ سے تسلیم کر چکا تھا۔

تقریباً آدھی پہاڑی وہ سر کر چکے تھے۔ اب اندھیرا چھا چکا تھا۔ وہ لوگ کسی پگڈنڈی کی بجائے ویسے ہی چٹانوں کو پھلانگتے ہوئے اوپر چڑھ رہے تھے۔

کرنل فریدی کو خطرہ تھا کہ عمران کے کسی آدمی کی نظر ان پر نہ پڑ جائے ہو سکتا تھا معاملہ خراب ہو جاتا — یا پھر عمران اپنی سکیم تبدیل کر دیتا۔

جلد ہی وہ پہاڑی پر پہنچ گئے۔ چٹانوں اور بڑے بڑے پتھروں کی آڑ لیتے ہوتے وہ اس دراڑ کی طرف بڑھ رہے تھے جو آج کے ڈرامے میں ایک کردار ادا کرنے والی تھی۔ جلد ہی وہ دراڑ کے قریب پہنچ گئے۔

عمران اور اس کے ساتھی ابھی تک وہاں نہیں پہنچے تھے۔

فریدی نے بڑے محتاط انداز میں دراڑ اور اس کے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ کہاں چھپ کر زیادہ آسانی سے عمران پر گرفت کرسکیں دراڑ سے تقریباً دو تین منٹ دور ایک کافی بڑی چٹان تھی۔ جس کے پیچھے

آسانی سے چھپا جا سکتا تھا۔

"اس چٹان کے پیچھے چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں" — کرنل فریدی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ الٹا طریقہ کیوں اختیار کر رہے ہیں" — ؟ حمید نے بیزارت لہجے میں کہا۔

"الٹا طریقہ" — ؟ فریدی نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! — سیدھا سادھا سا طریقہ ہے — ہم چھپ کر یہاں بیٹھ جاتے ہیں عمران اور اس کے ساتھی آئیں تو انہیں گولی مار کر ہلاک کر دیں۔ اس کا ساتھی بیگ لیکر اوپر آئے تو اسے بھی گولی مار کر بیگ حاصل کر لیا جائے۔ ویسے اللہ خیر صلّا — کیا ضرورت ہے مفت کا جھنجھٹ پالنے کی" — ؟ حمید نے کہا۔

"حمید! — تم اچھی طرح جانتے ہو کہ عمران کیسا آدمی ہے — وہ کوئی مجرم نہیں ہے — اس کے علاوہ میں اسے اس طرح بزدلوں کی طرح مارنا نہیں چاہتا — میں، اس پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ لاکھ بھی عیار سہی لیکن کوئی اسے بھی شکست دے سکتا ہے" — فریدی نے کہا۔

"تو پھر ایک اور تجویز ہے — کیوں نہ ہم لیبارٹری میں جا کر اس آدمی کو گرفتار کر لیں اور تمام جھنجھٹ ہی ختم ہو جائے" — حمید نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم اس آدمی کو پہچانو گے کیسے — ؟ وہ نجانے کس آدمی کے میک اپ میں ہے — ؟ ہم وہاں میک اپ پہچانتے رہیں اور وہ لوگ اپنا کام کر جائیں — دوسرے اس وقت عمران اور اس کے ساتھی میری پوری بلیک فورس

کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اس صورت میں وہ ہمارے لئے کسی بھی وقت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہاں وہ سب اکٹھے ہو جائیں گے۔ ہم ایک ہی دفعہ ان پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں" ـــ فریدی نے اپنی تجویز بتلائی۔

حمید سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ وہ خاموش ہو گیا۔

ماحول پر قطعی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہر چیز سکون کی گہری جھیل میں ڈوبی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد وہاں آہٹ سی ہوئی اور کرنل فریدی اور حمید چوکنے ہو گئے۔

دو سائے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس دراڑ کی طرف آ رہے تھے۔ وہ دونوں دراڑ کے قریب آ کر رک گئے۔ ان میں سے ایک سایہ اصلی عمران اور دوسرا کیپٹن شکیل تھا۔ فریدی عمران کو صاف پہچان سکتا تھا۔

عمران نے چند لمحے تک اِدھر اُدھر ماحول کا جائزہ لیا اور بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اب صفدر کو کاشن دے دینا چاہیئے" ـــ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

فریدی کو عمران کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"ہاں! ـــ تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ ہم لوگ بالکل تیار ہیں" ـــ کیپٹن نے جواب دیا۔

"ویسے مجھے یہاں کا ماحول کچھ غیر فطری سا محسوس ہو رہا ہے" ـــ عمران اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" ـــ ؟ کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"میری چھٹی حِس کہہ رہی ہے کہ یہاں ہم محفوظ نہیں ہیں۔ کچھ خفیہ نگاہیں ہمیں دیکھ رہی ہیں" ـــ عمران نے کہا۔

"آپ کا وہم ہے عمران صاحب! ـــ ورنہ یہاں تو چڑیا کا بچہ بھی نہیں ہے" ـــ کیپٹن شکیل نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــ میری چھٹی حِس مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی ـــ تم یہاں ٹھہرو میں ذرا اِدھر اُدھر کا راؤنڈ لگا آؤں" ـــ عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ جیسا آپ مناسب سمجھیں" ـــ کیپٹن شکیل نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

عمران اس چٹان کی طرف چل دیا جس کے پیچھے کرنل فریدی اور حمید چھپے ہوئے تھے۔ کرنل فریدی کی گرفت اضطراری طور پر سٹین گن کے دستے پر مضبوط ہو گئی۔ اس کی نظریں عمران پر لگی ہوئی تھیں۔

عمران قدم بہ قدم چلتا ہوا اس چٹان کے نزدیک آنے لگا۔ ویسے وہ برابر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اور اس کی چھٹی حِس واقعی برحق تھی۔ چٹان کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ بس ایک قدم آگے بڑھنے کا تکلف رہ گیا تھا۔

فریدی اور حمید نے سانس روک لیا تھا۔ عمران نے آگے بڑھنے کے لئے قدم اٹھایا۔ اسی لمحے اس کی نظریں رلیسٹ واچ پر پڑیں اور اس کا قدم واپس ہو گیا۔ صفدر کا دیا ہوا ٹائم پورا ہو چکا تھا۔ اور پھر عمران نہیں چاہتا تھا کہ وقت ضائع کرے اور صفدر کسی مشکل میں پھنس جائے۔

چنانچہ اس نے سر کو جھٹک دیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس کیپٹن شکیل کی طرف بڑھ گیا۔

کرنل فریدی نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔ بس ایک انچ کی کسر رہ گئی تھی۔ ورنہ سارا پروگرام درہم برہم ہو جاتا۔

کیپٹن شکیل کے قریب پہنچ کر عمران نے واچ ٹرانسمیٹر کا ڈنڈی کھینچ کر فریکوئنسی

سیٹ کی گھڑی موجود خانہ سُرخ ہو گیا۔ چند لمحے بعد وہ خانہ سبز ہو گیا اور عمران نے ونڈ بٹن دبا کر گھڑی بند کر دی۔ اور پھر وہ دونوں گھٹنوں کے بل دراڑ کے سامنے جھک گئے۔

"سیڑھی کہاں ہے ۔۔۔؟" عمران نے پوچھا۔

کیپٹن شکیل نے کوٹ کی جیب سے ایک بنڈل نکالا اور پھر اس میں سے نائیلون کی رسی کی سیڑھی کو نکال لیا۔

"اسے نیچے لٹکا دو" ۔۔۔ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے رسی کی سیڑھی نیچے لٹکا دی۔

چند ہی لمحوں بعد انہیں بہت دور نیچے ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"ہنگامہ شروع ہو گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہوں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل بھی سنجیدہ تھا۔

اب گزرنے والا ہر لمحہ ان دونوں پر قیامت بن کر گزر رہا تھا۔ سارے مشن کا دارومدار صفدر پر تھا ۔۔۔ اگر وہ کامیاب ہو کر آ گیا تو وہ میدان مار جائیں گے ۔۔۔ ورنہ ۔۔۔

اس کے بعد وہ سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے ۔۔۔ کچھ عجیب سی کیفیت تھی ان دونوں کی ۔۔۔ جسے محسوس تو کیا جا سکتا تھا بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔

نعمانی عمران کی کال ملتے ہی فوری عمل کے لئے تیار ہو گیا کیونکہ فیصلہ کن لمحہ آ پہنچا تھا۔

اس وقت وہ ہوٹل میں اپنے مخصوص کمرے میں تھا۔ اس نے اٹھ کر کپڑے تبدیل کئے۔ جیب میں ریوالور رکھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا فیروز کے کمرے کی طرف چل دیا۔

فیروز کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ نعمانی نے ہلکی سی دستک دی مگر پہلی دستک پر کوئی جواب نہ آیا۔ دوسری بار اس نے زور سے دستک دی اور ایک منٹ تک مسلسل دستک دیتا چلا گیا۔

"کون ہے ۔۔۔؟ بھاگ جاؤ ۔۔۔ اس وقت میں کسی سے نہیں مل سکتا" ۔۔۔ اندر سے فیروز کی سخت غصے کے عالم میں گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"فیروز ۔۔۔ میں ہوں ناگل دادا ۔۔۔ دروازہ کھولو جلدی" ۔۔۔ نعمانی اونچی آواز میں لیکن قدرے سخت لہجے میں بولا

"ناگل دادا تم" ۔۔۔ فیروز کا لہجہ اس بار نرم تھا لیکن آواز سے جھلاہٹ نمایاں ظاہر تھی۔

چند لمحے بعد دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا اور فیروز سرخ آنکھوں سے ناگل دادا

کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے دادا ۔۔۔؟" فیروز نے بڑی مشکل سے لہجے کو نرم کرتے ہوئے

"راستہ دو ۔۔۔ مجھے فوری کام ہے" ۔۔۔ نعمانی نے اس کا ہاتھ سختی سے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

فیروز ایک طرف ہٹ گیا۔

نعمانی جیسے ہی اندر داخل ہوا اس کی ناک میں دیسی شراب کی تیز بُو گھس گئی اور سامنے ہی بیڈ پر ایک نیم عریاں اینگلو انڈین لڑکی بیٹھی اسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے نعمانی کی بے وقت دخل اندازی اسے بھی بُری لگی ہو۔

"لڑکی ۔۔۔ تم باہر جاؤ" ۔۔۔ نعمانی سانپ کی طرح پھنکارا۔

لڑکی اس کا لہجہ سن کر گھبرا گئی۔ اس نے ایک نظر فیروز پر ڈالی اور پھر فیروز کا اشارہ پا کر وہ چپ چاپ اٹھی اور تیر کی طرح کمرے سے باہر نکل گئی۔

"فیروز ۔۔۔ دروازہ بند کر دو" ۔۔۔ نعمانی نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے فیروز کو حکم دیا۔

فیروز نے دروازہ بند کیا اور پھر خود بھی صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اب وہ سنبھل چکا تھا۔ جذباتی اکتاہٹ کا بھوت اتر گیا تھا۔

"کیا بات ہے ناگل دادا ۔۔۔؟ بڑے غصے میں معلوم ہوتے ہو" ۔۔۔ فیروز نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری یہ عادت مجھے پسند نہیں ۔۔۔ ہر وقت عورتوں کے پاس گھسے رہتے ہو۔ کسی دن عورت ہی کی بدولت مارے جاؤ گے" ۔۔۔ نعمانی نے بیزاری سے کہا۔

"کیا کروں ناگل دادا ۔۔۔؟ بعض اوقات میں خود بھی یہی محسوس کرتا ہوں لیکن کیا کروں۔ اپنی فطرت سے مجبور ہوں" ۔۔۔ فیروز نے جواب دیا۔

"اچھا چھوڑو اس چکر کو ۔۔۔ یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے ۔۔۔ کام کی بات سنو ۔۔۔! آج رات میری پارٹی نے کالا ماٹی پہاڑ پر ایک چیز وصول کرنی ہے ۔۔۔ ایک آدمی نے وہ چیز وہاں پہنچانی ہے ۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ کرنل فریدی اور اس کے آدمی مزاحمت کریں ۔۔۔ میں خود بھی وہاں جا رہا ہوں ۔۔۔ تم پانچ آدمی جو لڑنے بھڑنے کے ماہر اور جی دار ہوں۔ میرے ساتھ بھیج دو۔ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو تمہیں تمہارا معاوضہ پہنچا دیا جائے گا" ۔۔۔ نعمانی نے مختصر طور پر اسے اپنا مقصد بتلا دیا۔

"ابھی لو ناگل دادا ۔۔۔ پانچ کیا ۔۔۔ پانچ ہزار آدمی تم پر قربان کئے جا سکتے ہیں ۔۔۔ ویسے میرے خیال میں اگر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں تو کیسا ہے ۔۔۔؟" فیروز نے اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔

"نہیں ۔۔۔ ابھی تمہارا سامنے آنا مناسب نہیں ۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں کرنل فریدی سے مقابلہ ہو جائے اور ہم کامیاب بھی نہ ہو سکیں تو تم کرنل فریدی کی نظروں میں آجاؤ گے" ۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ یہ بات تو ٹھیک ہے ۔۔۔ چلو ٹھیک ہے ۔۔۔ میں ایسے پانچ آدمی مہیا کر دیتا ہوں جن کا تعلق میرے اڈے سے نہیں ہے لیکن ہیں وہ بھی میرے خاص آدمی" ۔۔۔ فیروز نے کہا۔

"بزدل اور بھگوڑے آدمی مجھے پسند نہیں ۔۔۔ آدمی ایسے ہوں جو مرنا جانتے ہوں ۔۔۔ قدم پیچھے ہٹانا نہیں" ۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

"تم بے فکر رہو ناگل دادا ۔۔۔ میں ایسے ہی آدمی دوں گا جیسے تم کہہ رہے ہو" ۔۔۔ فیروز نے کہا۔

"تو پھر جلدی سے انہیں بلوا لو ۔۔۔ مجھے ایک گھنٹے کے اندر اندر وہاں پہنچنا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی لو" — فیروز نے کہا اور پھر اس نے میز کے کونے میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

چند ہی لمحوں بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

"کم اِن" — فیروز نے گرجدار لہجے میں کہا۔

دروازہ کھلا اور پھر ایک قد سے بھاری جسم کا شخص جس کے چہرے پر زخموں کے بے شمار نشان تھے اور آنکھوں سے شیطانیت ٹپک رہی تھی اندر داخل ہوا اور مودبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"جانی! — یہ بتاؤ کہ — جگی — شیرا — بومی — اور ماسٹر کہاں ملیں گے۔؟" فیروز نے سوال کیا۔

"باس! — اس وقت وہ کیفے ہائی وے کے نیچے تہہ خانے میں جوا کھیل رہے ہیں" — جانی نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے — ان کو فوراً یہاں بلاؤ — اور تم خود بھی تیار ہو جاؤ — تم سب کو ناگل دادا کے ساتھ جانا ہے — ہو سکتا ہے وہاں تمہیں کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں سے لڑنا پڑے — تم ناگل دادا کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرانا" — فیروز نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"بے فکر رہیں باس! — ناگل دادا کے لئے ہم خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں گے — اور اُف نہیں کریں گے" — جانی نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا جاؤ — اور ان سب کو فوراً بلاؤ" — فیروز نے کہا اور جانی سلام کرتا ہوا واپس مڑ گیا۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ پانچوں نعمانی کے سامنے کھڑے تھے۔ جانی کو تو وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ باقی چاروں کو دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ واقعی وہ

پانچوں لڑنے بھڑنے میں ماہر معلوم ہوتے تھے۔ ان کے مضبوط اور سڈول جسم اور ان کے غنڈوں والے چہرے صاف بتلا رہے تھے کہ وہ کیا ہیں۔

فیروز نے انہیں تفصیل بتلائی کہ انہوں نے کیا کرنا ہے۔ اور انہوں نے بھی وہ بات کہی جو ان سے پہلے جانی کہہ چکا تھا۔

"اچھا چلو میرے ساتھ — اب مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے" — نعمانی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے اڈے سے باہر نکل آئے۔

نعمانی نے دو ٹیکسیاں پکڑیں اور انہیں کامانی پہاڑی کا پتہ بتلا دیا۔ جلد ہی ٹیکسیاں انہیں کامانی پہاڑی کے نزدیک اتار کر چلی گئیں۔

نعمانی اور اس کے ساتھی اتر کر نعمانی کے پیچھے پہاڑی کی طرف چل دیئے۔ وہ محتاط انداز میں پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ پہاڑی پر مکمل سکوت چھایا ہوا تھا جلد ہی وہ پہاڑی کے اوپر پہنچ گئے۔

نعمانی نے انہیں مختلف چٹانوں کی اوٹ میں بٹھا دیا۔ وہ پانچوں پوری طرح مسلح تھے۔ نعمانی خود بھی ایک چٹان کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور چوکنی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

جلد ہی اسے عمران اور کیپٹن شکیل آتے ہوئے نظر آئے۔ نعمانی خاموش بیٹھا رہا۔

وہ دونوں دراڑ کے قریب آ کر رک گئے۔ نعمانی انہیں بغور دیکھ رہا تھا پھر جس وقت عمران اور کیپٹن شکیل دونوں دراڑ پر جھکے ہوئے تھے۔ اسی لمحے نعمانی نے ایک ہلکی سی آہٹ سنی۔ جیسے قریب ہی کہیں کھٹکا ہوا ہو۔ نعمانی چونک پڑا۔ اس نے محتاط نظروں سے اس طرف دیکھا جدھر اس کے خیال کے مطابق کھٹکا ہوا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد نعمانی نے ایک چٹان کی آڑ میں ایک آدمی کو لیٹے ہوئے دیکھ لیا اس آدمی کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور اس کی نظریں دراڑ پر لگی ہوئی تھیں اور ریوالور کا رخ بھی دراڑ کی طرف ہی تھا۔

نعمانی سمجھ گیا کہ کرنل فریدی اور اس کے آدمی ہم سے پہلے یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے جسم میں سردی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ عمران اور کیپٹن شکیل سخت خطرے میں تھے۔ کسی بھی لمحے کہیں سے چلی ہوئی دو گولیاں ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتی تھیں۔

نعمانی نے سوچا کہ عمران کو اس بات سے آگاہ کر دے تاکہ وہ بے خبری میں نہ مارا جائے۔ چنانچہ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے عمران سے بات کرنا چاہی لیکن عمران نے پیغام وصول نہیں کیا۔ کیونکہ نعمانی دیکھ رہا تھا کہ وہ لوگ دراڑ کی طرف متوجہ ہیں۔ عمران کی نظر گھڑی پر پڑی ہی نہیں تھی جو وہ اشارہ سمجھتا۔ نعمانی نے مایوس ہو کر بات کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ پھر وہ آہستہ سے رینگتا ہوا اس چٹان کی طرف بڑھنے لگا جدھر وہ آدمی موجود تھا۔

اس شخص کی تمام تر توجہ دراڑ کی طرف تھا۔ یا وہ شاید جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

نعمانی جلد ہی اس آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ ویسے اپنے طور پر اس نے رینگنے میں اتنی احتیاط برتی تھی کہ ہلکی سے ہلکی آواز بھی پیدا نہ ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ اچانک اس آدمی کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔ وہ اس کی طرف پلٹا۔ ایک لمحہ کے لئے حیرت سے وہ نعمانی کی طرف دیکھنے لگا کہ یہ آدمی کہاں سے ٹپک پڑا ہے؟

اسی لمحے نعمانی اپنی جگہ سے تیزی سے اچھلا اور اس آدمی کے اوپر جا گرا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس کا ریوالور پکڑ لیا مگر پھر ان دونوں میں ایک خوفناک مگر خاموش

جنگ چھڑ گئی۔ لیکن نعمانی تیز نکلا۔ جلد ہی وہ اس آدمی کو بیہوش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب وہ خود اس کی جگہ موجود تھا۔

اسی لمحے نعمانی نے دیکھا کہ اس آدمی کے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کا خانہ سرخ ہو گیا تھا۔ نعمانی نے جلدی سے اس کی گھڑی اتار لی۔ یہ ٹرانسمیٹر بھی اسی میکنزم پر کام کرتا تھا جس طرح نعمانی کا۔ اس لئے نعمانی ایک لمحے میں اس کی تکنیک سمجھ گیا۔ اس نے ونڈ بٹن کھینچ لیا اور خانہ سبز ہو گیا۔ اس نے گھڑی کو کان سے لگا لیا ایک ہلکی سی آواز آ رہی تھی۔

"ہیلو نمبر ون فور سکس ٹو ـــــ نمبر الیون ون اینڈ اوور"۔

"نمبر ون فور سکس ٹو۔ اوور" ـــــ نعمانی نے آہستہ سے جواب دیا۔

"کیا بات ہے ـــــ؟ تمہاری آواز کمزور کیوں ہے اور قدرے بدلی ہوئی کیوں ہے۔ اوور" ـــــ؟ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں زیادہ اونچی آواز نہیں نکال سکتا ـــــ ماحول ہی ایسا ہے۔ اوور" ـــــ نعمانی نے جواب دیا۔

"اچھا سنو! ـــــ تمہارے ذمہ ایک اہم ڈیوٹی ہے ـــــ جیسے ہی بیگ عمران کے ہاتھ میں آئے۔ تم نے عمران کے اس ہاتھ پر فائر کر دینا ہے ـــــ تمہارے پاس سائلنسر لگا ریوالور ہے ـــــ پھر ہارڈ اسٹون کی فائرنگ کے بعد جنگ شروع ہو جائے تو تم نے وہ بیگ وہاں سے اڑا لانا ہے۔ اوور" ـــــ نمبر الیون نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر ـــــ میں سمجھ گیا" ـــــ نعمانی نے جواب دیا۔

"ہارڈ اسٹون تمہارے فائر کا انتظار کریں گے۔ اوور" ـــــ نمبر الیون نے مزید کہا۔

"ٹھیک ہے — آپ بے فکر رہیں۔ اوور" — نعمانی نے جواب دیا اور گو
سبز خانہ تاریک ہو گیا۔

نعمانی نے اطمینان کی ایک لمبی سانس لی۔ ان نے اُس آدمی پر بروقت
کر دیا تھا ورنہ بیگ ہاتھ سے جاتا رہتا۔ نعمانی ان کا پروگرام سمجھ گیا اور عمران کے
ہاتھ پر فائر کرنے کا مطلب یہ تھا کہ عمران کا ہاتھ زخمی ہو جاتے اور بیگ
کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اسی لمحے فرینڈی جنگ کا اعلان کر دے گا۔ عمران چونکہ
ہوگا اس لئے لڑ نہیں سکے گا اور نہ ہی وہ بیگ کی طرف متوجہ ہو سکے گا اس
اس پر جلد ہی قابو پا لیا جائے گا لیکن نعمانی کی وجہ سے ان کی یہ سکیم فیل
ہو گئی تھی۔



صفدر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا لیبارٹری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیبا
کی پوزیشن اس وقت ہنگامی معلوم ہو رہی تھی کیونکہ تجربہ آخری مراحل میں تھا
اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔

"ویل ڈن — ویل ڈن — میں کامیاب ہو گیا — میں کامیاب ہو گیا"
پروفیسر اپنی کرسی پر کھڑا خوشی سے ناچ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خوشی
پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اس نے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ اب وہ

دنیا کے عظیم ترین سائنسدانوں میں سے ایک تھا۔

لیبارٹری میں موجود ہر آدمی خوش تھا۔ لیکن صفدر کینہ توز نظروں سے
پروفیسر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بظاہر اس کی حرکات سے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے وہ
بھی بے پناہ خوشی محسوس کر رہا ہو۔ لیکن یہ تو اس کا دل جانتا تھا کہ وہ کتنی خوشی
محسوس کر رہا ہے۔

چند لمحے کی ہنگامی خوشی کے بعد پروفیسر نے میز کی دراز سے ایک چھوٹا سا
بیگ نکالا اور پھر میز پر بکھرے ہوئے کاغذات کو جن پر فارمولے کے اشارات
تفصیل سے درج تھے اس میں رکھنے لگا۔ کاغذات رکھ کر اس نے بیگ بند کیا
اور پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا باقی لوگوں کی طرف بڑھا۔

"اب آپ چھٹی کریں — مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے میرے ساتھ بھرپور
تعاون کیا ہے" — پروفیسر نے کہا اور پھر سب لوگ اس سے مصافحہ کر کے
باہر جانے لگے۔

"دلی مبارکباد پروفیسر" — صفدر نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"تھینک یو مسٹر تھیور" — پروفیسر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اور
پھر صفدر چونک پڑا۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں پہنی ہوئی گھڑی کا خانہ سرخ
ہو گیا تھا۔

یہ کاشن تھا کہ عمران وغیرہ پہاڑی پر تیار کھڑے ہیں۔ اس وقت لیبارٹری
خالی ہو چکی تھی۔

"کیا بات ہے مسٹر تھیور! — آپ چونکے کیوں" — ؟ پروفیسر نے حیرت
بھرے لہجے میں پوچھا۔

"وہ دراصل میں نے آپ کو ایک چیز دینی تھی" — صفدر نے جلدی جلدی

جیبیں ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا ـــــ؟" پروفیسر جو جانے کے لئے قدم اٹھانے ہی والا تھا، رکتے ہوئے بولا۔

دوسرے لمحے صفدر کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ پروفیسر خوفزدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ کیا مسٹر تیمور ـــــ؟" اس کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

مگر صفدر نے پھرتی دکھلائی۔ اس نے بیگ پر جھپٹا مارا۔ دوسرے لمحے بیگ پروفیسر کے ہاتھ سے نکل کر اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔

اچانک پروفیسر اپنی جگہ سے اچھلا اور اس کی زوردار لات صفدر کے ہاتھ پر پڑی۔ اگر صفدر ہوشیار نہ ہوتا تو یقیناً بیگ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ پروفیسر نے وار خالی جاتے دیکھ کر چھلانگ لگائی اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ لیبارٹری میں بنے ہوئے اپنے مخصوص کیبن کے دروازے کی طرف اڑتا ہوا گیا۔

صفدر اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر وہ کیبن میں داخل ہو گیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت صفدر کو نہیں بچا سکتی۔ کیونکہ وہاں صرف ایک بٹن دبانے کی دیر ہوتی اور پوری لیبارٹری خطرے کے سائرنوں سے گونج اٹھتی۔ اب مجبوری تھی۔ اس لئے صفدر نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک شعلہ نکلا اور پروفیسر جو دروازے میں داخل ہوا ہی چاہتا تھا اس کی کمر میں نگین سوراخ ہو گیا اور وہ دروازے میں ہی ڈھیر ہو گیا۔

صفدر کے پاس اب اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا کہ وہ پروفیسر کو گولی مار دے ورنہ فارمولا بھی ہاتھ سے نکل جاتا۔ گولی لگنے کے باوجود پروفیسر آگے کی طرف گھسٹ رہا تھا۔ صفدر ٹریگر دباتا چلا گیا۔ دو تین گولیاں پروفیسر کے جسم میں مزید

سوراخ بناتی چلی گئیں اور پروفیسر ایک لمحے کے لئے تڑپا اور ٹھنڈا ہو گیا۔

صفدر کے دل میں اس کے لئے رحم یا ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں تھا کیونکہ وہ اس کے ملک کا غدار تھا۔

جب صفدر کو یقین ہو گیا کہ پروفیسر ختم ہو چکا ہے تو وہ بیگ پکڑے تیزی سے لیبارٹری سے ملحقہ دوسرے کمرے میں آیا۔ اس کی حرکات میں انتہائی تیزی تھی۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں خون کی بجائے پارہ دوڑ رہا ہو۔ لیبارٹری کے سامنے حصے سے جانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ کسی بھی لمحے کوئی بھی شخص لیبارٹری میں آ سکتا تھا۔

صفدر بھاگتا ہوا پچھلی طرف کھلنے والی کھڑکی کی طرف گیا۔ اس نے ریوالور کا دستہ مار کر اس کا شیشہ توڑا اور پھر ایک ہی چھلانگ میں وہ کھڑکی کے باہر موجود تھا۔

اسی لمحے ایک گولی اس کے بائیں کندھے میں گھس گئی۔ صفدر کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی جلتا ہوا انگارہ اس کے کندھے میں تیر گیا ہو۔ وہ مڑا اور پھر اسے گولی مارنے والا سامنے ہی نظر آ گیا جو دوسری گولی چلانے ہی والا تھا۔ صفدر نے پھرتی سے ٹریگر دبا دیا۔ گولی سیدھی اس کے سینے پر پڑی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

یہ سیکورٹی کا آدمی تھا جو وہاں پہرہ دے رہا تھا۔

صفدر کے بازو سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ وہ بھاگتا ہوا دراڑ کی طرف بڑھا۔

اسی لمحے پوری لیبارٹری خطرے کے سائرنوں سے گونج اٹھی۔ شاید کسی نے پروفیسر کی لاش کو دیکھ لیا تھا۔ ساری لیبارٹری میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔

صفدر تیزی سے دراڑ کے قریب پہنچا۔ اس نے لاتیں مار مار کر وہاں سے ٹو ہوئی اینٹیں توڑ دیں۔ اب وہاں کم از کم ایک آدمی کے گھسنے کی جگہ بن گئی تھی۔ صفدر تیزی سے اندر چلا گیا۔ دراڑ میں رسی کی ایک پتلی سی سیڑھی لٹک رہی عمران وغیرہ شاید اوپر موجود تھے۔

صفدر نے سیڑھی پکڑ کر جھٹکا دیا اور پھر بیگ کو زخمی ہاتھ میں پکڑ کر اس سیڑھی پر پاؤں رکھا اور پھر تیزی سے اوپر چڑھنے لگا۔

ادھر اوپر سے شاید عمران وغیرہ نے سیڑھی اوپر کھینچنا شروع کر دی۔ صفدر نے چڑھنا بند کر دیا۔ کیونکہ سیڑھی خود بخود اوپر جا رہی تھی۔

ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اچانک نیچے دراڑ میں کوئی دا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ داخل ہونے والے کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ اس پہلے کہ مشین گن کا رخ صفدر کی طرف ہوتا۔ صفدر نے بیگ والے ہاتھ سے سیڑ پکڑی اور دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور سے گولی چلا دی۔ گولی اس آ کے سر پر پڑی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

صفدر بڑی نازک پوزیشن میں پھنس گیا تھا۔ اب اس کے ریوالور میں صر ایک گولی بچی تھی۔ اور ابھی فاصلہ کافی سے زیادہ تھا۔ اور صفدر یہ بھی جانتا تھ اگر مشین گن نے گولیاں اگلنا شروع کر دیں تو ایک تو وہ مارا جائے گا۔ دوسرا اسے کھینچنے والے عمران وغیرہ بھی یقیناً زخمی ہوں گے۔

اسی لمحے ایک اور آدمی دراڑ میں داخل ہوا۔ صفدر نے تیزی سے آخری گو دی۔ وہ آدمی بھی ختم ہو گیا۔ اب صفدر اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ ریوالور لوڈ سکتا۔ اس نے سیڑھی کو دو تین بار زور سے جھٹکا دیا۔ کسی نے اوپر سے جھ اسی لمحے دو اور آدمی دراڑ میں داخل ہوتے ان کی مشین گنوں کا رخ اوپر ہوا مگر

بے بس تھا۔ وہ کیا کر سکتا تھا۔ مگر اوپر سے دو فائر ہوتے اور وہ دونوں بھی ختم ہو گئے عمران نے یقیناً صفدر کی نازک پوزیشن کو سمجھ لیا تھا۔ اب تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا اور چند لمحے بعد وہ یہ فاصلہ بھی طے کر چکا تھا۔ اوپر سے عمران کا ہاتھ نیچے آیا اور پہلے صفدر نے اسے وہ بیگ دیا اور پھر رسی کے سہارے وہ بھی اوپر آ گیا۔

دراس نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا۔ کیونکہ اب وہ قدرے محفوظ ہو چکا تھا۔

"جلدی چلو" ـــــ عمران کی سرگوشی ابھری۔ مگر دوسرے لمحے وہ اچھل پڑا کیونکہ بدی پہاڑی گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھی تھی۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ عمران" —— پاس ہی موجود ایک بڑی چٹان تے فرن کا ہیولا ابھرا۔ دوسرے لمحے عمران نے بیگ تیزی سے قریب کھڑے کیپٹن شکیل کو پکڑا دیا اور پھر وہ تقریباً اڑتا ہوا کرنل فریدی سے جا ٹکرایا۔ فریدی کے ہاتھ سے سٹین گن گر کر اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل پر حمید نے جو کہیں قریب ہی چھپا ہوا تھا، حملہ کر دیا۔ نعما پر بھی ایک اور آدمی آ پڑا۔ اب پہاڑی پر بھرپور جنگ چھڑ گئی۔ اندھیرے میں بہت سے لوگ ایک دوسرے سے دست و گریباں تھے۔ چند لمحے کے وقفہ کے بعد کسی نہ کسی کی بھیانک چیخ سے پہاڑی گونج اٹھتی۔ نعمانی اور اس کے ساتھی غنڈے اس لڑ میں مؤثر کردار ادا کر رہے تھے۔

کرنل فریدی نے عمران کو ڈاج دینا چاہی مگر عمران کی دونوں لاتیں اس کے سینے پڑیں اور فریدی لڑکھڑا کر پیچھے گر گیا۔ مگر گرتے گرتے اس نے عمران کو بھی دوسری طرف اچھال دیا۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصہ میں وہ دوبارہ ایک دوسرے کے مقابل تھے دو خوفناک انسان —— دو خطرناک آدمی —— کرنل فریدی عظیم ترین جاسو جس کا نام سن کر بڑے سے بڑا مجرم کانپ جاتا تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ گوشت

پوست کا نہیں فولاد کا بنا ہوا ہے۔

اُدھر علی عمران — دنیا کا عیار ترین آدمی — جس کے ہاتھ بیشمار بین الاقوامی مجرموں کی گردنیں مروڑ چکے تھے اس وقت آمنے سامنے تھے۔

اس دفعہ حملہ کرنے میں پہل فریدی نے کی۔ عمران وار بچانے کی بجائے اپنی جگہ پر ڈٹا رہا۔ فریدی پورے زور سے عمران سے ٹکرایا اور عمران کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی بہت بڑی چٹان اس سے ٹکرا گئی ہو۔ مگر وہ عمران تھا۔ ذرا سا لڑکھڑایا ضرور۔ مگر گرا نہیں۔ اس کا ہاتھ تیزی سے گھوما اور فریدی کی کنپٹی پر ایک زوردار مکہ پڑا۔ مگر دوسرے لمحے عمران کے پیٹ پر فریدی کا ایک فولادی گھونسہ پڑا اور عمران درد کی شدت سے دوہرا ہو گیا۔ فریدی کا ہاتھ دوبارہ چلا مگر اس بار پھرتی سے عمران پہلو بچا گیا۔ ورنہ جوڈو کا یہ خطرناک ترین وار اس کی گردن کی ہڈی یقیناً توڑ دیتا۔ عمران نے پورے زور سے کہنی فریدی کی پسلیوں میں گھسیڑ دی۔ کراٹے کا خطرناک داؤ جو بڑوں بڑوں کی جان نکال دیتا تھا مگر فریدی پر اس کا کوئی شدید ردعمل نہ ہوا اس نے بائیں ہاتھ کو جھٹکا دیا اور عمران پلٹ کر بائیں طرف جا گرا مگر اس کی دونوں ٹانگیں فریدی کی گردن میں قینچی کی طرح پھنس گئیں اور پھر جیسے ہی عمران پلٹ کر گرا۔ فریدی بھی اس کے ساتھ ہی گھوم گیا۔

پہاڑی پتھروں نے ان کے جسموں پر خاصی ضربات لگائیں لیکن وہاں کس کو اتنا ہوش تھا کہ ان ضربات کے متعلق سوچے —— کرنل فریدی نے پوری قوت سے عمران کی پنڈلیوں پر ضربات لگائیں۔ عمران نے پنڈلیوں کو ذرا سی ڈھیل دے دی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یقیناً پنڈلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ عمران کا جسم ربڑ کی طرح مڑا اور دوبارہ فریدی کے اوپر آ گیا۔ اب عمران کا سر فریدی کی دونوں ٹانگوں کے درمیان تھا اور ہاتھ فریدی کی دونوں ٹانگوں پر مضبوطی سے جم گئے تھے۔

تمام پہاڑی پر زوردار جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ موت اور زندگی کی جنگ۔ ایک خوفناک اور بھیانک جنگ ـــــ اب عمران اور فریدی پلٹیاں کھاتے ہوئے آگے پیچھے ہونے لگے۔ پھر فریدی کا داؤ چل گیا۔ اس نے دو بھرپور مکے عمران کے پہلوؤں پر مارے اور عمران کی ٹانگوں کی گرفت فریدی کی گردن پر ڈھیلی پڑ گئی اور فریدی یکدم دائیں طرف پلٹ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا۔ عمران ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور اس کے پیر کی زوردار ضرب فریدی کے چہرے پر پڑی۔ چوٹ خاصی زوردار تھی مگر فریدی نے اس کا پیر پکڑ کر مروڑ دیا اور عمران پلٹ کر نیچے آگرا۔ وہ لڑھکتے ہوئے کافی دُور جا چکے تھے۔ اب فریدی نے اٹھنے میں پہل دکھائی۔ مگر دوسرے لمحے عمران نے تیزی سے پہلو بدل لیا۔ ورنہ فریدی کی لات اس کے پہلو میں پڑتی۔ عمران پلٹتے ہی اچھلا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں سپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ اس کے سر کی زوردار ضرب فریدی کے سینے پر پڑی اور فریدی کا گھٹنا عمران کے پیٹ پر پڑا۔ اور وہ دونوں ایک بار پھر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ پھر عمران کا ہاتھ بجلی کی طرح لپکا اور اس کی ہتھیلی فریدی کی گردن پر پڑی۔ یہ ایک خطرناک داؤ تھا مگر فریدی یہ وار بھی سہہ گیا۔ اس نے لیفٹ پنچ عمران کی ناک پر جما دیا اور پھر اس کے ہاتھ تابڑ توڑ پڑنے لگے۔ عمران کے سنبھلتے سنبھلتے بھی چار پانچ مکے اس کے چہرے پر پڑ چکے تھے۔ ان مکوں نے عمران کو جھنجھلا دیا۔ اور پھر اس کے دونوں ہاتھ کرنل فریدی کے پہلو پر پڑے۔ اس سے پہلے کہ فریدی کچھ سمجھتا۔ اس کا جسم ہوا میں بلند ہو گیا۔ کرنل فریدی جس کو بڑے سے بڑا طاقتور مجرم بھی آج تک اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا تھا۔ عمران کے ہاتھوں اوپر اٹھ چکا تھا۔ یہ تو عمران ہی جانتا تھا کہ فریدی کو اٹھانے میں اسے کتنی طاقت استعمال کرنا پڑی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس کے پھیپھڑے ابھی پھٹنے والے ہوں۔ اس نے جھٹکے

سے فریدی کو دُور پھینکنا چاہا مگر فریدی سانپ کی طرح پلٹا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ عمران کی پشت پر پڑے اور عمران کے ہاتھوں میں جیسے قوت ہی نہ رہی ہو۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے اوپر گر گئے۔

فریدی نے اٹھتے ہی عمران کی گردن پر ہاتھ ڈالا اور ایک ہی جھٹکے سے عمران کھنچتا ہوا چند قدم دُور جا گرا۔ فریدی نے اس کے سینے پر لات مارنی چاہی مگر عمران تیزی سے پلٹ گیا۔ پھر گھوم کر اس کا دوسرا ہاتھ فریدی کی ٹانگ پر پڑا اور فریدی بھی زمین پر گر گیا۔ اور پھر اس بار دونوں برابر ہی اٹھے۔ فریدی نے جست لگائی اس کا سر عمران کے سینے پر پڑا مگر عمران کے ہاتھ میں فریدی کا ایک بازو آگیا۔ اس نے اسے مضبوطی سے پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور فریدی کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین غائب ہو گئی ہو۔ فریدی کے اس بازو کو جسے عمران نے پکڑا ہوا تھا ایک زوردار جھٹکا لگا اور فریدی کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دوسرے لمحے وہ دونوں فضا میں قلابازیاں کھا رہے تھے۔ اندھیرے میں لڑتے لڑتے وہ پہاڑی کے کنارے پر آ پہنچے تھے۔ اگر عمران کا ہاتھ فریدی کے بازو پر نہ ہوتا تو فریدی یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ مگر اب دونوں کے جسم فضا میں تھے اور وہ دونوں پتنگوں کی مانند نیچے گر رہے تھے۔ جہاں سینکڑوں فٹ نیچے گہرے کھڈ اور خوفناک غار ان کو خوش آمدید کہنے کیلئے منہ پھاڑے تیار کھڑے تھے۔ وہ تیر کی طرح نیچے جا رہے تھے سینکڑوں فٹ نیچے اور نیچے موت ان کے استقبال کے لئے کھڑی تھی۔ موت کے بھیانک قہقہے ان کے کانوں میں گونج رہے تھے اور وہ بے بسی سے ہاتھ پیر مارتے ہوئے موت کی گود میں گر رہے تھے۔ موت کی آغوش۔ بھیانک آغوش ـــ دو عظیم انسانوں کا انجام ـــ موت ـــ اور صرف موت!

کیپٹن شکیل نے ہر لمحہ بگڑتے ہوئے حالات کا اندازہ کرتے ہی فارمولے والے بیگ سمیت نکل جانے کا پروگرام بنالیا۔ عمران کے فریدی پر جھپٹتے ہی حمید کیپٹن شکیل سے بھی الجھ گیا تھا۔ کیپٹن شکیل کے ایک ہاتھ میں بیگ تھا۔ اچانک لگنے والے دھکے سے وہ زمین پر گر پڑا مگر اس نے بیگ نہیں چھوڑا۔ حمید اس پر چڑھا مکے برسا رہا تھا کیپٹن شکیل نے تیزی سے پیر اس کے پیٹ پر جمایا اور پھر دوسرے ہی لمحے حمید اڑتا ہوا دور جا گرا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے اٹھا مگر اٹھتے ہی اس کے بائیں بازو کے ساتھ چھوتا ہوا انگارہ سا نکل گیا۔ درد کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ اس نے ایک جھاڑی کے پیچھے چھلانگ لگا دی۔ اب اس کے ایک ہاتھ میں بیگ تھا اور دوسرا بازو زخمی ہو چکا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اب کسی سے مقابلہ ہو گیا تو وہ اپنی مدافعت مکمل طور پر نہیں کر سکے گا اور نتیجہ میں اپنی جان تو ایک طرف رہی فارمولے سے ہاتھ ضرور دھونے پڑیں گے جو وہ کسی قیمت پر نہیں چاہتا تھا۔

وہ رینگتا ہوا پہاڑی کی شمالی جانب جانے لگا۔ پہاڑی پر اندھیرا ہونے کی وجہ سے ابھی تک اسے کوئی چیک نہیں کر سکا تھا۔

اچانک وہ رک گیا۔ سامنے ایک جھاڑی کے پیچھے اسے ایک سایہ سا بیٹھا نظر آیا۔ وہ جھاڑی کی اوٹ سے فائر کر رہا تھا نجانے کس پر؟ کیپٹن شکیل آگے بڑھتا تو اسے اس

پڑنے کے قریب سے ہو کر گزرنا پڑتا اور پھر فائرنگ کرنے والا یقیناً اس کی آہٹ سن کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا اور یہ کیپٹن شکیل کے لئے خطرناک چیز تھی۔ اس کے پاس ریوالور بھی نہیں تھا۔ اس لئے وہ ایک لمحے کے لئے سوچتا رہا کہ اس سے کیسے نجات پائے؟ دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ اس نے زخمی ہاتھ میں بیگ پکڑا اور دوسرا ہاتھ آہستگی سے زمین پر لہرایا۔ ایک کافی بڑا پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے پتھر کو ہاتھ میں اٹھا کر تولا اور پھر لیٹے ہی لیٹے بازو لہرایا اور اس نے پتھر اچھال دیا۔ نشانہ ٹھیک اپنی جگہ پر لگا اور فائرنگ کرنے والا "اوہ" کی ہلکی سی آواز نکالتا ہوا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اچھا خاصا وزنی پتھر پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔ اس کے زمین پر ڈھیر ہوتے ہی کیپٹن شکیل تیزی سے آگے رینگنے لگا۔

پہاڑی پر کیپٹن شکیل سے تھوڑی دور شدت کی لڑائی ہوتی رہی۔ کبھی کبھی ہونے والی فائرنگ کی روشنی سے اسے ماحول کی شدت کا اندازہ ہو جاتا۔

اب وہ پہاڑی کے شمالی حصہ میں پہنچ چکا تھا۔ یہاں قدرے سکون تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اردگرد کا جائزہ لیا اور اپنے قریب کسی کو نہ پاکر اٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ تیزی سے پہاڑی کے کنارے کی طرف دوڑنے لگا۔ وہ اندھیرا ہونے کے باوجود ایک پتلی سی پگڈنڈی دیکھ چکا تھا جو پہاڑی کے کنارے سے نیچے چلی گئی تھی۔ اس کا رخ اسی پگڈنڈی کی طرف تھا۔

ابھی وہ پگڈنڈی کے قریب پہنچا بھی نہ تھا کہ اسے پہاڑی کے کنارے سے کسی کا سر ابھرتا ہوا نظر آیا۔ وہ تیزی سے زمین پر لیٹ گیا۔ ایک لمحہ بعد ایک شخص جو اندھیرے میں سایہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ پہاڑی پر چڑھ آیا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ شاید یہ بھی پہاڑی پر چڑھنے کی وجہ سے تھا۔ اس کے ہاتھ میں سٹین گن تھی۔ اس نے وہاں رک کر ایک لمحہ کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے ادھر چل پڑا جدھر لڑائی

ہو رہی تھی۔ کیپٹن شکیل پر اس کی نظر نہیں پڑی۔

کیپٹن شکیل نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور پھر آگے کی طرف رینگنے لگا۔ وہ اس پگڈنڈی تک پہنچ گیا تھا۔ ویسے اسے یہ علم نہیں تھا کہ اسٹین گن والا اس آہٹ کو سن چکا تھا۔ وہ مڑ کر حیرت سے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھ رہا تھا جو کنارے بیٹھا پگڈنڈی پر پیر جما رہا تھا۔ پگڈنڈی چونکہ کافی دور تک سیدھی نیچے چلی گئی تھی اس لئے وہ جگہ بے حد ڈھلوان بن گئی تھی۔ کیپٹن شکیل کو احساس تھا کہ اس سے اگر ذرا سی بھی غفلت ہو گئی تو وہ بیگ سمیت سینکڑوں فٹ نیچے جا گرے گا۔ اس کا تصور ایسا بھیانک تھا کہ اس نے خوف سے جھرجھری لی۔ ایک لمحے رک کر اس نے مضبوطی سے پیر جمائے اور پھر وہ اٹھ کر نیچے جانا ہی چاہتا تھا کہ اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کے پیر اپنی جگہ سے اکھڑ گئے۔ وہ منہ کے بل آگے کی طرف جھکا اور دوسرے لمحے وہ فضا میں بری طرح قلابازیاں کھا رہا تھا۔ بیگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نجانے کہاں گہرائیوں میں اترتا چلا جا رہا تھا۔ ضرب کافی زوردار پڑی تھی اس کی آنکھوں کے آگے ستارے سے ناچ گئے۔ اس نے اپنے ذہن پر قابو پانے کی بے حد کوشش کی لیکن اس کی کوشش ناکام رہی اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اب وہ نیچے ہی نیچے گرتا چلا جا رہا تھا ..... مردہ چھپکلی کی طرح۔

عمران اور فریدی دونوں تقریباً یکساں رفتار سے نیچے گر رہے تھے۔ دونوں کے ذہن قابو میں نہیں تھے۔ دونوں کسی چیز کا سہارا لینے کے لئے بری طرح ہاتھ پیر مار رہے تھے لیکن فضا میں ایسی کونسی چیز ہو سکتی تھی جس کا وہ سہارا لے سکتے؟ دونوں کو خوفناک موت منہ کھولے سامنے کھڑی نظر آ رہی تھی۔ فریدی زیادہ پریشان تھا کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ پہاڑی کے اس کنارے کے نیچے ایک خوفناک دلدل موجود ہے اور دلدل میں گرنے کا نتیجہ تھا بے بسی کی موت۔ اس نے شعوری طور پر جسم کو پہاڑی کی طرف جھکولے دینے کی کوشش شروع کر دی تاکہ وہ دلدل سے بچ نکلے لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ پتھریلی زمین پر گرنے سے اس کی ہڈیاں بھی نہیں ملیں گی۔ عجیب بے بسی کا عالم تھا۔

اور پھر چند لمحے بعد دو زوردار دھماکے ہوئے۔ ایک دلدل کے کنارے پر اور دوسرا تقریباً دلدل کے وسط میں۔

دلدل کے کنارے پر گرنے والا کرنل فریدی تھا اور پھر گرتے ہی اس کا ایک ہاتھ کنارے پر اگی ہوئی جھاڑی پر پڑ چکا تھا۔ کرنل فریدی نے فوراً گرفت مضبوط کر لی۔ جھاڑی پر گرفت مضبوط ہوتے ہی اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اس جھٹکے نے اسے اچھال کر کنارے پر پھینک دیا تھا۔ کنارے پر گرتے ہی وہ چند لمحے تک بے حس و حرکت پڑا رہا۔

اس کا ذہن قابو میں نہیں آ رہا تھا

لیکن یہ کیفیت صرف چند لمحے ہی رہی پھر کرنل فریدی اپنے ذہن پر قابو پا چکا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھا۔ اس کا تمام جسم کیچڑ میں لت پت تھا۔ پھر عمران کا کیا حال ہوگا۔ ویسے اسے اندازہ تھا کہ اس وقت جو بھی اسے دیکھتا بھوت ہی سمجھتا۔

کرنل فریدی کو احساس تھا کہ عمران کے گرنے کا دھماکہ اس نے دلدل کے درمیان میں سنا تھا۔ ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا — بھیانک اندھیرا — موت کے سیاہ ماتمی لباس میں لپٹا ہوا اندھیرا — اور اس اندھیرے میں عمران زندہ دفن ہو چکا تھا۔ دلدل کے عین وسط میں۔

عمران جو کبھی اس کا بہترین دوست تھا — عمران جس کی ذہانت اور چالاکی کا وہ دل سے قائل تھا — عمران جس کے لئے اس نے سینکڑوں بار اپنی جان خطرے میں ڈالی تھی۔ آج اس کے سامنے اُسے بھیانک دلدل نگل چکی تھی۔

گو عمران اس وقت اس کا دشمن نمبر ۱ تھا — ایک غیر ملکی جاسوس — لیکن اس کے باوجود اسے بے حد افسوس ہو رہا تھا۔ وہ اگر اپنے ہاتھوں عمران کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تو شاید اسے اتنا افسوس نہ ہوتا — لیکن اب عمران بے بسی کی موت مر چکا تھا لیکن یہاں وہ خود بے بس تھا۔ ویسے یہ یقینی بات تھی کہ اگر کرنل فریدی کے بس میں ہوتا تو وہ یقیناً عمران کو اس خوفناک دلدل کے پنجے سے نکال ہی لیتا۔ کم از کم وہ یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ عمران جیسا عظیم شخص اس بے بسی سے مر جائے۔ بعد میں چاہے وہ اس کے ساتھ جو بھی رویہ اختیار کرتا۔ سو کرتا۔ لیکن اب وہ مجبور تھا۔

کرنل فریدی نے ایک لمحے کے لئے اداس نظروں سے گہرے اندھیرے میں لیٹی ہوئی خوفناک دلدل کی طرف دیکھا اور پھر سر جھٹک کر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ وہ پہاڑی کی دوسری طرف جانا چاہتا تھا جہاں سڑک موجود تھی۔ اس کے قدم آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے

کرنل فریدی سوچ رہا تھا کہ پہاڑی پر ہونے والی لڑائی کا نہ جانے کیا نتیجہ نکلا؟ فارمولا اب کہاں ہوگا —؟ کس کے پاس ہوگا —؟

وہ انہی سوچوں میں گم قدم بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ وہ پہاڑی کے شمالی موڑ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمران تقریباً دلدل کے وسط میں گرا تھا۔ اس کا جسم دلدل میں گھستا چلا گیا۔ پھر ایک وقت آیا جب عمران کا جسم نیچے جانے سے رک گیا۔ عمران کا سانس بند ہو گیا تھا ذہن میں تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اسے فوری طور پر احساس ہی نہ ہو سکا کہ وہ پہاڑی سے گر کر ایک خوفناک دلدل میں دھنس چکا ہے ——— ایک ایسی دلدل جس کے بھیانک تہہ میں ایک دفعہ جو چیز آ جائے پھر اس کا باہر نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ رُکتے ہی غیر ارادی طور پر عمران کے جسم کو ایک دھچکا لگا اور وہ دو تین فٹ بلند ہو گیا۔ لیکن ابھی دلدل کی بیرونی سطح نہ جانے کتنی اونچی تھی۔

عمران نے غیر ارادی طور پر ہاتھ کو حرکت دی تو اچانک اس کا احساس جاگا اور اسے محسوس ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ کی گرفت میں کوئی شاخ سی ہے۔ شاید گرتے ہوئے اس کا ہاتھ کسی جھاڑی کی طویل شاخ پر پڑ چکا تھا اور غیر ارادی طور پر وہ اسے پکڑے ہوتے اپنے ساتھ نیچے لے گیا تھا۔

شاخ کا احساس ہوتے ہی عمران نے تیزی سے اس پر اپنا دوسرا ہاتھ بھی جما دیا۔ شاخ کافی مضبوط تھی کیونکہ دوسرے ہاتھ سے پکڑنے پر اسے جھٹکا سا لگا تھا اور اس جھٹکے نے اسے کچھ اور بلند کر دیا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے سانس روکے ہوتے تھا اور اسے اب محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پھیپھڑے پھٹنے والے ہوں۔

اس کے دماغ پر بار بار بیہوشی غلبہ پانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ہر بار وہ سر جھٹک کر اسے دور کر دیتا کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ وہ کسی دلدل میں دھنس چکا ہے۔ اب اسے یہاں سے کوئی معجزہ ہی زندہ سلامت باہر نکال سکتا تھا۔ لیکن اسے اب اندھیرے میں امید کی ایک ہلکی سی کرن نظر آ گئی تھی۔ وہ شاخ جسے اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا اس کا آخری سہارا تھی۔ گو بظاہر ایک حقیر سا سہارا تھا لیکن وہ زندگی کے آخری لمحے تک جدوجہد کرنے کا قائل تھا۔ اس لئے دیوانہ وار شاخ کو باری باری ایک ہاتھ کی بلندی سے پکڑتا اور پھر ہاتھ کے جھٹکے سے وہ اوپر اٹھ جاتا۔

شاخ گو پتلی تھی مگر کافی سے زیادہ مضبوط تھی۔ پھر عمران شاخ کے سہارے دلدل سے باہر نکلتا چلا گیا ——— بلند ہوتا چلا گیا ——— اور پھر ایک جھٹکے سے اس کا سر دلدل سے باہر نکل آیا۔ اس نے تیزی سے سر جھٹکا اور پھر منہ کھول دیا۔ تازہ ہوا اس کے پھیپھڑوں میں پوری رفتار سے گھستی چلی گئی اور اسے اپنے تمام جسم میں توانائی کی لہریں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ گو وہ دلدل کے اندر صرف چند منٹ تک ہی رہا تھا لیکن اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے دلدل سے باہر نکلنے میں صدیوں جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ یہ صحیح تھا کہ اگر چند لمحے تک اور اسے تازہ ہوا نہ ملتی تو وہ یقیناً دم گھٹنے سے ختم ہو جاتا۔

عمران بچ گیا تھا۔ ایک ناممکن بات ممکن ہو چکی تھی۔ وہ ایک خوفناک دلدل کے پنجے سے زندہ سلامت باہر نکل آیا تھا۔ چند منٹ تک بھرپور سانس لینے کے بعد وہ

شاخ کے سہارے دلدل کے کنارے کی طرف بڑھنے لگا

وہ شاخ جس جھاڑی کی تھی وہ دلدل کے کنارے پر اُگی ہوئی تھی۔ اس کی لمبی لمبی شاخیں دلدل پر دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایسی نجانے کتنی جھاڑیاں اور ہوں گی جن کی شاخوں نے دلدل کی سطح کو ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ قدرت کے اس حسنِ انتظام پر ایمان لے آیا۔ جس طرح ہر بچھو بوٹی کے ساتھ اس کا تریاق پالک پتہ ضرور موجود ہوتا ہے اسی طرح ہر دلدل کے کنارے قدرت نے اس قسم کی بے شمار جھاڑیاں پیدا کر دی ہیں جن کی پتلی پتلی اور طویل شاخیں اپنی مضبوطی کا جواب نہیں رکھتیں۔

آج اسی جھاڑی کی وجہ سے عمران کی جان بچی تھی۔ شاخ کے سہارے وہ جلد ہی دلدل کے کنارے پر پہنچ گیا۔ دلدل سے باہر نکل کر اس کی ہمت جواب دے گئی۔ جان بچانے کی جان توڑ کوشش نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ دلدل کے کنارے پر پہنچتے ہی وہ بیہوش ہو گیا لیکن اب کم از کم اس کی زندگی کو فوری خطرہ نہیں تھا۔



بلیک زیرو عمران کے بارے میں کافی پریشان تھا۔ کئی دنوں سے اسے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ ٹرانسمیٹر پر بھی اس نے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن دوسری طرف سے کوئی بھی جواب نہیں ملا۔

ادھر سر سلطان فارمولے کے بارے میں کافی پریشان تھے کیونکہ اعلیٰ حکام بار بار زور دے

رہے تھے اور عمران غائب تھا۔

آخر تنگ آکر آج سر سلطان نے بلیک زیرو کو حکم دیا کہ وہ خود ساگالینڈ جا کر عمران اور فارمولے کے بارے میں معلوم کرے کہ کیس اب کس پوزیشن میں ہے؟ بلیک زیرو بھی کئی دنوں سے خواہشمند تھا کہ وہ ساگالینڈ جا کر عمران کا ہاتھ بٹائے لیکن عمران کے حکم کی وجہ سے مجبور تھا۔

دارالحکومت میں آج کل کوئی کیس نہیں تھا۔ اب سر سلطان کے حکم کا بہانہ عمران کو مطمئن کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس لئے اس نے ساگالینڈ کا مکمل ارادہ کر لیا اور پھر ایک عام مسافر کے روپ میں وہ پہلے ہمسایہ ملک نافنستان گیا اور وہاں سے اسی ملک کے پاسپورٹ پر جو بلیک زیرو نے پہلے ہی سے تیار کر لیا تھا۔ وہ ساگالینڈ پہنچ گیا۔

کسٹم پوسٹ سے نکل کر بلیک زیرو جیسے ہی باہر آیا اس کی نظر ایک بکسٹال پر پڑی ہوئی اخبار پر پڑی۔ اخبار کی سرخی دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس نے اخبار خریدا اور پھر وہیں ایئرپورٹ کے ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ خبر یہ تھی۔

کامائی کی پہاڑی پر پُراسرار فائرنگ

بیس افراد کی لاشیں دستیاب ہوئیں۔ قیمتی اور اہم فارمولا غائب ہو گیا
سائنسدان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ غیر ملکی جاسوسوں کی پُراسرار سرگرمیاں

کامائی کی پہاڑی پر جس کے نیچے حکومت کی اہم خفیہ لیبارٹری ہے آج رات پُراسرار فائرنگ ہوئی۔ فائرنگ سے محسوس ہوتا تھا جیسے دو پارٹیاں آپس میں لڑ گئی ہوں۔ پہاڑی سے پولیس کو بیس افراد کی لاشیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں آدھے سے زیادہ مقامی غنڈے بھی شامل ہیں زخمیوں میں کرنل فریدی کا اسسٹنٹ کیپٹن حمید بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ لیبارٹری سے معلوم ہونے والی خبر دل دہلا دینے والی

میں بتلایا گیا ہے کہ لیبارٹری سے ایک اہم فارمولا غائب کر دیا گیا ہے جو کل ہی تکمیل تک پہنچا تھا۔ سائنسدان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ مزید تفصیلات کا انتظار ہے"

بلیک زیرو نے کئی بار خبر کو بغور پڑھا۔ پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اخبار کو تہہ کر دیا۔ اس نے بیرے کو چائے لانے کا آرڈر دیا اور پھر سوچ میں گم ہو گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ عمران اس وقت کہاں ہو گا اور آیا عمران اس فارمولے کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا ہے یا نہیں۔ وہ فوری طور پر عمران سے ملنا چاہتا تھا۔ عمران سے ملاقات کا اور تو کوئی ذریعہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا سوائے ٹرانسمیٹر پر رابطے کے۔ اور اس نے اسی ذریعہ کو آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔

بیرا چائے سرو کر چکا تھا۔ بلیک زیرو نے چائے بنائی اور پھر ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا۔ چائے پی کر اس نے بل ادا کیا اور پھر باہر جانے کی بجائے ٹوائلٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹوائلٹ میں داخل ہو کر اس نے ٹوائلٹ کا دروازہ بند کیا۔

جیسے ہی ٹوائلٹ کا دروازہ بند ہوا۔ بلیک زیرو کی میز کے قریب کی میز پر بیٹھا ہوا ایک آدمی تیزی سے اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کو اس نے اپنی طرف کھسکایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہارڈ اسٹون" ——— دوسری طرف سے کرنل فریدی کی آواز سنائی دی۔

"نمبر ون سکس سر ——— ایک مشتبہ آدمی ابھی ابھی طیارے سے اترا ہے" ——— نمبر ون سکس جو ریسیور ایک سائیڈ پر لئے کھڑا تھا، نے دبی آواز میں کہا۔

"تمہیں کس بات پر شبہ ہوا ہے" ——— ؟ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"سر! ——— وہ اخبار میں موجود پہاڑی والی خبر کو بڑے غور سے پڑھ رہا تھا۔ اس سے اور اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بھی کسی حد تک اس کیس میں ملوث ہے" ——— سکس نے بتلایا۔

"حالانکہ تم کہہ رہے ہو کہ وہ ابھی ابھی طیارے سے اترا ہے" ——— کرنل فریدی کا لہجہ کافی حد تک سخت تھا۔

"م ——— مم ——— مگر ——— سر" ——— نمبر ون سکس کی آواز لڑکھڑا گئی۔ شاید اس کی وجہ فریدی کے لہجے کی سختی تھی۔

"اب کہاں ہے وہ" ——— ؟ فریدی نے اس بار قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ٹوائلٹ میں" ——— نمبر ون سکس نے ذرا سنبھل کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— تم اس کا تعاقب کرو ——— اور پھر مجھے رپورٹ دینا" ——— فریدی نے حکم دیا اور ریسیور رکھ دیا۔

نمبر ون سکس نے بھی ریسیور رکھا اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا سکہ نکال کر ٹیبل پر رکھ دیا۔ کاؤنٹر کلرک جو کسی ضخیم رجسٹر میں گم تھا، نے چونک کر دیکھا۔ نمبر ون سکس نے فون کی طرف اشارہ کیا۔ کاؤنٹر کلرک نے "تھینک یو" کہہ کر سکہ دراز میں ڈال دیا۔

نمبر ون سکس تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ریسٹورنٹ سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر اس نے ایک سائیڈ پر کھڑی ہوئی ایک موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور اس پر بیٹھ گیا۔ وہ تعاقب کے لئے اب پوری طرح تیار تھا۔

بلیک زیرو ٹوائلٹ میں واچ ٹرانسمیٹر پر عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کافی دیر تک کوشش کرنے کے باوجود وہ رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہا۔ آخر مایوس ہو کر وہ ٹوائلٹ سے باہر آیا اور پھر ریسٹورنٹ سے باہر نکل کر وہ ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔

ایک خالی ٹیکسی میں بیٹھ کر اس نے ڈرائیور کو شیرز ہوٹل چلنے کے لئے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ٹیکسی شیرز ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ بلیک زیرو

نے باہر نکل کر کرایہ ادا کیا اور پھر وہ ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو گیا۔

اسی لمحے ممبر ون سکس نے بھی موٹر سائیکل کمپاؤنڈ میں روکی اور پھر وہ بھی مین گیٹ میں داخل ہو گیا۔

بلیک زیرو کمرے کی چابی لے کر لفٹ میں داخل ہوا تو ممبر ون سکس کاؤنٹر پر پہنچ گیا اس نے دیکھا کہ کاؤنٹر گرل رجسٹر پر اندراجات مکمل کر رہی تھی۔ ممبر ون سکس نے اندراجات پر ایک نظر ڈالی۔ کمرہ نمبر ۲۰۱ تیسری منزل جاوید احمد کے نام سے بک ہوا تھا۔ ممبر ون سکس کا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔

کاؤنٹر گرل نے چونک کر سر اٹھایا۔

'فرمایئے' ــــــ اس نے بڑی شیریں آواز میں کہا۔

'مسٹر سرفراز آپ کے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں' ــــــ ؟ ممبر ون سکس نے فرضی نام بتلاتے ہوئے کہا۔

'مسٹر سرفراز' ــــــ کاؤنٹر گرل نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

'نہیں جناب! ــــ سرفراز نام کے کوئی صاحب ہمارے ہوٹل میں نہیں ٹھہرے'۔ کاؤنٹر گرل نے جواب دیا۔

'اچھا ــــ حیرت ہے ــــ مجھے تو انہوں نے کہا تھا کہ میں شیرز ہوٹل میں قیام کروں گا' ــــــ ممبر ون سکس نے چہرے پر حیرت کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

'مجھے افسوس ہے کہ مسٹر سرفراز یہاں مقیم نہیں ہیں' ــــ کاؤنٹر گرل نے کاروباری انداز میں جواب دیا۔

'او۔ کے ــــ تھینک یو' ــــــ ممبر ون سکس نے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔ کاؤنٹر گرل دوبارہ رجسٹر میں اندراجات کرنے میں منہمک ہو گئی۔

کیپٹن شکیل کی جب آنکھ کھلی تو ایک لمحے تک وہ خالی نظروں سے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے دماغ کی سلیٹ بالکل صاف تھی لیکن آہستہ آہستہ اس پر مدھم مدھم نقوش ابھرنے لگے اور پھر اسے سابقہ تمام واقعات یاد آ گئے

وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ پھر یہ دیکھ کر اسے حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا کہ وہ ایک آرام دہ بستر پر موجود ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا آراستہ کمرہ تھا جس کے درمیان رکھے ہوئے نرم و گداز بستر پر اس وقت کیپٹن شکیل بیٹھا تھا۔ اس کا تمام جسم سفید پٹیوں سے لپٹا ہوا تھا۔ سر پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔

وہ حیران رہ گیا کہ وہ تو پہاڑی کی چوٹی سے گرا تھا لیکن اب وہ آراستہ کمرے میں آرام دہ بستر پر موجود ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ــــ اور کب ہوا؟ وہ کتنے عرصہ بیہوش رہا ــــــ ؟ اور اسے اس کمرے تک لے آنے والی شخصیت کونسی ہے ــــ ؟ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ اس نے جسم میں شدید نقاہت کو محسوس کیا اور ایک بار پھر وہ بستر پر لیٹ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نامعلوم نجانے کس کے ہاتھ لگا اور اس کا سامان وغیرہ کہاں ہیں؟

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر اندر آنے والی شخصیت کو دیکھ کر کیپٹن شکیل نے طویل سانس لی۔ اندر آنے والا کرنل فریدی تھا۔ وہ مسکراتا ہوا بستر کی طرف بڑھا۔

کیپٹن شکیل اضطراری طور پر اٹھ بیٹھا۔

"لیٹے رہو۔۔۔ لیٹے رہو"۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے کہا اور پھر خود اس کے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری"۔۔۔؟ کرنل فریدی کی آواز میں ہمدردی تھی۔

"آپ کی مہربانی کی وجہ سے زندہ ہوں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا ویسے لہجے میں موجود ہلکی سی طنز کو کرنل فریدی نے بھی محسوس کر لیا۔

"پہاڑی سے گرنے کی وجہ سے تمہیں کافی چوٹیں آئی تھیں۔۔۔ ویسے قدرت کو تمہاری زندگی منظور تھی کہ تم گھنی جھاڑیوں کے ایک وسیع جال میں جا گرے ورنہ"۔۔۔ کرنل فریدی نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ورنہ آپ سے شرفِ ملاقات کی بجائے منکر نکیر سے ہمکلام ہو رہا ہوتا"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکرا کر جواب دیا۔

"خوب ہے۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ عمران مرحوم کے ساتھی بھی اسی کی طرح بے فکر اور خوش مذاق ہیں"۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"کیا کہا۔۔۔ عمران مرحوم"۔۔۔ کیپٹن شکیل کے ذہن میں بم کا دھماکہ ہوا۔ وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

"ہاں!۔۔۔ مجھے افسوس ہے کہ میرا بہترین دوست اور اس دنیا کے عظیم دماغوں میں سے ایک دماغ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے"۔۔۔ کرنل فریدی کا لہجہ واقعی افسردہ تھا۔

"تو۔۔۔ تو۔۔۔ کیا واقعی۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ عمران نہیں مر سکتا"۔۔۔ عمران کی موت کی خبر سن کر کیپٹن شکیل کا دماغ پھٹ رہا تھا۔ اسے اس خبر پر قطعی یقین نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔۔۔ مجھے خود اس کی اس قدر بے بسی کی موت پر بے حد افسوس ہے"۔۔۔ کرنل فریدی نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"بے بسی کی موت"۔۔۔ کیپٹن شکیل۔۔۔ فریدی کے سخت لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑبڑایا۔

"ہاں!۔۔۔ دراصل بات یہ ہوئی کہ مجھے آپ لوگوں کے پروگرام کا پہلے پتہ چل گیا تھا چنانچہ میں نے پہاڑی کا محاصرہ کرا لیا۔۔۔ جب آپ کا ساتھی فارمولا لے کر اوپر آیا تو ہم نے ریڈ کر دیا۔۔۔ عمران مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ ہم دونوں لڑتے لڑتے پہاڑی سے نیچے گر گئے۔ پہاڑی کے اس کنارے کے نیچے ایک خوفناک دلدل ہے۔ ہم دونوں اس دلدل میں گر پڑے۔۔۔ مجھے چونکہ اس دلدل کا پہلے سے علم تھا اس لئے میں نے شعوری کوشش کی کہ میں حتی الوسع دلدل کے کنارے کے قریب گروں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں دلدل کے کنارے کے قریب گرا اور پھر ایک جھاڑی کی مدد سے باہر نکل آیا لیکن عمران چونکہ دلدل کے وجود سے لاعلم تھا۔ اس لئے وہ دلدل کے عین درمیان میں گرا اور پھر اس خوفناک دلدل نے اسے زندہ نگل لیا۔ تم خود اندازہ کرو کہ اتنی بلندی سے اتنی خوفناک اور گہری دلدل میں گر کر کون باہر نکل سکتا ہے"۔۔۔؟ فریدی نے تفصیل بتلائی۔

"تو کیا واقعی عمران صاحب دلدل سے نہیں نکل سکے"۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے قدرے بے بسی سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ میں نے کافی دیر تک وہاں کنارے پر انتظار کیا مگر"۔۔۔ کرنل فریدی یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

کیپٹن شکیل بھی خاموش رہا۔ وہ گہری سوچوں میں غرق تھا۔ اسے عمران کی موت کا سن کر کچھ عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔

"اب ہماری تمہاری لڑائی ختم ہو چکی ہے ۔۔۔ عمران مر چکا ہے اور فارمولا واپس ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے ۔۔۔ چنانچہ اب تم میرے مہمان ہو ۔۔۔ جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو میں تمہیں واپس تمہارے ملک بھجوا دوں گا" ۔۔۔ کرنل فریدی نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"فارمولا آپ کو کہاں سے ملا" ۔۔۔ ؟ کیپٹن شکیل چونک پڑا۔

"وہیں پہاڑی پر سے ملا ہے" ۔۔۔ کرنل فریدی نے بغور کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ" ۔۔۔ کیپٹن شکیل خاموش ہو گیا۔ ویسے اس بات پر اسے اچھی طرح یقین تھا کہ فریدی غلط کہہ رہا ہے۔ فارمولا پہاڑی پر سے کیسے مل سکتا ہے جبکہ وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کہیں نیچے گہرائیوں میں گر چکا تھا اور عمران کے متعلق بھی اب وہ مشکوک ہو گیا کہ آیا عمران واقعی مر چکا ہے ۔۔۔ یا ۔۔۔ کرنل فریدی کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

کرنل فریدی خاموشی سے کیپٹن شکیل کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا مگر اس کی آنکھیں ہی بتا رہی تھیں کہ وہ الجھنوں کا شکار ہو گیا ہے ورنہ اس کا چہرہ حسب معمول سپاٹ ہی تھا۔

"کرنل صاحب! ۔۔۔ اب کیا آپ مجھے باہر جانے کی اجازت دے دیں گے" ۔ کیپٹن شکیل نے ایک خیال کے تحت چونک کر کرنل فریدی سے پوچھا۔

"ابھی تمہاری حالت اس قابل نہیں کہ تم باہر نکلو ۔۔۔ ویسے میری طرف سے مکمل اجازت ہے" ۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کی ہمدردی کا شکریہ کرنل صاحب! ۔۔۔ ویسے میں اپنے آپ کو ٹھیک پا رہا ہوں اس لئے میں باہر جانا چاہتا ہوں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میری طرف سے اجازت ہے" ۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"شکریہ" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر بستر سے اٹھنے لگا۔ گو اس تھوڑی سی حرکت سے بھی اس کے جسم میں درد کی شدید لہریں دوڑ گئی تھیں۔ مگر اس نے ضبط کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں چلتا ہوں ۔۔۔ تم کپڑے بدل لو ۔۔۔ سامنے الماری میں کپڑے موجود ہیں۔ پھر باہر آ کر چائے پی لو" ۔۔۔ کرنل فریدی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہتر" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور کرنل فریدی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

کمرے سے باہر نکل کر کرنل فریدی سیدھا ڈرائینگ روم میں گیا۔ وہاں اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"یس سر" ۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ہارڈ اسٹون" ۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

"نمبر الیون سر" ۔۔۔ نمبر الیون نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر الیون! ۔۔۔ ابھی ابھی میری کوٹھی سے عمران کا ساتھی باہر نکلے گا۔ تم کسی کو اس کے تعاقب پر لگا دو ۔۔۔ میں اس کی نقل و حرکت کی مکمل رپورٹ چاہتا ہوں" ۔ کرنل فریدی نے حکم دیا۔

"بہت بہتر سر! ۔۔۔ میں ابھی انتظام کرتا ہوں" ۔۔۔ نمبر الیون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔ فریدی نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر کرنل فریدی نے کال بیل بجائی۔ ملازم کے آنے پر اسے چائے لانے کا کہا اور پھر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

حمید چونکہ کافی زخمی ہوگیا تھا اس لئے وہ ہسپتال میں تھا۔ ویسے اس کی حالت خطرے سے قطعی باہر تھی۔

کیپٹن شکیل، کرنل فریدی کو دلدل سے نکل کر پہاڑی کے شمالی موڑ مڑتے ہی نظر آگیا تھا۔ وہ گھنی جھاڑیوں میں بے ہوش پڑا تھا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ گھنی جھاڑیوں کے وسیع جال نے اسے تھام لیا تھا ورنہ اس طرح گرنے پر اس کی ہڈیاں چور چور ہو جاتیں۔ کرنل فریدی اسے اٹھوا کر کوٹھی لے آیا تھا۔

کرنل فریدی کو دراصل فارمولے کی تلاش تھی۔ فارمولا نہیں مل رہا تھا۔ فارمولا نہ پہاڑی پر تھا اور نہ ہی عمران کے کسی اور ساتھی سے مل سکا تھا۔

عمران کا صرف ایک اور ساتھی صفدر پہاڑی پر بے ہوش ملا تھا۔ وہ سخت زخمی تھا۔ اس لئے کرنل فریدی نے اسے فی الحال ہسپتال میں ہی رہنے دیا تھا۔ ویسے کرنل فریدی کی بلیک فورس اس کی نگرانی کر رہی تھی۔

کرنل فریدی کو شبہ تھا کہ فارمولے کا ضرور کیپٹن شکیل کو پتہ ہوگا۔ کیونکہ وہ پہاڑی پر سے ملنے کی بجائے پہاڑی کی دوسری طرف گرا ہوا ملا تھا۔

کرنل فریدی نے سوچا کہ ہوسکتا ہے وہ فارمولا لے کر بھاگ رہا ہو کہ کسی وجہ سے پہاڑی پر سے گر پڑا ہو۔ ویسے اس نے اچھی طرح کیپٹن شکیل کے گرنے والی جگہ کے ارد گرد تلاش کیا تھا لیکن فارمولے والا بیگ کہیں بھی نہیں ملا تھا۔ اب وہ کیپٹن شکیل کی نقل و حرکت کی نگرانی کروا کر اس کا کھوج لگوانا چاہتا تھا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ لباس بدل چکا تھا لیکن سر پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ کرنل فریدی کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

اسی وقت ملازم چائے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے ٹرالی میز کے

قریب روکی اور پھر چائے کی دو پیالیاں بنا کر ایک کیپٹن شکیل کے آگے رکھ دی اور دوسری کرنل فریدی کے سامنے۔

"چائے پیو" ۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

کیپٹن شکیل نے خاموشی سے پیالی اٹھائی اور ایک چھوٹا سا گھونٹ لے کر پیالی واپس میز پر رکھ دی۔

"کیپٹن حمید کہاں ہیں" ۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"وہ بہت زخمی ہوا تھا ۔۔۔ ابھی تک ہسپتال میں ہے" ۔۔۔ کرنل فریدی نے چائے کا گھونٹ پینے کے بعد جواب دیا۔

"اب کیا حال ہے ۔۔۔"؟ کیپٹن شکیل نے رسمی طور پر پوچھا۔

"اب پہلے سے بہتر ہے" ۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

پھر خاموشی طاری ہوگئی۔ دونوں چائے پیتے رہے۔

"ہمارا ایک اور ساتھی بھی وہاں تھا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے صفدر کا خیال آتے ہی پوچھا۔

"ہاں! ۔۔۔ وہ بھی کافی زخمی تھا ۔۔۔ وہ بھی ہسپتال میں ہے اور اس کی حالت بھی اب خطرے سے باہر ہے" ۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

چائے پی کر کیپٹن شکیل نے پیالی میز پر رکھی اور کچھ سوچنے لگا۔

"تم شاید عمران کے نئے ساتھی ہو" ۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

"جی ہاں! ۔۔۔ مجھے عمران صاحب کے ساتھ شامل ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے آہستگی سے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے" ۔۔۔؟ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"کیپٹن شکیل ۔۔۔ میں ملٹری انٹیلی جنس سے ٹرانسفر ہوکر آیا ہوں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل

نے اپنا اصل نام بھی بتلا دیا اور پوزیشن بھی۔ کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ کرنل فریدی چاہے کتنا ہی دشمن ہے لیکن ایک عظیم ظرف کا مالک ہے اور اسے یہ معمولی سی بات بتلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"اچھا اب مجھے اجازت دیجئے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل کھڑا ہو گیا۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں کار پر بھیج دوں جہاں بھی تم جانا چاہو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کھڑے ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔ میں ٹیکسی پر چلا جاؤں گا۔۔۔۔ شکریہ!"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ پرس رکھ لو۔۔۔۔ تمہاری جیب سے ملا تھا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اس کی طرف پرس بڑھایا۔

کیپٹن شکیل نے پرس لے کر شکریہ ادا کیا اور پھر کرنل فریدی سے ہاتھ ملا کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا کوٹھی کے بیرونی گیٹ سے باہر نکل گیا۔

کرنل فریدی برآمدے میں کھڑا کیپٹن شکیل کو جاتے دیکھتا رہا اور پھر مڑ کر واپس ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

Anbar My love



نعمانی بھی لڑائی میں خاصا زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھی غنڈوں میں سے تقریباً

آدھے سے زیادہ مارے جا چکے تھے۔ باقی سخت زخمی تھے۔

نعمانی کے ساتھی غنڈے واقعی ناگل دادا کے لئے اپنی جان پر کھیل گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے بھی بھاگنے یا بزدلی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ شائد یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ وہ ناگل دادا جیسے بڑے غنڈے کے تحت لڑ رہے تھے۔

نعمانی نے جب لڑتے لڑتے یہ دیکھا کہ ان کا پلڑا خاصہ ہلکا جا رہا ہے اور اس کے کافی سے زیادہ ساتھی یا مارے جا چکے ہیں یا زخمی ہو گئے ہیں۔ عمران، کیپٹن شکیل اور صفدر تینوں میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا تو اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اب وہ لڑائی سے علیحدہ ہو جائے۔ خوامخواہ اپنی جان گنوانے کا تو کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ موقع دیکھتے ہی اس نے بھی پہاڑی کے شمالی حصے کا رخ کیا تھا۔

لڑائی اب کافی حد تک سرد پڑ چکی تھی۔ اکا دکا فائرنگ پتھروں کی اوٹ سے کی جا رہی تھی۔

نعمانی تیزی سے رینگتا ہوا شمالی حصے کی طرف آیا اور پھر اسے بھی وہ پگڈنڈی نظر آ گئی جہاں سے کیپٹن شکیل اترنا چاہتا تھا۔ اس نے پیروں کے بل نیچے اترنے کی بجائے گھسٹنا زیادہ مناسب سمجھا۔ وہ نیچے گھسٹتا چلا گیا۔ ایک دو جگہ پر وہ پھسلا بھی لیکن جھاڑیوں یا چٹانوں کے سرے ہاتھ میں آ جانے کی وجہ سے بچ گیا۔

جلد ہی نعمانی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔ دامن میں گھنی جھاڑیوں کا جال تھا۔ وہ تیزی سے آگے کی طرف بڑھنے لگا۔ چلتے چلتے اچانک اس کے پاؤں کو ٹھوکر لگی اور وہ منہ کے بل نیچے زمین پر جا گرا۔ گرتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور پھر جھک کر دیکھنے لگا۔ اسے شبہ ہوا تھا کہ اس نے کسی جھاڑی کی بجائے کسی اور چیز سے ٹھوکر کھائی ہے۔ پھر جیسے ہی وہ نیچے جھکا۔ اس کے منہ سے بے اختیار ہلکی سی سیٹی کی آواز نکلی۔

اس کے پیروں میں ایک جھاڑی کی جڑ کے ساتھ ایک بیگ پڑا ہوا تھا۔ فارمولے والا بیگ ـــ اس بیگ کو وہ ایک پتھر کی آڑ سے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ جبکہ صفدر یہ بیگ عمران کے حوالے کر رہا تھا۔ اس نے لپک کر بیگ کو اٹھایا اور پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

اسی لمحے اسے خیال آیا کہ بیگ یہاں خود بخود نہیں گرا ہوگا۔ اس کا کوئی ساتھی شاید صفدر یا کیپٹن شکیل اس بیگ کو لے کر بھاگ رہا ہوگا کہ پہاڑی پر سے گر گیا ہوگا۔ اس نے اپنا شبہ مٹانے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ اسی لمحے اچانک وہ چونکا اور پھر تیزی سے گھنی جھاڑیوں میں دبک گیا۔

کوئی خاصا لحیم شحیم آدمی پہاڑی کا موڑ کاٹتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بیگ نعمانی کے ہاتھ میں تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ بیگ کتنا قیمتی اور اہم ہے۔ چنانچہ اس نے اس آدمی سے ٹکرانے سے زیادہ یہ بہتر سمجھا کہ بیگ لیکر نکل جائے۔ چنانچہ نووارد کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی وہ جھکا اور جھاڑیوں کی اوٹ لئے آگے بڑھنے لگا۔

جلد ہی وہ پہاڑی سے کافی دور نکل آیا۔ اس نے سڑک کی طرف جانے کی بجائے جنگل کا راستہ اختیار کرنا زیادہ بہتر سمجھا۔ کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ سڑک کو پولیس یا لیبارٹری کی سکیورٹی پولیس نے گھیر رکھا ہوگا۔

جنگل میں چکر کاٹتا ہوا نعمانی پہاڑی کی جنوبی رُخ کی طرف آ نکلا۔ اس طرف ایک خوفناک دلدل تھی۔ وہ دلدل کے کنارے کنارے چلنے لگا۔

اچانک اسے محسوس ہوا جیسے کوئی آدمی کسی جھاڑی کی اوٹ سے نکلا ہو۔ نعمانی وہیں دبک گیا۔ وہ سایہ سا اندھیرے میں آگے جانے لگا۔ نعمانی نے محسوس کیا کہ وہ اس شخص کو جانتا ہے۔ اس کے چلنے کا انداز اسے شناسا معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا شبہ مٹانے کے لئے منہ سے سیٹی کی ایک مخصوص آواز نکالی یہ سیکرٹ سروس کا مخصوص کوڈ تھا

سیٹی کی مخصوص آواز سُنکر آگے جانے والا شخص ٹھٹھک گیا۔ دوسرے لمحے وہ تیزی سے مڑا اور پھر نعمانی کو وہی سیٹی کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اس کا شبہ مٹ چکا تھا۔ آگے جانے والا اپنا ہی آدمی تھا۔

نعمانی تیزی سے جھاڑی کی اوٹ سے نکلا اور پھر اس آدمی کی طرف بڑھنے لگا۔

آدمی وہیں رک چکا تھا۔ جلد ہی نعمانی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ارے بھئی کہیں بھوت پریت تو نہیں ہو ـــ؟ پہلے بتا دو تاکہ میں آسانی سے بیہوش ہو سکوں" ـــ رُکے ہوئے شخص نے کہا۔

"ارے عمران صاحب آپ" ـــ نعمانی عمران کی آواز سُنکر اچھل پڑا۔

"نعمانی تم" ـــ اب حیران ہونے کی باری عمران کی تھی۔

"عمران صاحب! ـــ فارمولے والا بیگ یہی تو نہیں" ـــ؟ نعمانی نے مطلب کی بات کی۔

"بیگ!" ـــ عمران بیگ کو دیکھتے ہی اچھل پڑا ـــ "زندہ باد نعمانی زندہ باد ـــ ویری گڈ ـــ ہاں یہ ہی بیگ ہے" ـــ عمران نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔

"یہ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگ گیا" ـــ؟ عمران حیرت سے بیگ اور نعمانی کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ پہاڑی کی دوسری طرف نیچے جھاڑیوں میں پڑا ہوا ملا ہے" ـــ نعمانی نے جواب دیا۔

"جھاڑیوں میں ـــ اور پہاڑی کے نیچے" ـــ عمران حیرت زدہ رہ گیا۔

"عمران صاحب! ـــ اب یہاں سے نکلنے کی ترکیب کرنی چاہیئے ـــ پوری پہاڑی اور اردگرد کے علاقہ کی ناکہ بندی ہو چکی ہے" ـــ نعمانی کو خیال آگیا۔

"تم فکر نہ کرو معوت بھائی! —— اب یہ طلسماتی بیگ ہمارے پاس ہے۔ اب دنیا کی پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی" —— عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھوت تو آپ معلوم ہو رہے ہیں عمران صاحب! —— اگر جولیا آپ کو اس میں دیکھ لے تو" —— نعمانی نے ہنستے ہوئے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"ارے نہیں یار! —— میں تو سمجھتا ہوں کہ میں پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوں" —— عمران نے جواب دیا۔

"جی ہاں! —— جی ہاں! —— واقعی کیا کہنے ہیں آپ کی خوبصورتی کے" —— نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اور ہاں! —— صفدر، شکیل اور نادر کا کیا بنا" —— ؟ عمران نے اچانک ایک آتے ہی چونک کر پوچھا۔

"جب میں پہاڑی سے بھاگا ہوں تو مجھے صفدر اور شکیل تو نظر نہیں آئے۔ نادر مر چکا ہے —— میرے سامنے اس کے سر میں گولی لگی تھی" —— نعمانی نے بھی ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ" —— عمران نادر کی موت پر افسردہ ہو گیا۔

"آپ پہاڑی کی بجائے یہاں کیسے موجود ہیں —— اور آپ کا یہ حلیہ کیسے ہو نعمانی نے پوچھا۔

"میں اور کرنل فریدی لڑتے لڑتے پہاڑی سے گر گئے تھے۔ پھر ہم دونوں خوفناک دلدل میں گر گئے —— یہ تو خدا کی قدرت تھی کہ جھاڑی کی ایک مضبوط کی وجہ سے میں اس خوفناک دلدل سے باہر نکل سکا" —— عمران نے مختصر اسے تبلائے۔

"اور کرنل فریدی" —— ؟ نعمانی نے سوال کیا۔

جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ دلدل کے کنارے پر گرا تھا —— ظاہر ہے وہ بچ ہو گا" —— عمران نے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ کرنل فریدی بھی یہیں کہیں آس پاس ہی ہو گا" —— نی نے چونک کر کہا۔

"نہیں —— وہ جا چکا ہو گا —— میرا خیال ہے کہ میں دلدل کے کنارے کافی دیر تک ش پڑا رہا ہوں۔ پھر مجھے باہر نکلنے میں بھی کافی دیر لگی ہے —— فریدی جلدی نکل ہو گا —— اور ظاہر ہے کہ کہیں آس پاس ہوتا تو اب تک ضرور مڈھبیڑ ہو جاتی" —— ران نے اپنا اندازہ بتلایا۔

نعمانی ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

عمران بھی کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ شاید کیپٹن شکیل اور صفدر کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے عمران صاحب" —— ؟ نعمانی نے سکوت توڑا۔ وہ شاید اس ماحول سے نکل جانے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔

"نعمانی! —— کیا تمہارے والا اڈہ کچھ دنوں کے لئے کام دے سکتا ہے" —— ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں —— کیوں نہیں —— ابھی تک کرنل فریدی کے قدم اس اڈے تک نہیں پہنچے" —— نعمانی نے جواب دیا۔

"لیکن تمہارے ساتھی غنڈوں کی وجہ سے فریدی یقیناً اس اڈے تک ضرور پہنچ جائے گا" —— عمران نے ایک خیال ظاہر کیا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو گا —— کیونکہ یہ غنڈے ایسے تھے جن کو فیروز خفیہ رکھتا ہے وہ انہیں اڈے پر نہیں آنے دیتا" —— نعمانی نے جواب دیا۔

"پھر ٹھیک ہے — چلو تمہارے فیروز کی دعوت و مہمانی قبول کر لیں"۔
نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور نعمانی نے کندھے جھٹک کر عمران کے فیصلے کی تائید
اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوتے پہاڑی کے شمالی موڑ کی طرف بڑھتے

بلیک زیرو کمرے میں بیٹھا آئندہ کے لائحہ عمل پر غور کر رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ اس بارے میں غور کرتا رہا لیکن کوئی صورت اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ...وں سے اچانک وہ چونک پڑا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ ایک لمحے ...لئے اس کی آنکھوں میں الجھن کی ڈوری ابھری پھر مٹ گئی۔

وہ آہستہ سے اٹھا اور اس نے چٹخنی گرا دی۔ باہر دروازے پر موجود آدمی کو دیکھکر ...بری طرح چونک پڑا۔ اس شخصیت کو ہزاروں میں سے صاف پہچان لیتا تھا۔ ...زے پر موجود آدمی کرنل فریدی تھا۔ جس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ...ئی تھی۔

"تشریف لائیے" — بلیک زیرو نے قدرے سنبھلتے ہوئے اسے اندر آنے کے لئے ...اور خود ایک طرف ہٹ گیا۔

"شکریہ" — کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اندر داخل ...یا۔ سامنے رکھے صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس نے پہلے اپنا تعارف کرانا ضروری سمجھا۔

"مجھے کرنل فریدی کہتے ہیں" ——— کرنل فریدی نے کہا۔

"اوہ ——— آپ ہی کرنل فریدی ہیں ——— بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ——— آپ کے کارناموں کی دھوم تو ساری دنیا میں مچی ہوئی ہے" ——— بلیک زیرو نے اپنے چہرے پر خوشی کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے جواب دیا۔

"شکریہ!" ——— کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے جاوید احمد کہتے ہیں ——— اور میں آج ہی ناغنفتان سے آیا ہوں" ——— بلیک زیرو نے جواباً تعارف کرایا۔

"مسٹر جاوید! ——— آپ دیر سے آئے ہیں ——— عمران مر چکا ہے" ——— کرنل فریدی نے براہِ راست اعصابی حملہ کیا۔

حملہ واقعی زوردار تھا۔ بلیک زیرو کافی کوشش کے باوجود اپنے آپ کو چونکنے سے باز نہ رکھ سکا۔

"جی" ——— اس کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں ——— میں صحیح کہہ رہا ہوں" ——— کرنل فریدی نے بغور بلیک زیرو کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن کون عمران ——— ؟ اور میرا عمران سے کیا تعلق ——— ؟" بلیک زیرو اب سنبھل چکا تھا۔

"بہر حال آپ ایئرپورٹ پر بڑے غور سے اخبار پڑھ رہے تھے ——— پھر آپ نے ڈائمنڈ میں جاکر عمران سے ٹرانسمیٹر پر بات کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ اس لئے میں نے یہاں آکر آپ کو مطلع کر دینا اپنا فرض سمجھا ——— وہ اور میں پہاڑی پر ... ہوئے پہاڑی کے دامن میں موجود خوفناک دلدل میں گر گئے۔ میں تو نکل جانے میں کامیاب ہو گیا مگر" ——— کرنل فریدی نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

بلیک زیرو کرنل فریدی کی معلومات پر دل ہی دل میں عش عش کر اٹھا۔ وہ ... سمجھنے لگا کہ وہ ایئرپورٹ پر اترتے ہی کرنل فریدی کے آدمیوں کی نظر میں آگیا تھا۔ ... اسے یقین ہو گیا کہ کرنل فریدی کے آدمی صرف اخبار میں وہ خبر پڑھنے پر اس کے ... لگے ہوں گے اور ویسے بھی وہ کبھی کرنل فریدی کے سامنے نہیں آیا تھا۔ اس ... کرنل فریدی کا اس کی اصل حیثیت پہچاننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"میں آپ کی معلومات کی داد دیتا ہوں ——— مگر میں نے تو فطری تجسس سے مجبور ہو کر خبر پڑھی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات نہیں ——— میں نہ تو کسی عمران کو جانتا ہوں اور نہ ہی میرا عمران وغیرہ سے کوئی تعلق ہے" ——— بلیک زیرو اب بڑے اعتماد سے بات کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے ——— ایسا ہی ہوگا ——— لیکن پھر آپ نے اپنے چہرے پر میک اپ کیوں کیا ہوا ہے" ——— ؟ کرنل فریدی کے لہجے میں بھی اعتماد تھا۔

"اوہ میک اپ! ——— اچھا اچھا ——— آپ اس میک اپ کی وجہ سے مجھ پر شک کر رہے ہیں ——— دراصل بات یہ ہے کہ میرا تعلق ناغنفتان کے ایک تھیٹر سے ہے ——— میں وہاں میک اپ ماسٹر کے طور پر کام کرتا ہوں ——— یہاں میرے چند کاروباری دشمن ہیں ——— میں نہیں چاہتا کہ میری یہاں موجودگی کا علم ان کو ہو۔ اس لئے میں نے چہرے پر میک اپ کر لیا تھا" ——— بلیک زیرو نے بڑی مشکل سے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں! ——— تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اس ملک میں ناجائز طریقے سے داخل ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کو یہیں ہتھکڑی بھی پہنا سکتا ہوں" ——— کرنل فریدی کا لہجہ خاصا معنی خیز تھا۔

"ناجائز ——— ہرگز نہیں ——— میں تو باقاعدہ پاسپورٹ پر آیا ہوں" ——— بلیک زیرو

نے قدرے شکستہ لہجے میں جواب دیا۔

کرنل فریدی اس کے تصور سے بھی زیادہ ذہین تھا۔

"مسٹر جاوید!— آپ جان بوجھ کر بچوں والی باتیں کر رہے ہیں — صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اسی میک اپ میں تصویر بنوا کر پاسپورٹ پر لگوائی ہوگی جبکہ آپ کا اصل چہرہ اور ہے — کیا یہ جرم نہیں ہے"— ؟ کرنل فریدی نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"ہے تو سہی کرنل صاحب مگر"— بلیک زیرو سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"ہاں!— ایک صورت میں آپ کو معاف کیا جا سکتا ہے کہ اگر آپ عمران کے ساتھی ہیں — عمران مر چکا ہے — اب میری اور اس کی وقتی دشمنی ختم ہو چکی ہے۔ اب آپ کے ساتھی میرے مہمان ہیں"— کرنل فریدی نے کہا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

بلیک زیرو پوری طرح پھنس چکا تھا۔ اگر وہ عمران کے ساتھی ہونے سے انکار کرتا تو کرنل فریدی ابھی گرفتار کر لیتا — اور عمران کا ساتھی ہونے کا وہ اقرار نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے عمران کی موت کی خبر پر یقین نہیں آیا تھا۔ وہ اسے کرنل فریدی کا ایک حربہ سمجھ رہا تھا۔

"ویسے آپ کی مرضی — لیکن یہ حقیقت ہے کہ میرا عمران نامی کسی آدمی سے تعلق نہیں"— آخر بلیک زیرو نے کشمکش سے چھٹکارا پاتے ہوئے انکار کرنا ہی مناسب سمجھا۔

"ٹھیک ہے — پھر آپ اپنے آپ کو حراست میں سمجھیں"— کرنل فریدی جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔

"تو کیا میں ہاتھ اونچے کر لوں"— ؟ بلیک زیرو نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں"— کرنل فریدی نے مختصر سا جواب دیا۔

بلیک زیرو نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"دوسری طرف رُخ کرو — میں تمہاری تلاشی لینا چاہتا ہوں"— اس بار کرنل فریدی کا لہجہ غراہٹ آمیز تھا۔

بلیک زیرو بڑی شرافت سے گھوم گیا۔

کرنل فریدی نے آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

اسی لمحے اچانک بلیک زیرو تیزی سے گھوما اور کرنل فریدی کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دُور جا پڑا۔

بلیک زیرو کا ہاتھ ریوالور پر بڑے زور سے پڑا تھا۔



صفدر کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ہسپتال میں موجود پایا۔ چند لمحے تک وہ خالی خالی نظروں سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ جیسے گزرے ہوئے واقعات کے نقوش اس کے ذہن کی لوح سے مٹ چکے ہوں۔

پھر آہستہ آہستہ اسے سب واقعات یاد آتے گئے۔ اسے یاد آیا کہ وہ دراڑ میں سے نکلنے کے بعد پہاڑی پر ہونے والی لڑائی سے زخمی ہو گیا تھا۔ گولی اس کے پیٹ میں لگی تھی۔ نتیجہ میں اس وقت وہ ہسپتال میں موجود تھا۔ یادداشت واپس آتے ہی اس نے

چونک کر اٹھنا چاہا لیکن جسم میں اٹھنے والی شدید ٹیسوں نے اسے پھر لیٹنے پر مجبور کر دیا۔

"آپ کو ہوش آگیا" ـــــ اسے اٹھتا دیکھ کر ایک نرس اس کے قریب پہنچ گئی۔

"ہاں! ـــ آتو گیا ہے" ـــــ صفدر نے قدرے بے بسی سے جواب دیا۔

"آپ لیٹے رہیئے ـــ آپ خطرناک حد تک زخمی ہو چکے ہیں ـــ ویسے اب آپ مکمل طور پر خطرے سے باہر ہیں" ـــــ نرس نے اسے دلاسا دیا۔

"شکریہ مس!" ـــــ صفدر نے مسکراتے ہوتے جواب دیا۔

"صوفیہ" ـــــ نرس نے مسکراتے ہوئے اپنا نام بتلایا۔

"مس صوفیہ ـــــ کیا کیپٹن حمید اور کرنل فریدی بھی ہسپتال میں موجود ہیں" صفدر نے قدرے لاپرواہی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــ آپ کیوں ان کی فکر کر رہے ہیں ـــــ آپ دماغ پر زور نہ دیں۔ آپ کے لئے بہتر ہے" ـــــ نرس صفدر کا سوال جان بوجھ کر ٹال گئی۔

"ہونہہ" ـــ صفدر نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ نرس کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے متعلق کچھ بتانا نہیں چاہتی۔ شاید اسے اس بارے میں ہدایات دے دی گئی ہوں۔

نرس واپس چلی گئی تھی۔

صفدر سوچ میں گم تھا۔ اسے قطعی علم نہیں تھا کہ دیگر ساتھیوں اور فارمولے کا کیا بنا۔ وہ اس بارے میں کافی تشویش زدہ تھا۔ اس نے جسم کو ہلا جلا کر اندازہ کرنا چاہا کہ آیا وہ میدانِ عمل میں کود سکتا ہے یا نہیں۔ جسم کو ہلانے سے اسے اتنا اندازہ ہو گیا کہ تکلیف تو ہوگی لیکن وہ کام کر سکتا ہے۔

اب صفدر یہاں سے فرار ہونے کے متعلق سوچنے لگا۔ تاکہ عمران وغیرہ کا پتہ چلا کر پوزیشن کا پتہ چلاتے۔ اور پھر اس نے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے چاروں

طرف نظر دوڑائی تاکہ فرار ہونے کے لئے کوئی راہ منتخب کی جا سکے۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں صرف صفدر کا ہی بیڈ تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھا اور پھر بیڈ سے نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ گو اس تھوڑے سے عمل سے اسے بے پناہ ذہنی تکلیف محسوس ہوئی تھی لیکن اس نے دانت بھینچ کر ضبط کر لی۔

چند لمحے ٹھہر کر اس نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ جسم کے حرکت میں آنے سے پہلے تو اسے بے حد تکلیف ہوئی۔ لیکن آہستہ آہستہ تکلیف کا احساس کم ہوتا گیا۔ اب وہ کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے جسم پر ہسپتال کا لباس تھا۔ اور اس حالت میں فرار ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے کھولا اور پھر باہر کاریڈور میں نظر ڈالی۔ دوسرے لمحے جھجک کر اس نے سر پیچھے کر لیا کیونکہ دروازے کے ساتھ ہی ایک آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں سامنے تھیں اس لئے وہ صفدر کو نہ دیکھ سکا۔

صفدر سمجھ گیا کہ اس کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اس لئے دروازے کی طرف سے نکلنا مفید نہیں تھا اور اب وہ کوئی اور راہ دیکھنا چاہتا تھا۔

صفدر نے کمرے میں کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پچھلے رُخ پر ایک بڑی کھڑکی تھی جس پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ صفدر اب اس کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اس نے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ کھڑکی کافی بڑی تھی۔ لیکن شیشوں کی دوسری طرف کھڑکی کے فریم میں لگی ہوئی موٹی موٹی سلاخیں اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔

اس نے خاموشی سے پردہ دوبارہ برابر کر دیا اور پھر واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ معاملہ کافی پیچیدہ ہو گیا تھا۔ باہر نکلنے کی کوئی راہ نہیں تھی۔

پھر اس نے روشندان کی طرف نظر اٹھائی لیکن بے سود۔ روشندان اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں سے صفدر تو کم از کم نہیں نکل سکتا تھا۔ ابھی وہ اس معاملے پر غور کر رہی

رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور پھر ایک ڈاکٹر اور ایک نرس اندر داخل ہوئی۔

صفدر نے انہیں دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔ اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا فرار ہونے کی ترکیب اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ اس نے اس ترکیب کو آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔

"اوہ!۔۔۔ آپ بیٹھے ہوئے ہیں ۔۔۔ لیٹ جائیے ۔۔۔ مکمل آرام کیجیے"۔۔۔ ڈاکٹر نے اسے کندھے سے پکڑتے ہوئے لٹانے کی کوشش کی۔

نرس بیڈ کے قریب ۔۔۔۔ دیوار پر لٹکے ہوئے چارٹ کو بغور دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔

اسی لمحے صفدر نے ڈاکٹر کے ایک کندھے پر ہاتھ رکھا اور پھر پوری قوت سے اسے نرس پر دھکیل دیا۔ ہلکی سی دو چیخیں بلند ہوئیں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فرش پر نیچے گر پڑے۔

صفدر نے چیتے کی طرح چھلانگ لگائی اور پھر وہ ان دونوں کے اوپر جا گرا۔ گرتے گرتے اس نے ایک زوردار مکہ ڈاکٹر کے منہ پر مارا اور دوسرا ہاتھ نرس کے منہ پر جما دیا۔ جو بے اختیار چیخنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ڈاکٹر نے پہلا مکہ کھا کر ۔۔۔۔ صفدر پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر صفدر کا دوسرا مکہ کافی کاری پڑا اور ڈاکٹر کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔

صفدر کا ہاتھ ابھی تک نرس کے منہ پر جما ہوا تھا۔ گو وہ لڑکی سے غافل ہو کر ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا لیکن غیر شعوری طور پر اس کا ہاتھ لڑکی کے منہ پر جما ہوا تھا۔ اب جب وہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا تو وہ سانس رکنے کی وجہ سے بیہوش ہو چکی تھی۔ صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔

اس تھوڑی سی جدوجہد نے صفدر کو نڈھال کر دیا تھا۔ وہ بے اختیار بیٹھ کر طویل

سانس لینے لگا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ میلوں کی مسافت طے کر کے آیا ہو۔

پھر اسے خیال آیا کہ اسے جو کچھ کرنا چاہیئے، جلد ہی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کسی بھی لمحے کوئی شخص اندر آسکتا ہے۔ چنانچہ وہ اٹھا اور پھر اس نے ڈاکٹر کے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے۔ پھر اپنے کپڑے اتار کر اس نے ڈاکٹر کے پہنے اور اس پر سفید کوٹ پہن لیا۔ گلے میں سٹیتھوسکوپ لٹکایا۔ ڈاکٹر کی عینک اتار کر آنکھوں پر چڑھائی گو عینک نظر کی تھی اور اس عینک کے پہننے سے اسے الجھن سی ہو رہی تھی لیکن وقت کی نزاکت کے تحت اس نے عینک لگائی اور پھر بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر باہر نکلا اور پھر سر جھکائے سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔

چوکیدار شاید کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اس لئے وہ متوجہ ہی نہ ہوا۔ قدموں کی چاپ سن کر اس نے کاہلانہ انداز میں آنکھ کھولی۔ لیکن پھر ڈاکٹر کا سفید کوٹ دیکھ کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

صفدر سیدھا نکلتا چلا گیا۔ ایک راہداری کا موڑ مڑتے ہی اچانک ایک نرس اس سے ٹکرا گئی۔

"ڈاکٹر!"۔۔۔ صفدر کو شاید وہ پہچان گئی تھی اس لئے اس کے منہ سے حیرت کے شدید حملے کی وجہ سے صرف یہی لفظ نکلا۔ وہ آنکھیں پھاڑے صفدر کو دیکھ رہی تھی۔

صفدر ایک لمحے کے لئے جھجکا۔ دوسرے لمحے وہ کچھ سوچ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ آمدورفت کی جگہ پر زیادہ دیر تک نہ رکنا چاہتا تھا اور نہ ہی وہ وہاں لڑائی جھگڑے کے موڈ میں تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

نرس کچھ لمحے وہاں کھڑی سوچتی رہی۔ پھر تیزی سے دوڑتی ہوئی صفدر کے کمرے کی

طرف بھاگنے لگی۔

صفدر نے مڑ کر نرس کو بھاگتے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اب چند لمحوں بعد راز کھلنے والا ہے اور وہی چند لمحے اس کے پاس تھے۔ ان ہی چند لمحوں میں وہ پکڑا بھی جا سکتا تھا اور فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو سکتا تھا۔

اس کے قدم مزید تیز ہو گئے۔ وہ تیزی سے مختلف راہداریوں اور برآمدوں سے گزر رہا تھا۔ اس دوران اسے کئی ڈاکٹر اور ملازمین ملے لیکن اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ کسی کی نظر بھی اس کے چہرے پر نہ پڑ سکی۔ پھر وہ ہسپتال کے مین گیٹ کے قریب پہنچ گیا۔

مین گیٹ پر بیٹھے چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا اور وہ ہوا کے جھونکے کی طرح مین گیٹ سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اب صفدر ہسپتال کی عظیم الشان عمارت سے باہر تھا۔ ہسپتال کے مین گیٹ کے باہر کافی ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ وہ تیزی سے ایک خالی ٹیکسی کی طرف بڑھا۔ اس نے پھرتی سے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا۔

"جلدی چلو ڈرائیور ——— صدر بازار چلو" ——— صفدر نے تیز لہجے میں ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی۔ اسی لمحے اسے مین گیٹ پر مسلح سنتری بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ اس کا راز کھل چکا تھا۔ لیکن ڈرائیور گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔ اور سنتری پیچھے بھاگتے رہ گئے۔ لیکن ٹیکسی ان کی زد سے باہر نکل گئی۔

پھر صفدر نے بیک مرر میں سنتریوں کو ایک جیپ میں سوار ہوتے دیکھا۔ صفدر نے جیبوں میں ہاتھ ڈالا۔ ایک پرس اس کے ہاتھ سے ٹکرایا۔ اس نے پرس کھول کر ایک نوٹ نکال لیا۔

"ٹیکسی یہیں روک دو ڈرائیور!" ——— صفدر نے کسی خیال کے آتے ہی کہا۔ اور ڈرائیور نے گاڑی ایک سائیڈ میں روک دی۔

صفدر نے نوٹ ڈرائیور کی طرف پھینکتے ہوئے دروازہ کھولا اور نیچے اتر کر تیزی سے فٹ پاتھ پر چلنے والوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔

بھیڑ میں سے ہوتا ہوا صفدر تیزی سے ایک ریسٹورنٹ میں گھستا چلا گیا۔ ریسٹورنٹ کے گیٹ کے ساتھ ہی ٹوائلٹ بنے ہوئے تھے۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی صفدر ایک ٹوائلٹ میں گھس گیا۔

ٹوائلٹ میں داخل ہو کر اس نے پھرتی سے کوٹ، سٹیتھو سکوپ اور عینک اتار دی۔ کوٹ اور سٹیتھو سکوپ اس نے دروازے کے پٹ کے پیچھے لگی ہوئی ایک کیل پر لٹکا دیئے تاکہ اگر کوئی ویسے دروازہ کھول کر دیکھے تو اسے یہ چیزیں نظر نہ آئیں۔ عینک تہہ کر کے اس نے جیب میں رکھ لی اور پھر ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اور پھر ہوتے ہوئے ریسٹورنٹ کے ہال میں جانے کے وہ مین گیٹ سے باہر نکل گیا۔ اس نے ایک لمحہ رک کر لئے ادھر اُدھر دیکھا۔ اسے کوئی آدمی اپنی طرف متوجہ نظر نہ آیا۔ وہ اطمینان سے فٹ پاتھ پر چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

کافی دور نکل آنے کے بعد جب اسے کوئی خطرہ نظر نہ آیا تو اس نے ایک ٹیکسی روکی اور پھر وہ ٹیکسی میں نڈھال سا ہو کر بیٹھ گیا۔

"سپر مارکیٹ" ——— اس نے ڈرائیور سے کہا اور پھر نشست سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بے حد تھک چکا تھا۔ اور اسے اب چکر سے آتے محسوس ہو رہے تھے۔ ٹیکسی تیزی سے سپر مارکیٹ کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی لیکن اسے یہ اطمینان تھا کہ وہ سپاہیوں کو ڈاج دینے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

عمران اور نعمانی پہاڑی کا شمالی موڑ مڑنے کے بعد تیز چلتے ہوئے اس ہیں
کی طرف بڑھ رہے تھے جو پہاڑی کے قریب سے ہوتی ہوئی شہر کی طرف جاتی تھی
تد آور جھاڑیوں کی آڑ میں ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

عمران کے ہاتھ میں وہ قیمتی بیگ تھا اور وہ کسی قیمت پر اس بیگ کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے وہ دونوں جلد ہی سڑک کے قریب پہنچ گئے۔

سڑک بالکل سنسان پڑی تھی۔ نعمانی کا یہ اندازہ اب غلط نظر آرہا تھا کہ سڑک پر کڑی نگرانی کی جارہی ہوگی۔ مگر وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ مقابلہ پولیس سے نہیں کرنل فریدی سے ہے اور کرنل فریدی کے آدمی یقیناً اس سڑک کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ اور عمران اور نعمانی یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان کی نظروں میں چڑھیں اور بیگ اور وہ دونوں کرنل فریدی کی گرفت میں آجائیں۔ پھر دلدل میں گرنے کی وجہ سے عمران کی حالت ہی ایسی تھی کہ ہر آدمی خوامخواہ اس پر شک کرتا۔

وہ عجیب سی صورت حال سے دوچار ہو چکا تھا۔ وہ بیگ کو کسی بھی حالت میں کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اور یہاں سے نکلنا بھی اسے قدرے دشوار نظر آرہا تھا۔

وہ دونوں ایک جھاڑی کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے اور سنسان سڑک کی طرف

بغور دیکھ رہے تھے۔

"تمہارے پاس ریوالور ہے"—؟ عمران نے نعمانی سے پوچھا۔

"نہیں—کیوں"—؟ نعمانی نے حیرت سے جواب دیا۔

"کچھ نہیں—بس ویسے ہی ریوالور دیکھنے کے لئے جی چاہ رہا تھا"—عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اب کیا ہوگا عمران صاحب"—؟ نعمانی نے سوال کیا۔

"تم نے وہ شعر نہیں سنا۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

سب وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا—ویسے نعمانی!—مجھے یہ شعر کسی ملزم کا نظر آتا ہے"—عمران نے کہا۔

"ملزم!—کیا مطلب میں سمجھا نہیں"—؟ نعمانی عمران کی بات نہیں سمجھ سکا تھا۔

"ارے وہ ملزم ہی ہوگا جو مدعی کو بیچ عدالت میں دھمکیاں دے رہا ہے"—عمران نے شعر کی وجہ تسمیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ"—نعمانی نے کہا اور پھر خاموش ہوگیا۔ اب بھلا وہ کیا جواب دیتا۔ عمران تو کسی بھی سچوایشن میں سنجیدہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وہ تو عمران نہیں تھا۔ اسے یہاں سے نکلنے کی بیحد تشویش تھی۔

"نعمانی!—تم یہ بیگ لے کر سڑک پر جاؤ—اور خاموشی سے آگے بڑھتے چلے جاؤ"—اچانک عمران کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔

"مگر"—نعمانی نے کچھ کہنا چاہا۔

"اگر مگر کا وقت نہیں ۔۔۔ بس اب تم چل دو" ۔۔۔ عمران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

نعمانی نے عمران کے ہاتھ سے خاموشی سے بیگ لے لیا اور پھر جھاڑی سے نکل کر سامنے سڑک کی طرف چل دیا۔ چوکنا ہونے کے باوجود اس نے قدموں میں کسی قسم کی لرزش ظاہر نہ ہونے دی اور بڑے اطمینان سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

جلد ہی وہ سڑک پر پہنچ گیا اب اس کا رخ شہر کی طرف تھا اور وہ تیز تیز قدموں سے چلا جا رہا تھا۔

عمران وہیں جھاڑی میں بیٹھا نعمانی کو جاتا دیکھتا رہا۔ ابھی تک بلیک فورس کی طرف سے کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔

نعمانی کافی دور پہنچ گیا تھا۔

عمران سوچنے لگا کہ یہ سب کیا ہے ۔۔۔؟ اسے یہ معاملہ اس طرح سادگی سے حل ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کرنل فریدی کو اتنا بیوقوف نہیں سمجھتا تھا کہ اس نے پہاڑی سے اپنے تمام آدمی ہٹا لئے ہوں لیکن الجھن یہ تھی کہ ابھی تک نعمانی کے ساتھ کوئی گڑبڑ کیوں نہیں ہوئی تھی؟ وہ نعمانی کو آگے بھیج کر یہی چیز دیکھنا چاہتا تھا کہ بلیک فورس کے آدمی کہاں چھپے ہوئے ہیں۔

نعمانی اب کافی دور جا چکا تھا اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے وہ بھی جھاڑی کی آڑ سے نکلا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا سڑک کی طرف چل دیا۔ سڑک پر آنے کے بعد وہ نعمانی کی طرف بڑھنے لگا۔ ویسے وہ بے حد چوکنا تھا اور کسی بھی حملے کے پیش نظر وہ فوری حرکت میں آ سکتا تھا۔ لیکن ابھی تک بظاہر کوئی ردعمل نہ ہوا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتا گیا اور جلد ہی وہ نعمانی کے قریب پہنچ گیا۔

"یہاں تو کوئی بھی نظر نہیں آ رہا" ۔۔۔ نعمانی نے عمران کے قریب پہنچتے ہی کہا۔

"یار عینک لگواؤ ۔۔۔ اگر تمہیں نظر نہیں آ رہا تو" ۔۔۔ عمران نے کہا اور نعمانی ہنسنے لگا۔

کافی دور نکل آنے کے بعد وہ مین روڈ پر پہنچ گئے۔

"یار واقعی اس بار تو کمال ہو گیا ہے ۔۔۔ فریدی کی عقل شائد گھاس چرنے چلی گئی ہے" ۔۔۔ عمران نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ دُور دُور تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ فریدی اس خوفناک دلدل میں ہی پھنسا ہوا ہو" ۔۔۔ نعمانی نے رائے پیش کی۔

"ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے ۔۔۔ زلزلہ بھی ہو سکتا ہے ۔۔۔ بارش بھی ہو سکتی ہے ۔۔۔ جن بھی ہو سکتا ہے ۔۔۔ بھوت بھی ہو سکتا ہے ۔۔۔ میں بھی ہو سکتا ہوں ۔۔۔ تم بھی ہو سکتے ہو" ۔۔۔ عمران نے ہو سکنے کی گردان شروع کر دی۔

"بس بس ۔۔۔ میں سمجھ گیا ۔۔۔ سب کچھ ہو سکتا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے ہو سکنے کی گردان ختم کرنے کے لئے کہا۔

مین روڈ پر اس وقت بھی کافی ٹریفک تھی۔ نعمانی نے ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ دیکر روک لیا۔ ٹیکسی ان کے قریب آ کر رکی تھی۔

ڈرائیور نے عمران کو بڑی حیرت بھری نظروں سے دیکھا لیکن وہ منہ سے کچھ بولا نہیں۔

وہ دونوں ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔

"کیفے اسٹار لائٹ کے قریب روک دینا" ۔۔۔ نعمانی نے کہا۔ اور ڈرائیور نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

عمران نے مڑ کر پیچھے دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے تعاقب کا اندازہ لگانا چاہتا تھا لیکن اسے ایسی کوئی گاڑی نظر نہ آئی۔

وہ یقیناً دل ہی دل میں حیران تھا کہ اس بار چکر کیا ہوا ہے —؟ کیا واقعی کرنل فریدی نے بے وقوفی کی ہے — یا — کوئی گہری چال چلی جا رہی ہے — بہر حال تمام راستے وہ کافی چوکنا رہا کہ شائد تعاقب کا پتہ چل جائے۔ لیکن کیفے سٹار لائٹ تک اسے کسی پر بھی اس قسم کا شک نہیں ہوا۔

کیفے سٹار لائٹ کے گیٹ کے سامنے جا کر ٹیکسی رک گئی۔

نعمانی نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیا اور پھر عمران اور نعمانی اتر کر کیفے کے گیٹ کے اندر داخل ہو گئے۔



ریوالور تو کرنل فریدی کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن فریدی کا مکہ بڑے زور سے بلیک زیرو کی گردن پر پڑا اور بلیک زیرو الٹ کر دیوار کے پاس جا گرا۔ لیکن دیوار کے ساتھ گرتے ہی وہ یوں اچھل کر واپس آیا جیسے دیوار میں سپرنگ لگے ہوئے ہوں اس کی دونوں ٹانگیں بڑے زور سے فریدی کے سینے پر پڑیں اور فریدی پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ لیکن گرتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ادھر بلیک زیرو نے بھی اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اور اب وہ دونوں

آمنے سامنے تھے۔

"تو تم نے اپنی اصلیت ظاہر کر دی" —— فریدی پھنکارا۔

"جو تم سمجھو کرنل فریدی" —— بلیک زیرو نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کرنل فریدی پر حملہ کر دیا۔ مگر کرنل فریدی پھرتی سے دائیں طرف ہٹ گیا اور بلیک زیرو اپنے ہی زور میں آگے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے سے کرنل فریدی نے اس کی پشت پر زوردار لات ٹکا دی۔

بلیک زیرو منہ کے بل دیوار کے قریب پڑے ہوئے صوفہ پر جا گرا۔ کرنل فریدی نے جھپٹ کر اسے کالر سے پکڑا اور اس کے سیدھا ہوتے ہی ایک زوردار مکہ اس کی کنپٹی پر جڑ دیا۔ مگر بلیک زیرو جو کراٹے میں ماہریت کا درجہ رکھتا تھا، نے اپنی دونوں کہنیاں مخصوص انداز میں کرنل فریدی کی پسلیوں میں مار دیں۔ کراٹے فائٹ کا یہ خطرناک ترین مخصوص داؤ تھا۔ کرنل فریدی کے ہاتھ سے بلیک زیرو کا کالر چھوٹ گیا اور وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

بلیک زیرو پھرتی سے مڑا اور دوسرے لمحے اس کے سر کی زوردار ٹکر کرنل فریدی کی ناک پر پڑی اور کرنل فریدی الٹ کر دوسری طرف کرسیوں پر جا گرا۔ ساتھ ہی بلیک زیرو نے بھی اس پر چھلانگ لگا دی۔

لیکن اب کرنل فریدی سنبھل چکا تھا۔ وہ تیزی سے کروٹ بدل گیا اور بلیک زیرو کرسی سے ٹکراتا ہوا سر کے بل نیچے فرش پر گر گیا۔ بلیک زیرو نے گرتے ہی پیر کے زور پر کرسی کرنل فریدی پر اچھال دی۔ لیکن کرنل فریدی ذرا سا ایک طرف جھکا اور کرسی اڑتی ہوئی سامنے والی دیوار سے جا ٹکرائی۔

دوسرے ہی لمحے کرنل فریدی کے بوٹ کی زوردار ٹھوکر بلیک زیرو کے پیٹ پر پڑی بلیک زیرو نے بچنے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن ٹھوکر پڑ چکی تھی۔ پھر تو کرنل فریدی نے

سے اٹھنے نہیں دیا۔

بلیک زیرو کے منہ پر اس تواتر سے ٹھوکریں پڑ رہی تھیں جیسے یہ عمل کسی آٹومیٹک مشین کے ذریعے ہو رہا ہو۔ بلیک زیرو کا چہرہ متواتر پڑنے والی ٹھوکروں سے لہولہان ہو گیا تھا۔

پھر اچانک ہی بلیک زیرو کے ہاتھوں میں کرنل فریدی کا پاؤں آ گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اس کی ٹانگ مروڑ دی۔ فریدی الٹ گیا۔ بلیک زیرو تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا دوسرے ہی لمحے اس کے بوٹ کی ٹھوکر کرنل فریدی کی پسلیوں پر پڑی۔ ضرب کافی قوت سے لگائی گئی تھی۔ کرنل فریدی ضرب کی قوت سے مڑ گیا۔

بلیک زیرو نے دوسری ضرب لگائی لیکن کرنل فریدی تیزی سے مڑ گیا تھا چنانچہ بلیک زیرو اپنا توازن نہ سنبھال سکا اور نیچے گر گیا۔ لیکن اس نے اٹھنے میں پھرتی دکھائی مگر کرنل فریدی پہلے ہی اٹھ چکا تھا۔ اس کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ بلیک زیرو کافی سخت جان واقع ہوا تھا۔ کرنل فریدی کے مقابلہ میں اتنی دیر تک ٹھہر جانا بھی اسی کی ہی ہمت تھی۔

اچانک کرنل فریدی نے اپنے جسم کو آگے جھکایا۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے اس کی گردن پر جوڈو کا وار کرنا چاہا مگر دوسرے لمحے بلیک زیرو، کرنل فریدی کے ہاتھوں پر اٹھا ہوا تھا۔ بلیک زیرو ایک جھٹکے سے پیچھے کی طرف جھکا تاکہ کرنل فریدی کی پشت پکڑ لے مگر کرنل فریدی نے ایک زوردار جھٹکے سے اسے سامنے کھڑکی کی طرف اچھال دیا۔ کھڑکی کافی چوڑی تھی۔

بلیک زیرو کا جسم پوری قوت سے کھڑکی سے ٹکرایا اور شیشے توڑتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔

کرنل فریدی واقعی غصے میں پاگل ہو گیا تھا۔ ورنہ اس کا ارادہ بلیک زیرو کو

تیسری منزل سے کھڑکی سے باہر پھینک دینے کا نہ تھا۔

بلیک زیرو کا جسم قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے کمپاؤنڈ کی طرف جانے لگا۔ کرنل فریدی نے لاپرواہی سے ہاتھ جھاڑے اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا کہ بلیک زیرو کا کیا حشر ہوا۔ کیونکہ نتیجہ ظاہر تھا۔ تیسری منزل سے گرنے کے بعد ایک آدمی کا جو حشر ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس تھا۔



کیپٹن شکیل کوٹھی سے باہر نکلا اور ایک کھمبے سے ٹیک لگا کر کسی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں مختلف خیالات گردش کر رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کا پتہ کس طرح چلایا جائے جبکہ اس کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر واچ پہلے ہی اتار لی گئی تھی۔ کوٹھی سے تو وہ یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کاماٹی پہاڑی کی طرف جائے اور اس کی تلاش کرے۔ لیکن کرنل فریدی کے لہجے سے اسے شک ہوا تھا کہ کرنل فریدی اس سے مطمئن نہیں ہے۔ چنانچہ یقیناً اس کا تعاقب کیا جائے گا۔

اور پھر جیسے ہی اس نے بیگ ڈھونڈ نکالا۔ بیگ اس سے چھین لیا جائے گا۔ فی الحال اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھ رہا تھا کہ مقابلہ کر کے نکل سکے۔ چنانچہ وہ اس وقت اسی کشمکش میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اچانک ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔ کیپٹن شکیل نے چونک کر دیکھا تو

ٹیکسی خالی تھی۔

"کہیں جانا ہے جناب —؟" ڈرائیور نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر پوچھا۔

"ہاں" — کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"بوستان مارکیٹ چلو" — کیپٹن شکیل نے ایک مشہور مارکیٹ کا پتہ بتلایا اور ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی بوستان مارکیٹ کے چوک میں پہنچ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی پارکنگ پر لگا دی۔

کیپٹن شکیل خاموشی سے ٹیکسی سے اترا۔ اس نے میٹر دیکھا اور پھر جیب سے پیسے نکال کر ڈرائیور کو دیئے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا ایک ریسٹورنٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ریسٹورنٹ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر وہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرے؟

بیرے کو اس نے چائے لانے کے لئے کہا۔ جلد ہی اس کی میز پر چائے سرو کر دی گئی۔ اس نے ایک پیالی تیار کی اور آہستہ آہستہ چسکیاں لے کر پینے لگا۔ جب چائے کی پیالی ختم ہو گئی تو وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے سب سے پہلے کامانی پہاڑی کی طرف جانا چاہیے کیونکہ بیگ کو تلاش کرنا بیحد ضروری تھا۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

فیصلہ کرنے کے بعد اسے اپنا ذہن کچھ ہلکا محسوس ہوا۔ اس نے چائے کا بل ادا کیا اور پھر اٹھ کر ریسٹورنٹ سے باہر آگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ٹیکسی سے جانا تو فضول ہے۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ پھر اسے ایک دکان کے ساتھ ایک موٹر سائیکل کھڑی نظر آگئی۔ انجن میں چابی لگی ہوئی تھی شاید اس کا مالک دکان میں کسی کام کے لئے گیا تھا۔ چابی نکالنا یا تو وہ بھول گیا تھا یا پھر اس کا ارادہ فوری واپسی کا تھا۔

بہرحال کیپٹن شکیل نے اس نادر موقع سے فائدہ اٹھانے کا سوچ لیا۔ گو موٹر سائیکل

سفر اس کی موجودہ صحت کے لئے کافی سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوتا لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

وہ بڑے اطمینان سے موٹر سائیکل کے قریب آیا۔ موٹر سائیکل سلف اسٹارٹ تھی کیپٹن شکیل موٹر سائیکل پر بیٹھا اور سلف سوئچ دبا دیا۔ موٹر سائیکل سٹارٹ ہو گئی۔ اس نے تیزی سے گیئر لگایا اور پھر ایکسیلیٹر چھوڑ دیا۔ موٹر سائیکل تیر کی طرح آگے بھاگتی چلی گئی۔

اس نے آئل میٹر چیک کیا۔ ٹینکی فل تھی۔ وہ اطمینان سے موٹر سائیکل بھگاتا گیا۔ موٹر سائیکل پر فرنٹ بیک مرر پر اس نے اپنے تعاقب کا اندازہ کرنا چاہا۔ اور پھر اسے ایک کار پر شک پڑ گیا۔ وہ کار اسے تین چار بار نظر آئی تھی۔ گو اس نے مختلف سڑکوں کے چکر کاٹے تھے۔

اپنا شک مٹانے کے لئے اس نے موٹر سائیکل کو ایک چوک سے بائیں ہاتھ کی طرف موڑ دیا۔ پھر وہ کار بھی ادھر ہی مڑ آئی تو اسے پختہ یقین ہو گیا۔ اس نے تعاقب سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری سمجھا۔

چنانچہ اچانک ایک چھوٹی سی گلی دیکھ کر اس نے موٹر سائیکل اس میں موڑ دی۔ گلی کافی دور تک سیدھی چلی گئی تھی۔ وہ موٹر سائیکل بھگاتا چلا گیا۔ آگے ایک تنگ سا موڑ تھا اس نے پھر موٹر سائیکل موڑی اور دوسرے لمحے اسے پوری قوت سے بریک لگانا پڑی کیونکہ موڑ کے فوراً بعد ہی گلی بند ہو گئی تھی۔ موٹر سائیکل چونکہ کافی رفتار سے بھاگ رہی تھی اس لئے پوری قوت سے بریک لگانے کے باوجود موٹر سائیکل ایک زوردار دھماکے سے سامنے والی دیوار سے ٹکرا گئی۔ اور کیپٹن شکیل اچھل کر ایک طرف جا گرا۔ اس کا سر دیوار سے ٹکرایا اور پھر ستارے تو ایک طرف رہے۔ اسے پوری کہکشاں ہی نظر آ گئی تھی۔

سپر مارکیٹ آتے ہی صفدر ٹیکسی سے اتر گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کہاں جائے۔

سب سے بڑا مسئلہ تو اس کے سامنے عمران کو تلاش کرنے کا تھا۔ اور عمران کو تلاش کرنے کا اسے کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ نہ ہی اس کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر تھی۔ وہ پہلے ہی اتار لی گئی تھی۔

اب وہ قطعی اندھیرے میں تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ عمران کہاں ہوگا۔ ایک عجیب سی سچوئشن پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا۔ یوں سڑک پر کھڑے رہنے سے شاید وہ کسی کی نظر پر نہ چڑھ جائے۔ اسی لئے اس نے اِدھر اُدھر کیفے تلاش کیا۔ اور جلد اسے سامنے ایک چھوٹا سا کیفے نظر آ گیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کیفے کی طرف چل پڑا۔ کیفے خاصا صاف ستھرا تھا۔ اس نے ایک کونے کی میز منتخب کی اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے ایک طویل سانس لی۔

دوسرے لمحے ایک بیرہ اس کے سر ہو گیا۔

"چائے لاؤ" ـــ صفدر نے بیرے سے کہا اور بیرا پھرتی سے واپس مڑ گیا۔

صفدر نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اسے یہاں بیٹھ کر ایک عجیب سی طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔ نجانے کیوں۔

وہ اس وقت چونکا جب بیرے کی آواز آئی۔

"چائے حاضر ہے جناب!"

"شکریہ!" ـــ صفدر نے کہا اور پھر چائے بنانے میں مشغول ہو گیا۔

چند ہی لمحوں بعد وہ گرم گرم چائے کی چسکیاں لے رہا تھا۔ چائے پینے کے ساتھ ساتھ وہ سوچ بھی رہا تھا لیکن بے سود۔ کوئی ایسی ترکیب اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی جس پر عمل کر کے وہ عمران سے مل سکتا۔ اور جب تک عمران سے ملاقات نہ ہوتی۔ وہ قطعی اندھیرے میں تھا۔ وہ کیا کرے۔ اور کیا نہ کرے۔

اس کا دل کہتا تھا کہ کوئی ایسا معجزہ ہو کہ عمران اچانک ہی یہاں ٹپک پڑے لیکن اپنے طفلانہ خیال پر اسے ہنسی آ گئی۔

چائے کا آخری گھونٹ لے کر اس نے پیالی میز پر رکھی اور پھر وہ چونک پڑا۔ ایک نہایت خوش شکل نوجوان اس کی میز کے قریب کھڑا تھا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں" ـــ؟ نوجوان نے بڑی خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"ضرور ضرور" ـــ صفدر نے اسے بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ اور وہ نوجوان شکریہ ادا کرتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں آپ کی تنہائی میں مخل تو نہیں ہوا" ـــ؟ نوجوان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ! ـــ بالکل نہیں ـــ ایسی کوئی بات نہیں" ـــ صفدر نے بھی خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

"مجھے جاوید کہتے ہیں" ـــ نوجوان نے اپنا تعارف کرایا۔

"اور مجھے اسلم کہتے ہیں" ـــ صفدر نے بھی ایک فرضی نام بتلایا۔

ابھی یہ لوگ تعارف سے بھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ بیرا آ موجود ہوا۔

"چائے لاؤ!" ـــ صفدر نے اسے کہا اور وہ واپس مڑ گیا۔

"معاف کیجئے اسلم صاحب! ۔۔۔ ہسپتال سے فرار ہونے میں آپ نے بڑی ہی دلیری
دکھائی ہے" ۔۔۔ جاوید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ۔۔۔؟" صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میں تو واقعی قائل ہو گیا ہوں آپ کی پھرتی کا ۔۔۔ اور پھر اس حالت میں جب
میرے خیال میں آپ کو حرکت کرنے میں تکلیف ہوتی ہوگی" ۔۔۔ جاوید بڑے پُراسرار
انداز میں باتیں کر رہا تھا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جاوید صاحب!" ۔۔۔ صفدر نے شکستہ لہجے میں
کہا۔ ویسے وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ نوجوان کرنل فریدی کی بلیک فورس کا رکن ہے۔

"گھبرائیے نہیں اسلم صاحب! ۔۔۔ میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔
جب آپ ہسپتال سے فرار ہوئے تھے۔ اس وقت سے آپ ہماری نظروں میں ہیں
آپ نے ایک ریسٹورنٹ کے ٹوائلٹ میں کوٹ اور سٹیتھوسکوپ چھوڑا اور پھر ٹیکسی سے
یہاں آگئے ۔۔۔ اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہوتا تو ایسا کہیں بھی کیا
جاسکتا تھا ۔۔۔ ہمیں تو بس اتنا حکم ملا ہے کہ آپ کو کرنل فریدی کی کوٹھی
پہنچا دیں۔ اور اسی لئے میں حاضر ہوا ہوں" ۔۔۔ جاوید نے بڑے تحمل اور اعتماد سے
بات کی۔

مگر صفدر اس اثنا میں سوچ رہا تھا کہ کرنل فریدی کی کوٹھی میں پہنچنا اس کے لئے
بے حد نقصان دہ ثابت ہوگا ۔۔۔ یعنی خود ہی دشمن کی گرفت میں چلے جانا کہاں کی
عقلمندی ہے؟ دشمن چاہے کتنا ہی اعلیٰ ظرف ہو۔ دشمن دشمن ہوتا ہے۔ چنانچہ
اسی اثناء میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی صورت میں بھی ان لوگوں کے ساتھ نہیں
جائے گا۔ چنانچہ جیسے ہی جاوید نے بات ختم کی۔ صفدر نے کہا۔

"لیکن جاوید صاحب! ۔۔۔ اگر میں نہ جانا چاہوں تو ۔۔۔؟"

"آپ سمجھدار ہیں اسلم صاحب! ۔۔۔ دوسری صورت میں کیا ہو سکتا ہے یہ آپ
ہی بہتر سمجھتے ہیں" ۔۔۔ جاوید نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے قدرے طنزیہ لہجے میں
جواب دیا۔

"یعنی آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں" ۔۔۔ اس بار صفدر کے لہجے میں سختی تھی۔

"آپ جیسے سمجھ لیں ۔۔۔ بہرحال میں نے آپ سے ایک بات کی تھی" ۔۔۔ جاوید نے
لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تو پھر آپ جو چاہیں کر لیں ۔۔۔ بہرحال میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا"۔ صفدر
نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ گو اس کے پاس ریوالور بھی نہیں تھا اور وہ کافی حد
تک کمزور بھی تھا مگر اس کے پاس مضبوط قوت ارادی تھی اور اسی قوت ارادی کی بنا
پر اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کسی قیمت پر بھی ان کے ساتھ نہیں جائے گا چاہے
کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

"تو پھر خاموشی سے اٹھ کر ہمارے ساتھ چلیں ۔۔۔ کسی قسم کی حرکت کی کوشش میں
ہم آپ کی جان کے تحفظ کے ذمہ دار نہیں رہیں گے" ۔۔۔ جاوید نے بڑی پھرتی سے
جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"آپ بے فکر رہیں ۔۔۔ آپ سے کوئی کلیم کرنے نہیں آئے گا" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور
پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو خاموشی سے باہر چلیئے ۔۔۔ اور یہ مت بھولنا کہ میں اکیلا ہوں ۔۔۔ اس وقت
چار ریوالوروں کا رخ آپ کی طرف ہے" ۔۔۔ جاوید نے سرسراتے ہوئے لہجہ میں کہا۔

ان کے اٹھتے ہی تین اور آدمی بھی ساتھ والی میزوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان
کے ہاتھ ان کی کوٹ کی جیبوں میں تھے اور وہ سب کینہ توز نظروں سے صفدر کی طرف
دیکھ رہے تھے۔

صفدر نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے اور کہا۔

"چیتے صاحب! — مجھے اس بات کی کبھی پرواہ نہیں رہی کہ ریوالور چار ہیں یا ہزار"۔

"کافی بے جگر ہیں آپ" — جاوید اس کی بے خوفی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

صفدر نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ خاموشی سے گیٹ کی طرف چل پڑا۔

اس اثنا میں جاوید ایک نوٹ پیالی کے نیچے رکھ چکا تھا اور پھر صفدر کے پیچھے چل پڑا اور وہ تینوں آدمی بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔

صفدر اب مکمل گھیرے میں تھا لیکن اس کے چہرے یا حرکات سے یہ قطعی ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس وقت دشمن کے گھیرے میں ہے بلکہ وہ یوں اطمینان کے ساتھ چل رہا تھا جیسے اس کے گرد اس کے دشمن نہیں بلکہ دوست ہوں۔ گیٹ سے باہر آنے کے بعد صفدر رک گیا۔

"سامنے زرد رنگ کی کار کی طرف چلیئے" — جاوید نے سامنے کھڑی کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور صفدر بغیر کوئی جواب دیئے کار کی طرف چل پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں سے کہاں دو دو ہاتھ کرے۔ یہ مارکیٹ تھی۔ یہاں اگر کوئی حرکت کرتا تو جلد ہی پکڑا بھی جا سکتا تھا اس لیے اس نے راستے میں کسی مناسب موقعے اور جگہ کا انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

جاوید اور اس کے تینوں ساتھی بڑے چوکنے اور محتاط انداز میں چل رہے تھے۔ جاوید کو سو فیصدی یقین تھا کہ صفدر کوئی حرکت ضرور کرے گا کیونکہ اس نے بڑے عمران سے اسے چیلنج کیا تھا اس لیے وہ بے حد محتاط رہنا چاہتا تھا۔

صفدر کو پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا اور اس کے دونوں طرف دو آدمی بیٹھ گئے۔ ایک

نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور جاوید اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا رخ پچھلی طرف ہی رکھا اور اس کے ہاتھ میں ریوالور بدستور تھا۔

دونوں سائیڈوں میں بیٹھے ہوئے آدمیوں نے بھی ریوالور اس کے پہلوؤں سے لگائے ہوئے تھے۔ بہرحال انہوں نے ہر لحاظ سے صفدر کو بے بس کر رکھا تھا۔ صفدر پہلے ایسے کئی موقعوں سے نبرد آزما ہو چکا تھا۔ اس لیے اسے اس بات کی فکر نہیں تھی۔ وقت آنے پر سب کچھ ہو سکتا تھا۔

وہ مارا بھی جا سکتا تھا اور آسانی سے اپنی جان بھی چھڑا سکتا تھا۔ دونوں ہی باتیں ممکن تھیں۔

بہرحال صفدر نے چونکہ الجھنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لیے اُسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ کیا صورت حال پیش آئے گی۔ وہ تو بس مناسب موقع کی انتظار میں تھا بیوقوفوں کی طرح وہ الجھنا بھی نہیں چاہتا تھا کہ خوامخواہ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال لے۔

کار چل پڑی اور صفدر ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ اندازہ سمجھتا تھا کہ کار سیدھی کرنل فریدی کی کوٹھی میں جائے گی۔ چنانچہ جو کچھ کرنا چاہیئے۔ جلدی کرنا چاہیئے۔ لیکن کوئی مناسب صورت نظر نہیں آ رہی تھی اور کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔

سرکلر روڈ سے ہوتی ہوئی کار ارباب روڈ اور پھر گیمن روڈ پر چڑھ گئی۔ یہ سڑک کافی سنسان تھی۔ ٹریفک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی اور صفدر اچھی طرح جانتا تھا کہ گیمن روڈ کے پانچ میل کے ٹکڑے کے بعد کار کالونی روڈ سے ہوتی ہوئی کرنل فریدی کی کوٹھی پر پہنچ جائے گی اور کوٹھی پر پہنچنے کے بعد وہ بے بس ہو جائے گا۔ لہٰذا جو کچھ کرنا تھا اسی پانچ میل کے ٹکڑے میں ہی کرنا تھا۔ ویسے اس نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ سنسان سڑک آتے ہی جاوید اور اس کے تینوں ساتھی مزید محتاط ہو گئے تھے۔

وقت لمحہ بہ لمحہ گزر رہا تھا ـــ پر لگا کے اڑ رہا تھا ـــ اور صفدر سوچ رہا تھا اور صرف سوچ رہا تھا۔

عمران اور نعمانی کا کیفے سٹار لائٹ میں کوئی کام نہیں تھا۔ وہ صرف ٹیکسی والے کو ڈاج دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ کرنل فریدی کی بلیک فورس کا جال وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا اس لئے وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہتے تھے لیکن بیرونی راہداری میں ٹوائلٹ دیکھ کر عمران کے ذہن میں ایک خیال آیا۔

"تم میرے لئے ایک ریڈی میڈ سوٹ لے آؤ ـــ میں اتنی دیر ٹوائلٹ میں رکتا ہوں"۔ عمران نے کیفے کے ٹوائلٹ کے دروازے پر رکتے ہی نعمانی سے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں ابھی لے آتا ہوں ـــ آپ کی حالت بہت خراب ہے" ـــ نعمانی نے سر ہلاتے ہوئے تائید کی۔ اور واپس مڑ گیا۔

عمران غڑاپ سے ٹوائلٹ کے اندر گھس گیا۔ اس نے منہ ہاتھ اور سر دھویا اور پھر کپڑے اتار کر انہیں کونے میں پڑے ہوئے شو کلینگ سٹینڈ پر رکھے ہوئے کپڑے سے اچھی طرح صاف کیا۔ کیچڑ سے بھری ہوئی جوتی اتار کر اس نے پیر بھی دھوئے۔ اور پھر اس نے جرابیں بھی بیسن میں دھونی شروع کر دیں۔ دراصل وہ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ جرابیں دھو کر اس نے انہیں اچھی طرح نچوڑا اور سٹینڈ پر ڈال دیں۔ اسی لمحے دروازے

پر مخصوص دستک ہوئی۔

عمران سمجھ گیا کہ نعمانی آیا ہے۔ اس نے دروازہ کھولا تو نعمانی ریڈی میڈ سوٹ بمع شرٹ اور ٹائی لے آیا تھا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیا۔

"جرابیں بھی لے آیا ہوں ۔۔۔ پہلی تو خراب ہو گئی ہوں گی" ۔۔۔ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یار! ۔۔۔ تم اتنے عقلمند کب سے ہو گئے ہو" ۔۔۔ عمران نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔ اور نعمانی صرف مسکرا دیا۔

"بیگ مجھے دے دیجئے ۔۔۔ میں کیفے میں بیٹھتا ہوں ۔۔۔ آپ کپڑے تبدیل کر کے آجایئے گا" ۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ذرا احتیاط رکھنا" ۔۔۔ عمران نے بیگ نعمانی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

نعمانی نے سر ہلایا اور پھر بیگ لے کر مڑ گیا۔

عمران نے دروازہ بند کر دیا۔ ویسے اسے اتفاق ہی کہنا چاہیئے کہ اس دوران ٹوائلٹ کا رخ کسی شخص نے نہیں کیا تھا۔

عمران نے کیچڑ سے بھرے ہوئے کپڑے اتار کر اسٹینڈ پر رکھے ہوئے تولیئے سے جسم کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر نئے کپڑے پہن لئے۔ کیچڑ سے بھرے ہوئے کپڑے جن پر لگا ہوا کیچڑ اب خشک ہو گیا تھا۔ اس نے اچھی طرح جھاڑے اور پھر انہیں اسی لفافے میں ڈال دیا جس میں نعمانی سوٹ لے کر آیا تھا۔

وال مرر کے اسٹینڈ پر رکھا ہوا کنگھا اٹھا کر اس نے بال سنوارے اور ایک نظر آئینے پر ڈال کر وہ مطمئن ہو گیا۔ اب وہ انسانوں کے روپ میں آگیا تھا۔ گیلی جرابیں بھی اس نے اسی لفافے میں ڈال لیں اور پھر ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کپڑے

تبدیل کرنے میں اسے زیادہ سے زیادہ بیس منٹ لگے ہوں گے۔

عمران لفافہ اٹھائے کیفے کے اندرونی گیٹ کی طرف بڑھا اور پھر چند لمحوں بعد وہ کیفے کے ہال میں تھا۔

ہال تقریباً خالی ہی پڑا تھا۔ اکا دکا میزیں پڑی تھیں۔ عمران نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر حیرت سے بے اختیار اپنی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ نعمانی کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے ایک دفعہ پھر بغور ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی شکلیں دیکھیں لیکن نعمانی کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

نعمانی غائب تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ بیگ بھی غائب تھا جس میں فارمولا تھا۔

عمران کی سمجھ میں یہ سلسلہ نہیں آیا۔ نعمانی کہاں غائب ہو سکتا ہے ۔۔۔؟ اب تو اس کے دماغ میں یہ شک بھی سر ابھار رہا تھا کہ کپڑے لانے والا اصلی نعمانی تھا یا کوئی اور ۔۔۔ کیا وہ کرنل فریدی کی بلیک فورس کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا ہے ۔۔۔؟ یا نعمانی کو یہاں سے زبردستی لے جایا گیا ہے؟

"تشریف رکھیئے" ۔۔۔ ایک ویٹر نے عمران کو کرسیوں کے درمیان کھڑا دیکھ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ!" ۔۔۔ عمران چونک پڑا۔ دراصل وہ خیالوں میں اس طرح گم ہوا تھا کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ کھڑا ہے۔ پھر وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دماغ اب بھی نعمانی کی طرف ہی تھا۔ نہ جانے اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟

بلیک زیرو ہوا میں قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔ تیسری منزل سے نیچے گرنے کا نتیجہ بھی اس کے سامنے تھا۔ لیکن پھر جیسے ہی اس کی نظریں نیچے پڑیں اس کے منہ سے اس حالت میں بھی اطمینان کی ایک طویل سانس نکل گئی۔

نیچے سڑک پر شاید کسی تقریب کے لئے شامیانہ لگایا گیا تھا۔ اس نازک موقع پر قدرت نے اس کی مدد کی تھی۔ ورنہ کرنل فریدی نے اپنی طرف سے اس کو مارنے کی کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

بلیک زیرو قلابازیاں کھاتا ہوا سیدھا شامیانے کے عین درمیان میں گرا۔ شامیانے کے ایک سائیڈ کے بانس اکھڑ گئے اور شامیانہ بلیک زیرو کو لیتا ہوا زمین پر آ رہا۔ اور بلیک زیرو کو ایک خراش تک نہ آئی۔

نیچے گرتے ہی بلیک زیرو تیزی سے اچھلا اور ایک طرف بھاگنے لگا۔ شامیانے کے نیچے شاید کوئی بھی نہیں تھا۔ تقریب کے لئے ابھی صرف شامیانہ ہی لگایا گیا تھا۔

بلیک زیرو تیزی سے بھاگتا ہوا کمپاؤنڈ وال کے قریب پہنچا اور پھر دوسرے لمحے وہ اچھل کر دیوار پھاند چکا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ کرنل فریدی ضرور اوپر سے اسے دیکھ رہا ہوگا یا وہ خود ہی نیچے پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ اس کے آنے سے پہلے ہی وہ ہوٹل سے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن بلیک زیرو جیسے ہی کود کر دیوار کی دوسری

طرف گرا ایک آدمی اس سے لپٹ گیا۔ وہ آدمی شاید دیوار کے قریب ہی کہیں موجود تھا۔ لیکن بلیک زیرو نے پھرتی سے اسے اچھال دیا۔ لیکن اتنے میں دو چار اور آدمیوں نے اسے گھیر لیا۔ یہ ہوٹل کی سائیڈ میں چوڑی سی ایک گلی تھی۔

اور پھر وہاں ایک جان لیوا مقابلہ شروع ہو گیا۔ وہ چار تھے اور بلیک زیرو اکیلا۔ لیکن وہ بلیک زیرو کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور بلیک زیرو نے مار مار کر ان کا بھرتہ بنا دیا۔ لیکن نجانے وہ کس ہڈی کے بنے ہوئے تھے کہ اتنی مار کھانے کے باوجود بھی وہ فرار ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ اور بلیک زیرو جانتا تھا کہ اس کے لئے ہر لمحہ قیمتی ہے۔

چنانچہ پھر وہ خطرناک داؤ پر اتر آیا۔ کھڑی ہتھیلی کے وار چاروں کے لئے جان لیوا ثابت ہوئے اور چند ہی لمحوں میں لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ اور پھر بلیک زیرو تیزی سے گلی کے اندر بھاگتا چلا گیا۔

کافی دور جانے کے بعد اس نے اپنی رفتار آہستہ کر دی تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔ پھر اسے دور سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس کے قدم اور تیز ہو گئے۔

گلی شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتی چلی جا رہی تھی۔ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ پھر ایک موڑ پر وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ گلی آگے سے بند تھی۔

اب پیچھے سے آنے والوں کے قدموں کی آوازیں نزدیک سے نزدیک تر آتی چلی جا رہی تھیں۔ اور آگے بند گلی بلیک زیرو کا منہ چڑا رہی تھی۔ اور بلیک زیرو سوچ رہا تھا کہ برے پھنسے۔

آنے والے ہر لمحے قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ بلیک زیرو نے بیزاری سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے سپاٹ دیواروں کے درمیان ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آ گیا۔ وہ

تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا۔ اچانک دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک عورت نے باہر جھانکا۔ اسی لمحے بلیک زیرو نے عورت کو زوردار دھکا دیا اور اندر گھستا چلا گیا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے اس نے دروازہ بند کر کے چٹخنی بند کر دی۔ عورت کی نظروں میں شدید حیرت تھی۔ لیکن نجانے کیوں اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ بس اس کی نظروں میں حیرت تھی۔

اسی لمحے قدموں کی آوازیں دروازے کے قریب آکر رک گئیں۔ عورت بھی اب تجسس بھری نظروں سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ اس سچویشن کو سمجھ نہ سکی ہو۔

یہ ایک خاصا بڑا مکان تھا اور شاید اس عورت کے علاوہ اور کوئی آدمی اس وقت موجود نہیں تھا۔ ورنہ وہ بھی اب تک ظاہر ہو جاتا۔

اس سے پہلے کہ بلیک زیرو عورت کو کوئی تنبیہہ کرتا — یا — اسے سمجھاتا، دروازے پر زور زور سے دستک دی جانے لگی۔ عورت نے ایک لمحے کے لئے مسکراتے ہوئے بلیک زیرو کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اس نے ایک سائڈ والی کوٹھڑی کی طرف اشارہ کر دیا۔

بلیک زیرو بجلی کی سی تیزی سے اس کوٹھڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے اندر گھس کر دروازہ بند کیا۔ عورت نے ہاتھ بڑھا کر چٹخنی کھول دی۔ دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور پھر چار آدمی اندر گھس آئے۔

"کیا بات ہے — ؟ آپ لوگ کیوں اندر گھس آئے ہیں" — ؟ عورت نے خوفزدگی کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"یہاں کوئی آدمی تو نہیں آیا" — ؟ ان میں سے ایک نے متجسس نگاہوں سے ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اندھے ہو — دروازہ بند نظر نہیں آ رہا — اور پھر یہاں کس نے آنا ہے — ؟ یہاں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہوں۔ تم لوگ باہر نکلو ورنہ میں شور مچاتی ہوں"۔

عورت نے ایک ہی سانس میں سب باتیں کہہ کر دھمکی بھی دیدی۔

"فیروز! — تم اس عورت کو سنبھالو — میں مکان کی تلاشی لیتا ہوں — یہاں علاوہ وہ اور کہاں غائب ہو سکتا ہے" — سوال کرنے والے نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ اور اسی لمحے اس شخص نے جسے فیروز کے نام سے پکارا گیا تھا۔ جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ عورت کی طرف کر دیا۔

"خبردار! — اگر آواز نکالی تو تمہیں ڈھیر کر دوں گا" — فیروز نے عورت کو دھمکی دیتے ہوئے کہا اور عورت نے بے بسی سے دانت بھینچ لئے۔

"تم جاکر تلاشی لو" — اس شخص نے جس نے فیروز کو حکم دیا تھا، باقی دو کو کہا اور وہ دونوں مکان کے اندر چلے گئے۔ وہ خود بھی تجسس بھری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

عورت خاموش کھڑی تھی۔

"اس کوٹھڑی میں کیا ہے — ؟ اس شخص نے جو شاید ان کا لیڈر تھا بلیک زیرو والی کوٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم خود جاکر دیکھ لو — مجھ سے کیا پوچھتے ہو" — ؟ عورت نے بڑے اطمینان بھرے ترش لہجے میں جواب دیا۔

اور لیڈر شانے جھٹکا کر خاموش ہو گیا۔ واقعی وہ عورت زبردست قوت ارادی کی مالک تھی۔ ورنہ اگر کوئی اور عورت ہوتی تو وہ اس سوال سے لازمی گھبرا جاتی۔

"تمہارا نام کیا ہے" — ؟ لیڈر نے سوال کیا۔

"تمہیں اس سے کیا مطلب" ۔۔۔ ؟ عورت کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"شٹ اَپ! ۔۔۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو" ۔۔۔ لیڈر کو شاید ... کے لہجہ پر غصہ آگیا تھا۔

"روزی" ۔۔۔ عورت نے نام بتلایا۔

"تمہارا شوہر کیا کام کرتا ہے" ۔۔۔ ؟ لیڈر شاید وقت گزار رہا تھا۔

"زخمی اور بیمار ہے" ۔۔۔ روزی نے جواب دیا۔

"ہونہہ" ۔۔۔ لیڈر خاموش ہو گیا۔

اتنے میں تلاشی لینے والے دونوں آدمی واپس آگئے۔

"وہاں ایک آدمی کمرے میں موجود ہے ۔۔۔ اس کے جسم پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا وہ ہمارا مطلوبہ آدمی ہے" ۔۔۔ لیڈر نے سوال کیا۔

"نہیں ۔۔۔ اور کوئی ہے" ۔۔۔ آدمی نے جواب دیا۔

"اس کوٹھڑی میں دیکھو" ۔۔۔ لیڈر نے کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا اور پھر دونوں آدمی اس کوٹھڑی کی طرف بڑھ گئے۔

"وہ کہیں اور نکل گیا ہو گا" ۔۔۔ فیروز نے بات کی۔

"اور کہاں جا سکتا ہے ۔۔۔ پیچھے ہم تھے آگے گلی بند تھی ۔۔۔ اور چاروں طرف صرف اس گھر کے دروازے کی سپاٹ دیواریں" ۔۔۔ لیڈر نے قدرے تعجب آمیز لہجے میں کہا۔

"بائیں سائیڈ والی دیوار قدرے نیچی ہے ۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ وہاں سے کود گیا ہو" فیروز نے جواب دیا۔

"ہاں! ۔۔۔ یہ بھی ہو سکتا ہے" ۔۔۔ لیڈر نے الجھن آمیز لہجے میں جواب دیا۔

اتنے میں وہ دونوں آدمی کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر دیکھنے لگے۔ ایک نظر ڈال کر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔

"یہ کوٹھڑی تو بھوسے سے بھری ہوئی ہے" ۔۔۔ ایک آدمی نے کہا۔

"ہونہہ" ۔۔۔ لیڈر نے کہا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

"اچھا چلو" ۔۔۔ اس نے کہا اور پھر باری باری سب دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

عورت نے ان کے جانے کے بعد دروازے میں کنڈی لگائی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس کوٹھڑی کی طرف بڑھ گئی جس میں بلیک زیرو چھپا ہوا تھا۔

"باہر نکل آؤ ۔۔۔ وہ لوگ جا چکے ہیں" ۔۔۔ عورت نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر آواز لگائی۔

بلیک زیرو بھوسے کے ڈھیر سے باہر نکل آیا۔ اس کے تمام جسم پر بھوسے کے تنکے چپکے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں جھاڑ کر صاف کیا۔

"تم نے آج میری مدد کر کے مجھ پر احسان کیا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو کا لہجہ ممنونیت سے پُر تھا۔

"آؤ اندر چل کر بیٹھو ۔۔۔ اور پھر مجھے اپنے متعلق تفصیل سے بتلاؤ" ۔۔۔ روزی نے اسے اندر مکان کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

بلیک زیرو خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔

دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے مکان کے برآمدے میں پہنچ گئے اور پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئے اور پھر دوسرے لمحے بلیک زیرو ٹھٹک کر رک گیا۔ کیونکہ سامنے ایک کرسی پر کیپٹن شکیل بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے تمام جسم پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور سچویشن ہی ایسی ہو گئی تھی۔ کیپٹن شکیل اس طرح اچانک بلیک زیرو

کے سامنے آیا تھا کہ اس کے منہ سے نکلتے نکلتے رہ گیا کہ "کیپٹن شکیل تم
کیپٹن شکیل کی نظروں سے ظاہر ہونے والی اجنبیت سے وہ سنبھل گیا۔

"آیئے آیئے! — آپ ٹھٹک کیوں گئے — یہ میرے شوہر ہیں
روزی نے اسے یوں ٹھٹکتے دیکھ کر کہا۔

"فیروز صاحب! — آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی — آپ کی بیگم
میری بے حد مدد کی ہے" — بلیک زیرو نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ!" — کیپٹن شکیل نے مختصر سا جواب دیا۔

"ہاں! — اب آپ تفصیل بتلایئے تاکہ میرے ذہن میں پیدا ہونے والی
دُور ہو سکے" — روزی نے بلیک زیرو کے بیٹھتے ہی کہا۔

"بات یہ ہے کہ یہ لوگ میرے دشمن تھے اور مجھے قتل کرنا چاہتے تھے —
اچانک انہوں نے مجھے سڑک پر گھیر لیا تو میں اپنی جان بچانے کے لئے اس گلی
گھس آیا — گلی آگے بند دیکھ کر میرے ہوش اُڑ گئے — اس کے بعد جو کچھ
ہوا وہ آپ اچھی طرح سے جانتی ہیں" — بلیک زیرو نے مختصر الفاظ میں ایک
کہانی سنا دی۔

"آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا" — کیپٹن شکیل نے کہا۔

"مجھے جاوید کہتے ہیں" — بلیک زیرو نے اپنا فرضی نام بتلایا۔

اب اس کے لئے الجھن یہ تھی کہ وہ کسی بھی صورت میں اپنا تعلق ظاہر کرنا نہیں
چاہتا تھا۔ ورنہ کیپٹن شکیل ٹھٹک جاتا۔ اور وہ بھی چاہ رہا تھا کہ اس سے تفصیل
بھی معلوم کرے لیکن کوئی صورت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ایک عجیب سی سچوئیشن
پیدا ہو گئی تھی۔

"آپ زخمی کیسے ہوئے مسٹر فیروز" —؟ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا" — کیپٹن شکیل نے مختصر سا جواب دیا۔

"اوہ!" — بلیک زیرو یہی کہہ کر رہ گیا۔

"آپ کے ہاں ٹیلی فون ہے" —؟ بلیک زیرو نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"جی ہاں" — روزی نے جواب دیا۔

"کیا نمبر ہے" —؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں" —؟ کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"اگر کوئی قابلِ اعتراض بات ہے تو مت بتلایئے" — بلیک زیرو نے لاپرواہی
سے جواب دیا۔

"ون، فور، نائن، سکس" — روزی نے جھٹ سے بتلا دیا اور کیپٹن شکیل منہ
بنا کر رہ گیا۔

"اچھا مسز روزی اور مسٹر فیروز! — آپ لوگوں کی ہمدردی کا بے حد شکریہ! —
اب مجھے اجازت دیجئے" — بلیک زیرو نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

بلیک زیرو نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل نے جیب سے
اچانک ریوالور نکال لیا۔

"ہینڈز اَپ! — اگر تم نے ذرا سی بھی حرکت کی تو گولی مار دونگا" — کیپٹن شکیل
کے لہجے میں چٹان کی سی سختی پیدا ہو گئی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو فیروز" —؟ روزی بوکھلا گئی۔

"تم خاموش رہو" — کیپٹن شکیل نے اسے بھی ڈانٹ دیا۔

بلیک زیرو نے خاموشی سے ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔
آج کیپٹن شکیل ایکسٹو کو ہینڈز اَپ کرائے کھڑا ہے — ایکسٹو — جس کی

آواز سُنکر ہی ان کے دم نکل جاتے ہیں ـــــ اگر اُسے پتہ چل جائے کہ میں ا
ہوں تو بہتر ـــــ بلیک زیرو دل ہی دل میں سچوئیشن سے لطف اندوز ہو رہا

"کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں مسٹر فیروز" ـــــ ؟ بلیک زیرو نے بڑے تحمل سے پوچھا۔

"تم جو صحیح بات ہے وہ بتاؤ ـــ تمہاری کہانی بالکل ہی طفلانہ ہے" ـ کیپٹن شکیل نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"میں نے جو بتلایا ہے وہ حقیقت ہے" ـــ بلیک زیرو نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"میں یقین نہیں کر سکتا ـــ اور میں ایسی پوزیشن میں نہیں کہ رسک لے سکوں اس لئے تمہاری موت ناگزیر ہے ـــ تمہیں مرنا ہی پڑے گا" ـــ کیپٹن شکیل نے موت کے سے سرد لہجے میں کہا اور اس کی انگلی ٹریگر پر مضبوط ہو گئی۔

بلیک زیرو نے محسوس کیا کہ کیپٹن شکیل جو کچھ کہہ رہا ہے اس پر عمل بھی کر دیگا۔ اور وہ کیپٹن شکیل سے لڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ زخمی تھا۔ اس لئے اب اُسے اپنا آپ ظاہر کرنا ہی پڑے گا اور ویسے بھی وہ اس سے تمام حالات سننا ہی چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ ایکسٹو کے لہجے میں بول پڑا۔

"کیپٹن شکیل! ـــ یہ تم کیا کر رہے ہو" ـــ ؟

اور اس کا ردعمل انتہائی عجیب ہوا۔ کیپٹن شکیل آواز سنتے ہی اس بُری طرح چونکا۔ جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے بلیک زیرو کو دیکھ رہا تھا۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے ہاتھ نیچے کر لئے۔

"کیپٹن شکیل! ـــ اطمینان سے بیٹھو اور میری بات سنو" ـــ بلیک زیرو نے

لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں ندامت جھلک رہی تھی۔ اسے احساس تھا کہ اس نے ایکسٹو پر ریوالور اٹھایا ہوا تھا۔

روزی کیپٹن شکیل کی اس تبدیلی پر حیرت زدہ رہ گئی تھی کہ نووارد کی آواز بدلتے ہی اس کا رویہ بھی تبدیل ہو گیا تھا اور پھر وہ فیروز کا نام کیپٹن شکیل سُن کر مزید حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

اب وہ دونوں دوبارہ کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

"آپ بھی تشریف رکھیئے مسز فیروز" ـــ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے روزی سے کہا اور اس بار کیپٹن شکیل جھینپ گیا۔

"میں شرمندہ ہوں جناب! ـــ سخت شرمندہ ـ کیپٹن شکیل نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں شکیل! ـــ پوزیشن ہی ایسی تھی" ـــ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام شکیل ہے ـــ اور تم کیپٹن ہو ـــ ؟ لیکن تم نے تو مجھے فیروز بتلایا تھا" ـــ روزی نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ اسے شائد اس بات پر غصہ آگیا تھا کہ کیپٹن شکیل نے اس سے جھوٹ بولا تھا۔

"یہ ضروری تھا روزی! ـــ میں مجبور تھا ـــ میں معذرت چاہتا ہوں" ـــ کیپٹن شکیل نے اس کی طرف دیکھا۔ نجانے کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں کیا بات تھی کہ روزی پگھل گئی اور اس کا تمام غصہ صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"مس صاحبہ! ـــ آپ ذرا دوسرے کمرے میں تشریف لے جائیں۔ ہم نے ایک ضروری بات کرنی ہے" ـــ بلیک زیرو نے روزی سے کہا اور روزی نے

ایک لمحے کے لئے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نک

"یہ عورت قابلِ اعتبار ہے" ——— ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"جی ہاں! — میرے خیال میں تو قابلِ اعتبار ہے" ——— کیپٹن شکیل نے جوا دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے — مجھے تمہارے اندازے پر اعتماد ہے — اب تم مجھے تمام حا تفصیل سے بتلاؤ" ——— بلیک زیرو نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"آپ کو قطعی علم نہیں ہے" ——— ؟ کیپٹن شکیل نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں! — اس کیس کا انچارج میں نے عمران کو بنا کر بھیجا تھا — کافی د سے عمران کی طرف سے کوئی اطلاع نہ آئی اور نہ ہی ٹرانسمیٹر پر بات ہو سکی تو میں یہاں آگیا — اس لئے مجھے حالات کا علم نہیں ہے" ——— بلیک زیرو نے ا پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ کیپٹن شکیل نے پچھلے تمام حالات جو اس کے علم میں تھے پوری تفصیل سے بتلا دیئے۔

بلیک زیرو خاموشی سے سنتا رہا۔ جب کیپٹن شکیل اس جگہ پہنچا جہاں کرنل فریدی نے اسے بتلایا تھا کہ عمران مر چکا ہے۔ تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

"کیا کہا — عمران دلدل میں پھنس کر مر چکا ہے" ——— ؟ بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"کرنل فریدی نے تو یہی بتلایا تھا ——— لیکن مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا" کیپٹن شکیل نے کہا۔

بلیک زیرو خاموش رہا۔ اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ کیپٹن شکیل نے اپنے تعاقب اور اس گلی میں دیوار سے ٹکرا کر گرنے کا بتلایا کہ دیوار سے ٹکرانے کے بعد

ہوش نہیں رہا۔ پھر جب ہوش آیا تو میں یہاں ایک کمرے میں تھا اور روزی تیمارداری کر رہی تھی۔ ہوش آنے پر اس نے مجھ سے تفصیل پوچھی تو میں نے بھی انٹ شنٹ کہانی سنا دی۔ اس نے یقین کر لیا۔

مجھے یہاں آئے ہوئے دوسرا دن ہے۔ روزی نے مجھے بتلایا کہ دھماکے کی آواز سن کر وہ باہر نکلی تو اس نے مجھے بیہوش پایا۔ وہ مجھے گھسیٹ کر اور کچھ اٹھا کر لے آئی۔ پھر اس نے موٹر سائیکل بھی سیدھی کی اور اسے بھی گھسیٹ کر اندر کمرے میں چھپا دیا ——— روزی جاسوسی ناول پڑھنے کی بے حد شوقین ہے یہاں تک میرا اندازہ ہے یہ بے حد ذہین لڑکی ہے ——— بہرحال میرا تعاقب نے والے شاید مجھے گلی میں مڑتا نہیں دیکھ سکے تھے اس لئے وہ ادھر نہیں آئے۔ ش میں آنے کے بعد آج میں جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ آپ آ پہنچے اور روزی مجھے اپنا شوہر کہہ کر ان کا شک دور کر دیا۔

"یہ روزی کیا کرتی ہے ——— ؟ اور یہاں اکیلی کیسے رہتی ہے" ——— ؟ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"یہ معاشرے کے ہاتھوں لٹی ہوئی لڑکی ہے ——— بچپن ہی میں ماں باپ مر گئے۔ رشتہ داروں کے در پر پلتی رہی ——— لڑکی مضبوط کردار کی محسوس ہوتی ہے اس لئے ط راستوں پر نہ پڑی اور اب کسی فرم میں ملازمت کرتی ہے اور اس مکان میں اکیلی رہتی ہے" ——— کیپٹن شکیل نے بتلایا۔

"یہ اس نے تمہیں بتلایا ہے" ——— ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"جی ہاں" ——— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہونہہ! — اب سب سے پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ عمران کی تلاش ——— تب ہی ذرا آگے کارروائی کی جا سکتی ہے" ——— بلیک زیرو بولا۔

"جی ہاں" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں تک کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ پھر بلیک زیرو اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا میں چلتا ہوں ـــــ میں تم سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کروں گا ـــــ ابھی نے جا کر اپنا میک اپ بھی تبدیل کرنا ہے" ـــــ بلیک زیرو نے جان بوجھ کر میک اپ کی بات چھیڑ دی۔

"آپ میک اپ میں ہیں" ـــــ؟ کیپٹن شکیل نے چونکتے ہوئے بے اختیار پوچھا۔

"کیوں بچوں والی باتیں کر رہے ہو کیپٹن! ـــــ بغیر میک اپ کے میں تمہارے آ سکتا تھا" ـــــ بلیک زیرو نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــــ ساری سر!" ـــــ کیپٹن شکیل نے سر جھکا لیا۔

پھر بلیک زیرو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ صحن میں اس کو روزی ملی جو کرسی پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔

"اچھا مس روزی! ـــــ میں چلتا ہوں ـــــ آپ کا بے حد شکریہ!" ـــــ بلیک زیرو نے رسماً اس سے کہا۔

"خدا حافظ" ـــــ روزی نے کھڑے ہو کر اخلاقاً جواب دیا اور بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

گلی سنسان پڑی تھی۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بازار کی طرف چل پڑا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں وہ لوگ نگرانی نہ کر رہے ہوں۔ لیکن یہ کوئی آدمی اسے نہ ملا جس پر اسے شک ہوتا۔

بلیک زیرو بازار میں پہنچ گیا۔ اب وہ اپنے ہوٹل تو نہیں جا سکتا تھا کیونکہ وہاں

زیدی کے آدمی گھات لگائے بیٹھے ہوں گے۔ چنانچہ اس نے ایک اور ہوٹل کا کیا۔ یہ بالکل متوسط طبقے کا ہوٹل نظر آ رہا تھا۔ ہوٹل کا نام لکی ڈیو تھا۔ وہ اس میں داخل ہو گیا۔ پھر پہلی نظر ڈالتے ہی اس نے یہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ یہاں زیادہ تعداد غنڈوں کی نظر آ رہی تھی اور ایسے ونوں پر شک کم ہی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"ایک کمرہ چاہئے" ـــــ اس نے کاؤنٹر مین کو غنڈوں جیسے لہجہ میں کہا کیونکہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسے آدمیوں کو کیسے ڈیل کیا جاتا ہے۔

"نہیں ہے" ـــــ کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے بھاری بھر کم آدمی نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"میں کہہ رہا ہوں ـــــ مجھے کمرہ چاہئے" ـــــ بلیک زیرو کاؤنٹر پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے سانپ کی طرح پھنکارا۔

"تم جاتے ہو یا نہیں ـــــ ایک بار کہہ دیا ہے کہ ہمارے پاس کوئی کمرہ نہیں ہے" ـــــ کاؤنٹر مین کو غصہ آ گیا۔

لیکن دوسرے لمحے کاؤنٹر مین پلٹ کر کرسی پر جا گرا۔ بلیک زیرو کے تھپڑ کی آواز سے سارا ہال گونج اٹھا تھا۔ کچھ اتنی قوت سے بلیک زیرو نے تھپڑ مارا تھا کہ پانچ انگلیوں کے نشان کاؤنٹر مین کے گال پر ثبت ہو چکے تھے۔

ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی آنکھوں میں خوف نمایاں تھا۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی نے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے راجہ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ راجہ کی مقامی غنڈوں میں اتنی دہشت تھی کہ کوئی اس کے سامنے اونچی آواز سے بول لینے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ کجا کہ کوئی اجنبی جو شکل و صورت سے انتہائی شریف معلوم ہوتا تھا۔ اسے یوں بھری محفل میں تھپڑ مار دے۔

راجہ ایک دفعہ گرگر بجلی کی طرح تڑپا۔ اس بار وہ کاؤنٹر سے باہر کھڑا تھا۔ ادھر بلیک زیرو بڑے اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے یہ تھپڑ اس نے نہ مارا ہو یہ حرکت کسی اور نے کی ہو۔

دوسرے لمحے راجہ نے بلیک زیرو پر چھلانگ لگا دی۔ مگر بلیک زیرو تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور راجہ اپنے ہی زور میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کا وار خالی گیا اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ بلیک زیرو نے بڑی پھرتی سے اس کی پشت پر پوری قوت سے لات مار دی۔ وہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اگر وہ دیوار پہ ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو نہ روکتا تو یقیناً اس کا مغز دیوار کے ساتھ چھیچھڑے کی طرح لٹک رہا ہوتا۔ وہ تیزی سے مڑا اور ایک بار پھر مقابل تھا۔

راجہ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک چاقو تھا جس کا پھل چمک رہا تھا۔

بلیک زیرو بھی سنبھل گیا۔ پھر راجہ نے انتہائی پھرتی سے لیکن بڑی مہارت سے وار کیا مگر بلیک زیرو نے اس سے بھی زیادہ پھرتی دکھائی اور راجہ کا چاقو والا ہاتھ اب بلیک زیرو کے ہاتھ میں تھا اور پھر راجہ ایک جھٹکے سے دوسری طرف جا گرا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے گر چکا تھا۔

اب راجہ کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ مدمقابل کوئی شریف آدمی نہیں بلکہ لڑائی کے فن کا ماہر ہے۔ ویسے بھی یہ لڑائی منت کی تھی۔ اس لڑائی کا کوئی مقصد وغیرہ نہ تھا۔

"کمرہ دے رہے ہو پھر —— ؟" جیسے ہی راجہ سیدھا ہوا، بلیک زیرو نے بڑے نرم لہجہ میں کہا۔

"میں تمہیں جان سے مار دونگا" —— راجہ غصے سے پھنکارا۔

"سوچ لو! —— بہرحال میں نے کمرہ لینا ہے —— کرایہ پیشگی" —— بلیک زیرو بالکل مطمئن لہجے میں بولا۔

راجہ ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ سارا ہال بڑی دلچسپی اور حیرت سے یہ مقابلہ دیکھ رہا تھا۔ بہت سے لوگ بلیک زیرو کی ہمت اور فن کی دل ہی دل میں داد بھی دے رہے تھے جس نے راجہ جیسے غنڈے کو نیچا کر کے رکھ دیا تھا۔

بلیک زیرو سمجھا کہ اب راجہ کو عقل آ چکی ہے لیکن ایسا سمجھنا اس کی غلطی تھی۔ راجہ اب اندھا دھند حملے کی بجائے ٹھنڈے دماغ سے لڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس طرح ڈاج دیا اور بلیک زیرو ڈاج کھا گیا۔

اچانک راجہ برق کی طرح تڑپا اور دوسرے لمحے اس کی فلائنگ کک بلیک زیرو کے سینے پر پڑی اور وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ لیکن اس نے اٹھنے میں جتنی پھرتی دکھائی تھی، سارا ہال عش عش کر اٹھا اور دوسرے لمحے راجہ جو ابھی ابھی اٹھ کر کھڑا ہوا تھا سینے پر ایک زوردار فلائنگ کک کھا کر دوبارہ الٹ گیا۔ بلیک زیرو نے دوسرے ہاتھ کا بدلہ لے لیا تھا۔ پھر جو بلیک زیرو نے تابڑ توڑ لوٹ کی ٹھوکریں راجہ کے منہ پر مارنا شروع کیں تو راجہ چیں بول گیا۔

اسی لمحے بلیک زیرو کو اپنی پشت پر ایک ہلکی سی چمک کا احساس ہوا اور وہ برق کی طرح اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ اور اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو چاقو اس کی پشت میں تیر جاتا۔ پھر چاقو والا اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر جھپٹ پڑا۔ اور پھر وہاں ایک خوفناک لڑائی شروع ہو گئی۔

اب بلیک زیرو کے مقابلے میں چار آدمی تھے۔ چاروں کے ہاتھوں میں چاقو تھے اور بلیک زیرو ان کے سامنے کھڑا بغور انہیں دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس کے خیال میں بھی نہیں تھا کہ جھگڑا اتنا بڑھ جائے گا۔ اور شاید زندگی میں پہلی بار وہ بغیر مقصد کے

لڑ رہا تھا۔

چاروں آدمیوں کا گھیرا بلیک زیرو کے گرد تنگ ہونے لگا ـــــ اور تنگ ـ اور

پھر اچانک بجلی سی کوند گئی اور ہال میں موجود دیگر لوگوں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں ۔

انہیں بلیک زیرو کی موت کا مکمل یقین ہو گیا ـــــ قطعی یقین ۔



اچانک صفدر کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا اور ان لوگوں سے بچنے کی ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے فوری طور پر اس پر عمل بھی کر دیا۔ کیونکہ وہ چاروں بے حد محتاط اور چوکنے تھے اس لئے ان کے اعصاب قدرتی طور پر تنے ہوئے تھے اور اسی نفسیات سے صفدر نے فائدہ اٹھایا۔ اچانک اس نے زور سے چلا کر کہا۔

"روکو ـــ کار روکو۔"

اور ڈرائیور نے غیر شعوری طور پر اس بری طرح بریک لگائے کہ کار ایک زبردست جھٹکے کے بعد رک گئی۔ اس جھٹکے نے سب کی پوزیشن کو گڑبڑ کر دیا۔ وہ دونوں آدمی جو صفدر کی دونوں سائیڈوں پر بیٹھے تھے اچھل کر درمیان میں آئے اور صفدر تیر کی طرح اچھل کر جاوید پر جا پڑا۔ ان دونوں کے جو صفدر کی جگہ پر آ پڑے تھے، اس بری طرح سے سر ٹکرائے کہ دونوں کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

ادھر جاوید صفدر کے نیچے دب گیا۔ پھر گرتے ہوئے صفدر کا ہاتھ ڈرائیور کی گردن پر پڑا اور وہ جھٹکا کھا کر سٹیرنگ پر ہی اوندھا ہو گیا۔

صفدر تو چونکہ پہلے سے ہی اس جھٹکے کے لئے ہوشیار تھا اس لئے اس کا دماغ اپنی جگہ حاضر رہا۔ دوسرے لمحے اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور پھر جاوید کو لیتا ہوا کار سے باہر آ گرا۔

جاوید کا سر چکرا گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے اور کیسے ہو گیا ہے؟۔ چنانچہ کار سے باہر گرتے ہی صفدر نے ایک ہی کھڑی ہتھیلی کا وار اٹھتے ہوئے جاوید کی گردن پر اس زور سے کیا کہ ایک کھٹاک کی آواز آئی اور جاوید کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور وہ زمین پر لڑھک گیا۔

اسی لمحے جاوید کے باقی تینوں ساتھی غیر ارادی طور پر کار کے دروازے کھول کر باہر نکل آئے۔ ان دونوں کے جو صفدر کی سائیڈوں میں بیٹھے تھے، ریوالور کار کے اندر ہی گر گئے تھے۔

صفدر نے اچانک چھلانگ لگائی اور اب وہ انجن کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ ڈرائیور باہر نکل کر سر جھٹکا ہی تھا کہ صفدر کی زوردار فلائنگ کک اس بری طرح اس کے پیٹ پر پڑی تھی اور وہ الٹ کر دور جا گرا تھا۔ صفدر نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں جاوید کا ریوالور تھا۔

وہ دونوں بھی اب سنبھل گئے تھے۔ انہوں نے بھی کار کے دروازے سے اندر گھسنے کی کوشش کی مگر صفدر فائر کر چکا تھا۔ اس کے ریوالور سے دو شعلے نکلے اور وہ دونوں بھیانک چیخوں سے پشت کے بل سڑک پر جا گرے۔

صفدر نے کار اسٹارٹ کی۔ اسی لمحے ڈرائیور اٹھ کر اس کی طرف بھاگا کہ صفدر نے دوسری گولی اس پر چلا دی اور وہ بھی وہیں ڈھیر ہو گیا۔

صفدر نے گیئر بدلا اور پھر کلچ چھوڑ کر ایکسیلیٹر پوری قوت سے دبا دیا۔ ایک زور دار جھٹکے سے کار تیر کی طرح آگے بڑھ گئی۔

اب صفدر آزاد تھا۔ اس کی ذہانت اور بروقت ترکیب نے اسے کامیابی دی تھی۔ گو اس نے سو فیصد رسک اٹھایا تھا لیکن وہ کامیاب رہا تھا۔ اس کی یہ ترکیب انتہائی نفسیاتی اور سچویشن کے لحاظ سے صحیح تھی۔ وہ کار لیتا ہوا سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔

کالونی روڈ سے ہوتا ہوا صفدر دوبارہ سرکلر روڈ پر آیا اور پھر وہاں سے اس نے سپر مارکیٹ کا رخ کیا۔ ابھی سپر مارکیٹ کافی دور تھی کہ اچانک اس کی نظریں پاس سے گزرنے والی ایک کار پر پڑی۔ اس نے نعمانی کو دیکھا کہ وہ کار کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے اردگرد دو آدمی بالکل اسی طرح بیٹھے تھے جیسے اس سے پہلے صفدر کے گرد بیٹھے تھے۔

صفدر سمجھ گیا کہ نعمانی کو زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ نعمانی گو میک اپ میں تھا لیکن صفدر ایک ہی نظر میں اسے پہچان چکا تھا۔ نعمانی ابھی تک اسی غنڈوں والے میک اپ میں تھا۔

صفدر نے اس تیزی سے اپنی کار موڑی کہ ٹائروں کی چیخیں نکل گئیں اور ادھر آنے والی کاروں کو زور دار بریکیں لگانی پڑیں ورنہ نجانے کتنے ایکسیڈنٹ ہو جاتے مگر صفدر نے قطعی پرواہ نہ کی۔ وہ نعمانی کو ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ریوالور گود میں رکھا اور پھر نعمانی والی کار کا تعاقب شروع کر دیا۔ مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی کار سرحد روڈ پر چڑھ گئی۔

اب صفدر سمجھ گیا کہ نعمانی کو فریدی کی کوٹھی میں لے جایا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے کار کی رفتار قدرے تیز کر دی اور پھر وہ دوسری کاروں کو کراس کرتا ہوا نعمانی

ر کے بالکل پیچھے آ گیا۔

اسی لمحے اس نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ریوالور تھام کی سے باہر ہاتھ نکالا۔ پھر یکے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے۔ ایک دھماکہ تو فائر تھا اور دوسرا نعمانی والی کار کے ٹائر پھٹنے کا۔

نعمانی والی کار ایک لمحے کے لئے ڈانواں ڈول ہوئی لیکن ڈرائیور ہوشیار نکلا ں نے گاڑی سنبھالی اور پھر ایک سائیڈ میں کار روک لی۔ اس سڑک پر ٹریفک تقریباً ہونے کے برابر تھی۔ کبھی کبھی اکا دکا گاڑی گزرتی تھی۔

صفدر نے فائر کرنے کے بعد کار نہیں روکی بلکہ اسے آگے نکالتا چلا گیا۔ جب اس کار کے قریب سے گزرا تو اس وقت ڈرائیور دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ ئد وہ ٹائر برسٹ ہونے کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

صفدر نے اچانک کار کو زور دار بریک لگائی اور پھر اسے بیک کر کے کار کے ب لے آیا۔ ڈرائیور اسے کار بیک کرتے دیکھ کر رک گیا۔

"کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں" ___؟ صفدر نے گردن کھڑکی سے باہر لتے ہوئے پوچھا۔

نعمانی صفدر کو اس طرح اچانک اپنے سامنے دیکھ کر بری طرح چونکا۔ لیکن سب لوگ چونکہ صفدر کی طرف متوجہ تھے اس لئے وہ نعمانی کو چونکتے ہوئے کھ سکے۔

"شکریہ جناب ___ ہمارا ٹائر برسٹ ہو گیا ہے ___ ہم ابھی تبدیل کر لیں گے"۔ ور نے بغور صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

صفدر نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے۔ لیکن دوسرے لمحے اس نے کار چلانے کی ئے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔

"میرے خیال میں آپ کو مدد کی ضرورت ہے ۔۔۔ آپ تکلف کر رہے ہیں" ۔۔۔ صفدر نے کار کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹک گیا کیونکہ ڈرائیور نے پھرتی سے ریوالور نکال لیا تھا۔

"آپ چلے جائیں ۔۔۔ ہمارے معاملے میں دخل مت دیں" ۔۔۔ ڈرائیور نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ تو کوئی خطرناک معاملہ ہے ۔۔۔ بہت بہتر ۔۔۔ میں چلا جاتا ہوں ۔۔۔ مجھے بھلا کیا تکلیف ہوئی ہے" ۔۔۔ صفدر نے خوفزدہ آواز میں کہا اور پھر مڑ کر اپنی کار کا دروازہ کھولا اور سیٹ پر بیٹھ گیا۔

صفدر نے کار سٹارٹ کی۔ اسی لمحے ڈرائیور نے مطمئن ہو کر ریوالور دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

کار تھوڑی سی بیک ہوئی مگر دوسرے ہی لمحے وہ الٹ کر نیچے آگرا۔ گولی اس کے سینے میں لگی تھی۔ اور پھر اس سے پہلے کہ باقی دو سنبھلتے، دو اور گولیاں انہیں بھی چاٹ گئیں اور اسی لمحے نعمانی دبک گیا۔

ڈرائیونگ سیٹ کے قریب بیٹھے آدمی نے صفدر پر فائر کیا مگر صفدر تیزی سے کار آگے بڑھا لے گیا۔ نعمانی چونکہ اب آزاد ہو گیا تھا اس لئے اس نے ایک ہاتھ سے فائر کرنے والے کی گردن پکڑ لی اور دوسرا ہاتھ ریوالور پر مارا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔

صفدر کار روک کر نیچے اترا اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا کار کے قریب آیا اور پھر ایک گولی اس آدمی کے سینے پر پڑی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

"جلدی آؤ نعمانی" ۔۔۔ صفدر نے آواز لگائی ۔۔۔ "کوئی کار وغیرہ نہ آجائے"۔

نعمانی نے تیزی سے آگے کی سیٹ پر رکھا ہوا بیگ اٹھایا اور پھر دروازہ کھول

کر باہر نکل آیا۔

اور پھر وہ، دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے کار میں بیٹھے اور پھر کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔



کرنل فریدی اور حمید دونوں ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔ کرنل فریدی کسی گہری سوچ میں غرق تھا اور حمید ایک رسالے پر طائرانہ نظریں ڈالنے میں مصروف تھا۔ وہ کل ہی ہسپتال سے فارغ ہو کر آیا تھا۔

"کیا واقعی عمران زندہ بچ گیا ہے" ۔۔۔ ؟ اچانک حمید نے رسالہ میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔ کیا کہا" ۔۔۔ ؟ فریدی چونک پڑا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ عمران زندہ بچ نکلا ہے" ۔۔۔ ؟ حمید نے اپنا سوال دوہرایا۔

"ہاں! ۔۔۔ مجھے کل اطلاع ملی ہے" ۔۔۔ فریدی نے مختصر سا جواب دیا۔

"لیکن کوئی ثبوت" ۔۔۔ ؟ حمید نے پوچھا۔

"ثبوت ایک تو مل چکا ہے ۔۔۔ دوسرے کا انتظار کر رہا ہوں" ۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"جو ثبوت آپ کو مل چکا ہے --- کیا اس کی تفصیل سے یہ بندۂ ناچیز واقف ہو سکتا ہے" ---؟ حمید نے قدرے جھک کر آداب بجالاتے ہوئے کہا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو" ---؟ فریدی نے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس لئے کہ مجھے یہ سُنکر افسوس ہوا تھا کہ عمران اپنی موت آپ مرگیا ہے۔ میں اس سے اپنا بدلہ نہیں لے سکا --- لیکن اب مجھے خوشی ہوتی ہے کہ وہ زندہ ہے --- اب میں اس سے انتقام لے سکتا ہوں" --- حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ثبوت یہ ہے کہ وہاں دلدل کے کنارے ایسے نشانات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص دلدل سے باہر نکل کر وہاں پڑا رہا ہے اور پھر اٹھ کر آگے بڑھ گیا ہے" --- فریدی نے بتلایا۔

"لیکن وہ آپ کے نکلنے کے نشانات بھی تو ہو سکتے ہیں" --- حمید نے جرح شروع کر دی۔

"میرے نشانات کے علاوہ ایسے نشانات ملے ہیں" --- فریدی نے منہ بنا کر جواب دیا۔ جیسے اسے حمید سے اس بودے سے سوال کی توقع نہیں تھی۔

حمید جھینپ گیا۔ اسے خود احساس ہو گیا تھا کہ اس نے سوال طفلانہ کیا تھا۔ وہ خاموش ہو گیا۔

چند ہی لمحے بعد ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ کرنل فریدی نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہارڈ اسٹون" --- کرنل فریدی نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"نمبر الیون سر" --- دوسری طرف سے نمبر الیون کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے" ---؟ کرنل فریدی نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"سر --- رپورٹ ہو گئی ہے --- نمبر سکس الیون --- نمبر ٹوئنٹی فور --- نمبر الیون تھرٹی --- نمبر سیون زیرو ون --- ان چاروں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ صفدر کو لے کر آپ کی کوٹھی پہنچیں۔ --- مگر ابھی ابھی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ وہ ہلاک ہو گئے ہیں اور ان کی لاشوں پر پولیس تحقیقات کر رہی ہے --- صفدر ان کو ہلاک کر کے فرار ہو گیا ہے اور ان کی کار بھی لے گیا ہے" --- نمبر الیون نے مفصل رپورٹ دی۔

"اور" --- فریدی کے لہجے میں غراہٹ آگئی اور اس کی آنکھوں کی سُرخی بڑھ گئی تھی۔ حمید جو اسے بغور دیکھ رہا تھا جھرجھری لے کر رہ گیا۔

"ایک اور اطلاع بھی ابھی ابھی موصول ہوئی ہے سر" --- نمبر الیون خاموش ہو گیا جیسے سوچ رہا ہو کہ اطلاع کن الفاظ میں دے۔

"بولتے جاؤ --- رک کیوں گئے" --- فریدی کے لہجے میں موت کی سی سنجیدگی تھی۔

"سر! --- نمبر سکسٹی ٹو الیون نے کیفے سٹار لائٹ میں ایک آدمی کو فارمولے والا بیگ اٹھائے کرسی پر بیٹھا دیکھ لیا --- وہ آدمی شائد عمران کا ساتھی تھا۔ وہ اکیلا تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی شخص نہیں تھا۔ لیکن وہ کیفے میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ کسی کا انتظار کر رہا ہو --- اس نے بیرے کو بھی ٹال دیا تھا --- مجھے جیسے ہی رپورٹ ملی۔ میں نے اسی کیفے میں موجود اپنے چار اور آدمیوں کو ٹرانسمیٹر پر حکم دیا کہ اس آدمی کو بیگ سمیت اغوا کر کے آپ کی کوٹھی پر پہنچا دیا جائے۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ اسے وہاں سے ریوالوروں کے زور پر اٹھا کر بذریعہ کار آپ کی طرف لے جایا جا رہا ہے --- مگر ابھی چند لمحے پہلے نمبر سکسٹی ٹو الیون نے بذریعہ ٹرانسمیٹر بتلایا ہے کہ کوئی نامعلوم شخص جو ایک کار میں تھا۔ اچانک اس نے فائر کر کے کار کا ٹائر برسٹ کر دیا اور پھر ہم پر فائرنگ کی بوچھاڑ کر دی۔ تین ممبر ہلاک

ہو چکے ہیں ـــ کال کرنے والا بھی سخت زخمی تھا۔ اسے بھی وہ مُردہ سمجھ کر ڈال گئے
تھے۔ بیگ وہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں ـــ بعد میں پتہ چلا کہ کال کرنے والا ممبر
بھی ختم ہو گیا ہے ـــ اس نے کار کے نمبر جو بتلاتے ہیں وہ اسی کار کے نمبر ہیں
جسے صفدر لے بھاگا تھا ـــ چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ صفدر ہی اپنے ساتھی اور
بیگ کو لے کر فرار ہو گیا ہے" ـــ نمبر الیون نے تفصیل سے رپورٹ دیتے
ہوئے کہا۔

"تو صفدر اب تک آٹھ ممبروں کو ختم کر چکا ہے" ـــ کرنل فریدی کا لہجہ بے حد
سرد تھا۔

"جی ہاں" ـــ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"کار کے متعلق کوئی کارروائی کی" ـــ؟ فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں! ـــ تمام ممبروں کو الرٹ کر دیا تھا ـــ پھر جلد ہی اس کار کا
سراغ بھی مل گیا۔ نادرہ مارکیٹ کے قریب پارکنگ پلیس میں وہ کار کھڑی تھی اور صفدر
اور اس کے ساتھی غائب تھے" ـــ نمبر الیون نے بتلایا۔

"ہونہہ" ـــ فریدی خاموش ہو گیا۔

چند لمحے تک خاموشی طاری رہی۔ فریدی کی فراخ پیشانی پر سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں
جو خطرناک سوچ کی آئینہ دار تھیں۔

حمید بُت بنا صرف فریدی کو دیکھ رہا تھا۔

"نمبر الیون" ـــ فریدی اچانک مخاطب ہوا۔

"یس سر" ـــ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"سنو! ـــ ابھی اور اسی وقت سب ممبروں کو حکم دے دو کہ جہاں بھی کوئی عمران
کا ساتھی نظر آئے ـــ یا ـــ کسی ایسے آدمی پر شک پڑے کہ وہ عمران کا ساتھی ہے

وہیں موقع پر ہی گولی مار دی جائے" ـــ فریدی نے حکم دیا اور حمید سمجھ
گیا کہ اب عمران کے ساتھیوں کی خیر نہیں ہے۔

"کیا عمران کے متعلق بھی یہی حکم ہے" ـــ؟ نمبر الیون نے پوچھا۔

"نہیں ـــ جب تک وہ بیگ نہیں مل جاتا اسے گولی مت ماری جائے" ـــ
فریدی نے جواب دیا اور حمید نے بُرا سا منہ بنا لیا۔

فریدی نے ریسیور رکھا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا واپس آ کر کرسی
پر بیٹھ گیا۔

"حمید! ـــ عمران کے ساتھیوں نے میری بلیک فورس کو مفلوج کر دیا ہے۔
اب تک آٹھ سے زیادہ آدمی ختم ہو چکے ہیں ـــ اب تک میں انہیں طرح دیتا آیا
ہوں ـــ اب بلیک فورس کی بجائے مجھے اور تمہیں خود میدان میں نکلنا پڑے گا۔
چنانچہ آج کے بعد تمہاری تمام تفریحی سرگرمیاں بند ـــ اور تم سنجیدگی سے اس کیس
پر کام کرو گے ـــ میں عمران کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب تک وہ اور اس کے
آدمی صرف میری طرف سے طرح دینے کی وجہ سے زندہ بچے ہوئے ہیں" ـــ فریدی
کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"یہی بات میں نے پہاڑی پر آپ سے کہی تھی ـــ وہاں سب اکٹھے تھے اور دو
منٹ میں فیصلہ ہو جاتا" ـــ حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"نہیں ـــ وہاں حالات کچھ اور تھے ـــ اس وقت تک میرا کوئی آدمی نہیں
مرا تھا ـــ اب وہ پہل کر چکے ہیں" ـــ فریدی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں کام کے لئے تیار ہوں مگر" ـــ حمید نے جان بوجھ کر
فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں ـــ مگر فکر نہ کرو۔ میں جلد ہی ان کا پتہ چلا

دیگا ـــ ابھی ترپ کا پتہ میرے ہاتھ میں ہی ہے" ـــ فریدی نے زہریلی ہنسی
ہنستے ہوئے حمید سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ترپ کا پتہ" ـــ ؟ حمید نے حیرت سے پوچھا۔ وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

"ہاں" ـــ فریدی نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا اور پھر اٹھ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔



عمران کافی دیر تک نعمانی کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن نعمانی تو ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ ـــ وہ کسی ویٹر سے اس بارے میں پوچھنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ بلیک فورس کے ممبر اکثر ویٹروں کے روپ میں ہوتے ہیں۔ کہیں فریدی کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو جائے۔

آخر تنگ آکر وہ اٹھا اور پھر آہستہ آہستہ ریسٹورنٹ سے باہر آ گیا۔ اس نے نعمانی والے اڈے پر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ نعمانی جہاں کہیں بھی ہو گا، وہیں پہنچے گا۔ اس نے ٹیکسی پکڑی اور پھر اسے لکی ویلو ہوٹل چلنے کے لئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی لکی ویلو کے باہر رک گئی۔ عمران نے کرایہ ادا کیا اور پھر ہوٹل کے اندر جانے کے لئے قدم بڑھائے مگر دوسرے لمحے وہ چونکنا ہو گیا کیونکہ ہوٹل کے اندر کسی ہنگامے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جیسے بہت سے آدمی آپس میں لڑ رہے ہوں

عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مین گیٹ میں گھس گیا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھیں شدید حیرت سے پھٹ گئیں۔ چار چاقو بردار بلیک زیرو کو گھیرے ہوئے تھے۔

بلیک زیرو کو یہاں اور اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔
لیکن اسے احساس ہو گیا کہ یہ وقت زیادہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ بلیک زیرو خطرناک پوزیشن میں پھنسا ہوا تھا۔ چار چاقو بردار اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور ان کے ارادے خطرناک نظر آ رہے تھے۔

بلیک زیرو غیر مسلح تھا۔ چنانچہ عمران نے فوری عمل کا فیصلہ کر لیا۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھا کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

اسی لمحے چاروں چاقو برداروں نے بیک وقت بلیک زیرو پر حملہ کر دیا۔ بجلی سی چمکی۔ مگر اس کے ساتھ ہی دو تیز مگر ہیبت ناک چیخیں بلند ہوئیں۔ بلیک زیرو حملہ ہوتے ہی اچانک بیٹھ گیا۔ چاروں آدمی آپس میں ٹکرا گئے تھے۔

دو آدمیوں کے سینے میں چاقو گھس چکے تھے۔ یہ دونوں چیخیں انہی کی تھیں۔ وہ اب گڈمڈ ہو گئے۔

ادھر بلیک زیرو تڑپ کر اچھلا اور اب وہ ان کے حلقے سے باہر کھڑا تھا۔ دو غنڈے فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ باقی دو اچھل کر اس طرح سیدھے ہو گئے جیسے ان کے جسموں میں پارہ بھر گیا ہو۔ اپنے ہی ساتھیوں کی موت سے ان کے سر پر خون سوار ہو گیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ دونوں بلیک زیرو پر حملہ کرتے اچانک عمران اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر ایک آدمی اچھل کر دور جا گرا۔ اس کے سینے پر پوری قوت سے فلائنگ کک پڑی تھی۔

بلیک زیرو جو ابھی تک اپنی پوری توجہ غنڈوں کی طرف مبذول کئے ہوئے تھا، نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر اس کے لبوں پر اطمینان کی مسکراہٹ

پھیلتی چلی گئی۔ دوسرے غنڈے نے بلیک زیرو پر حملہ کرنا چاہا تھا کہ اچانک ایک گرجدار آواز سے ہال گونج اٹھا۔

" خبردار۔۔۔ رک جاؤ "

سب نے چونک کر دیکھا تو ایک لحیم شحیم آدمی ہاتھ میں ریوالور لئے ایک گین کے سرے پر کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بے حد سُرخ اور وحشت ناک تھیں، چہرے پر درندگی چھائی ہوئی تھی۔

" دروازے بند کر دو "۔۔۔ اس نے گرجدار آواز میں حکم دیا اور ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ہوٹل کے دروازے بند کر کے چٹخنیاں چڑھا دیں۔

اب وہ بڑی کینہ توز نظروں سے عمران اور بلیک زیرو کی طرف دیکھ رہا تھا جو بڑے اطمینان اور لاپرواہی سے کھڑے تھے۔ جیسے کہیں سرکس کا تماشہ دیکھ رہے ہوں۔

چاقوؤں سے زخمی ہونے والے غنڈے تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ جس کے سینے پر لاتیں پڑی تھیں وہ بار بار اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر گر جاتا۔ اور پھر اس نے دو تین بار سر جھٹکا اور پھر اس کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا اور چند لمحے بعد وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ شائد اس کے سینے کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

ایک عجیب وحشت ناک منظر تھا۔ ہال میں موجود دوسرے آدمیوں کے چہرے خوف اور دہشت سے زرد ہو چکے تھے۔ وہ یوں سہمے ہوئے کھڑے تھے جیسے یہ سب کچھ ان ہی کا کیا دھرا ہو۔ لیکن یہ سب کچھ کرنے والے بڑی لاپرواہی سے کھڑے تھے۔

" تم کون ہو۔۔۔ ؟ اور تمہیں یہاں ہنگامہ برپا کرنے کی جرأت کیسے ہوئی "۔؟

اب وہ لحیم شحیم آدمی جو شائد اس ہوٹل کا مالک تھا۔ براہِ راست عمران اور بلیک زیرو سے مخاطب ہوا۔

" ہم مسافر ہیں ۔ اور تمہارے ہوٹل میں ایک کمرہ کرائے پر لینا چاہتے تھے لیکن تمہارے غنڈوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔۔۔ نیتجہ تمہارے سامنے ہے "۔۔۔ بلیک زیرو نے بڑے پُروقار انداز میں کہا۔

" کمرہ لینے کا یہی طریقہ ہے "۔۔۔ ؟ مالک کی آواز میں غراہٹ بڑھ گئی۔

" کمرہ تو بڑے اچھے طریقے سے مانگا گیا تھا۔ لیکن تمہارے آدمیوں کو پسند ہی نہیں آیا۔۔۔ اب اگر اس سے بھی اچھا طریقہ تم جانتے ہو تو بتا دو "۔۔۔ عمران نے ہانک لگائی۔

" تم میرے ساتھ دفتر چلو "۔۔۔ مالک نے قدرے نرم ہوتے ہوئے کہا۔

" چلو بھئی "۔۔۔ بلیک زیرو نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

" یہ لاشیں فوراً غائب کرو۔۔۔ فرش صاف کرو اور دروازے کھول دو "۔

مالک نے باقی ماندہ ملازموں سے کہا اور پھر گیلری میں مڑ گیا۔

عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ ماری اور آگے چل دیا۔ بلیک زیرو مسکرا دیا پھر دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے مختلف گیلریوں سے گزرنے کے بعد ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔

مالک نے انہیں سامنے صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر خود ایک بڑی میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" مجھے فیروز کہتے ہیں ۔۔۔ اور میں اس ہوٹل کا مالک ہوں "۔۔۔ مالک نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ نجانے کیا سوچ کر اس کا غصہ یکدم ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

" میں جانتا ہوں "۔۔۔ عمران نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو —— تم مجھے نہیں جانتے۔ ورنہ اس ہوٹل میں اونچی آواز نکالنے کی بھی جرأت نہ ہوتی" —— فیروز کو غصہ آنے لگا۔

"لیکن تم جانتے ہو کہ ہم نے نہ صرف اونچی آواز میں بات ہی نہیں کی بلکہ اور بھی بہت کچھ کیا ہے" —— عمران نے اسے مزید غصہ دلایا۔

"اسی لئے تو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے —— ورنہ تمہاری لاشیں بھی اس وقت تک اٹھائی جا چکی ہوتیں —— میں جانتا ہوں کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو —— تم قابل رحم اور قابل معافی ہو" —— فیروز نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"پھر تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے فیروز! —— تم نے شاید اپنے آدمیوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں نہیں دیکھیں" —— عمران نے بھی اسی طرح لاپرواہی سے جواب دیا۔

اور پھر فیروز کو غصہ آ ہی گیا۔ وہ اب تک ضبط کر رہا تھا۔ لیکن اب اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس نے جھٹکے سے ریوالور نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران سنبھلتا۔ وہ عمران پر فائر کر چکا تھا۔ لیکن بلیک زیرو بالکل ہوشیار تھا۔ اس نے اچانک عمران کو دھکا دے دیا۔ فائر خالی چلا گیا۔

پھر اس سے پہلے کہ فیروز دوسرا فائر کرتا، بلیک زیرو اپنی جگہ سے اچھلا اور فیروز کو لیتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ ریوالور فیروز کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور عمران نے جھپٹ کر ریوالور اٹھا لیا۔

"چھوڑ دو اسے" —— عمران نے ریوالور کا رخ ادھر کرتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو جو فیروز کے اوپر سوار اس پر مکے برسا رہا تھا۔ عمران کی آواز سن کر ہاتھ جھاڑتا ہوا ایک طرف ہو گیا۔ فیروز کا حلیہ چند ہی لمحوں میں بلیک زیرو نے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

"سیدھے بیٹھ جاؤ فیروز" —— عمران نے غراتے ہوئے کہا اور فیروز کینہ توز نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا ہوا دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میرے ایک سوال کا جواب دو" —— عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا —— کتنا اچھا ہوتا۔ اگر میں تمہیں وہیں گولی مار دیتا —— زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے نرمی برتی اور اس کا نتیجہ مجھے غلط بھگتنا پڑا ہے" —— فیروز نے غضبناک لہجے میں کہا۔

"تم ناگل دادا کو جانتے ہو" —— ؟ عمران نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

اور فیروز بری طرح چونکا۔ جیسے اس کا پیر بے خیالی میں کسی بچھو پر پڑ گیا ہو۔

"تم ناگل دادا کو کیسے جانتے ہو" —— ؟ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ دروازہ اچانک کھلا اور پھر دروازے میں نعمانی اور صفدر کھڑے نظر آئے۔

"آؤ ناگل دادا! —— میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا" —— عمران نے نعمانی کو دیکھتے ہی ہانک لگائی۔

اور نعمانی حیرت سے بلیک زیرو اور عمران کو دیکھ رہا تھا جس نے فیروز پر ریوالور تان رکھا تھا۔

"کیا بات ہے —— ؟ تم نے فیروز پر کیوں ریوالور تان رکھا ہے" —— ؟ نعمانی کی آواز میں غراہٹ تھی۔ شاید وہ اپنے ناگل دادا کے کردار کو بھولا نہیں تھا۔

عمران نے ریوالور جیب میں رکھا اور آداب بجالاتا ہوا صوفہ پر ڈھیر ہو گیا۔

"یہ کون ہیں ناگل دادا" —— فیروز نے سوالیہ لہجے میں نعمانی سے پوچھا۔

"یہ میرے ساتھی ہیں جن کی وجہ سے مجھے کرنل فریدی سے ٹکرانا پڑا ہے"۔

نعمانی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

صفدر بھی خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا لیکن وہ بڑے غور سے بلیک زیرو کی شکل دیکھ رہا تھا۔ جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اوہ! ــــ پھر تو آپ اپنے مہربان ہوئے ــــ حضرات معاف کیجئے ــــ ناگل دادا کے ساتھی میرے بھی ساتھی ہیں ــــ اب تک جو کچھ بھی ہوا، غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے" ــــ فیروز کی آواز میں معذرت کا تاثر نمایاں تھا۔

"کیا ہو گیا ہے" ــــ؟ نعمانی نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں ــــ بس انہوں نے میرے چار بہترین ساتھی مار دیئے ہیں" ــــ فیروز نے بظاہر لاپرواہی ظاہر کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی آنکھوں میں لہرانے والے کرب کے سائے کسی سے نہ چھپ سکے۔

"ایک اور افسوسناک خبر تو تمہیں مل چکی ہو گی کہ تمہارے ساتھی کاما ٹی کی پہاڑی پر ہونے والی جنگ میں ختم ہو گئے ہیں" ــــ نعمانی نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"ہاں! ــــ میں نے اخبار میں ان کے فوٹو دیکھے تھے" ــــ فیروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے وہ فوٹوؤں والی اخبار دکھاؤ ــــ مس چھپن چھری کلکتے والی ــــ خورشید بائی پونڈوں والی ــــ فیروز دین قصائی انبالے والی ــــ اور ــــ اور فیروزہ بائی پٹیالے والی کے فوٹو ہوں گے اس اخبار میں" ــــ عمران نے خوشی سے تالی بجاتے ہوئے کہا۔

"فیروز! ــــ یہ سب لوگ فی الحال یہیں رہیں گے ــــ کیا تم ان کے لئے کمرے مہیا کر سکتے ہو" ــــ؟ نعمانی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں ــــ کیوں نہیں" ــــ اور پھر وہ اٹھا اور انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ

کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ سب بھی اس کے پیچھے کمرے سے باہر آ گئے۔ فیروز سیدھا چلتا ہوا ایک اور کمرے میں گھس گیا جو گودام بنا ہوا تھا۔ اس میں شراب کی پیٹیاں اور دیگر کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔

فیروز نے ایک کونے میں جا کر ایک بڑی پیٹی ہٹائی اور پھر اس کی جگہ پر ایک چھوٹی پیٹی رکھ کر وہ خود اس پیٹی کے اوپر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ اونچے کئے اور پھر جہاں اس کا ہاتھ دیوار کو لگا۔ وہاں اس نے انگوٹھے سے دیوار کو دبایا اور پھر اس نے یہی حرکت دوسرے کونے میں جا کر کی۔ دوسرے کونے میں ایسا کرتے ہی اچانک سامنے والی دیوار کھسک گئی۔ اب وہاں ایک چھوٹا سا راستہ تھا اور نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔

وہ سب فیروز کی رہنمائی میں سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ نیچے ایک طویل گیلری تھی جس میں آمنے سامنے کافی مقدار میں کمرے بنے ہوئے تھے اور ہر کمرہ اچھی طرح سے سجا ہوا تھا۔

"یہ سب کمرے خالی ہیں ــــ انہیں اپنی رہائش کے لئے منتخب کر لیں ــــ یہ جگہ بے حد مفید ہے ــــ آپ جتنا عرصہ چاہیں یہاں رہ سکتے ہیں ــــ اور اس کے علاوہ اور کوئی خدمت ہو تو وہ بھی میں پوری کرنے کے لئے تیار ہوں" ــــ فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ فیروز! ــــ تم نے دوستی کا حق ادا کر دیا ہے" ــــ نعمانی نے احسانمندانہ لہجے میں کہا اور فیروز مسکرا کر رہ گیا۔

"اچھا میں چلتا ہوں ــــ کسی قسم کی ضرورت ہو تو کمرے میں لگا ہوا سرخ بٹن دبا دیجئے ــــ میرا ایک خاص آدمی اس کمرے میں پہنچ جائے گا ــــ اور اگر آپ

کسی وقت باہر جانا چاہیں تو اس کے لئے بڑا آسان طریقہ ہے —— سیڑھیاں چڑھنے کے بعد دیوار کے قریب ہی ایک سرخ بٹن موجود ہے۔ اسے دبانے سے دیوار اپنی جگہ سے کھسک جاتی ہے —— اور اندر آنے کے لئے جو طریقہ کار ہے وہ تو آپ پر ظاہر ہو ہی گیا ہے" —— فیروز نے تمام تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہاں میک اپ کا سامان مل جائے گا" —— ؟ عمران نے پوچھا۔

"ہاں! —— میرے پاس جدید ترین قسم کا میک اپ کا سامان ہے —— میں ابھی پوری کٹ آپ کو بھجوا دیتا ہوں" —— فیروز نے کہا اور پھر وہ سلام کر کے واپس چلا گیا۔

فیروز کے جانے کے بعد صفدر اور نعمانی دونوں بلیک زیرو کی طرف متوجہ ہو گئے ان کے ذہن میں الجھن تھی کہ یہ صاحب کون ہیں —— ؟ اس سے پہلے انہیں کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

"عمران صاحب! —— آپ نے ان صاحب کا تعارف نہیں کرایا" —— آخر نعمانی نہ رہ سکا اور بول ہی پڑا۔

"تعارف! —— ارے بھئی اگر میں نے، ان کا تعارف کرا دیا تو تمہیں ہارٹ اٹیک ہو جائے گا" —— عمران نے چہکتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" —— ؟ نعمانی اور صفدر چونک پڑے۔ ان کے ذہنوں میں ایک شک نے سر اٹھایا لیکن وہ کوئی واضح فیصلہ نہ کر سکے۔

"آپ سے ملئے —— آپ ہیں جناب ایکسٹو" —— عمران نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

اور صفدر اور نعمانی کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ رہے ہوں۔ کتنی مدت سے ان کے ذہن میں ایک خواہش تھی —— خلش تھی —— حسرت

تھی —— ارمان تھا —— کہ وہ ایکسٹو کی شکل دیکھ سکیں۔ لیکن اس سے پہلے ان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کبھی ان کی یہ خواہش بھی پوری ہو سکتی ہے —— آج جب اچانک ہی ان کی یہ خواہش پوری ہو گئی تو انہیں سکتہ سا ہو گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"کیوں گھور گھور کر دیکھ رہے ہو —— ؟ یہ میک اپ میں ہیں" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور صفدر اور نعمانی کی پھیلی ہوئی آنکھیں ایک جھٹکے سے واپس اپنی جگہ پر آ گئیں ان کے تصورات کے سارے محل ریت کی دیوار کی طرح بیٹھ گئے۔ ساری امید دل پر اوس پڑ گئی —— ان کے دل بجھ سے گئے —— اور پھر انہوں نے مایوسی سے اپنے سر جھکا لیئے۔

"عمران! —— تم ان نمبروں پر ٹیلیفون کر کے کیپٹن شکیل کو بھی یہیں بلوا لو" —— بلیک زیرو نے ایکسٹو کی آواز میں عمران کو حکم دیا۔

اور عمران چونک پڑا اور حیرت سے بلیک زیرو کو دیکھنے لگا کہ اسے کیپٹن شکیل کا پتہ کیسے چل گیا کہ وہ کہاں ہے۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں —— سنا نہیں تم نے" —— بلیک زیرو نے قدرے غصے سے کہا

اور عمران نے اثبات میں سر جھکا لیا۔

"تم لوگ اپنے اپنے کمروں میں جاؤ" —— بلیک زیرو نے صفدر اور نعمانی کو حکم دیا اور صفدر اور نعمانی خاموشی سے اٹھ کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

"میں اوپر جا کر فون کرتا ہوں" —— عمران نے کہا اور پھر وہ اور بلیک زیرو ایک کمرے میں چلے گئے۔

"ہاں! — میرے خیال میں یہ ٹھیک رہے گا کہ وہ بھی یہاں آجائے۔ پھر
سے بھاگنے کا کوئی منصوبہ بنائیں گے" — بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہو
کہا۔ عمران پہلے ہی ایک صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"لیکن تمہیں کیپٹن شکیل کا کیسے پتہ چلا" — عمران نے بلیک زیرو سے
اور پھر بلیک زیرو نے اپنے ساتھ گزرنے والے تمام حالات تفصیل سے عمران
سُنا دیئے۔

"ہوں! — تو اس کا مطلب ہے کہ فریدی سے تمہاری جھڑپ ہو چکی
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! — ویسے تو اس نے مجھے ختم ہی کر دیا تھا لیکن خوش قسمتی سے نیچے
ہوئے شامیانے نے مجھے بچا لیا" — بلیک زیرو نے کہا۔

"اچھا اب تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ — میں ذرا صفدر اور نعمانی سے
پوچھ لوں" — بلیک زیرو نے عمران سے کہا۔ لیکن پھر بولا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے اس بیگ کو کھول کر فارمولے کے کاغذات محفو
لئے جائیں" — بلیک زیرو نے رائے پیش کی۔

"ہاں! — اس بیگ کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا — یہی تو سارے فساد کی ج
ہے" — عمران نے اپنے پاس پڑے ہوئے بیگ کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ بیگ
تہہ خانے میں آتے ہی نعمانی کے ہاتھ سے لے چکا تھا۔

عمران نے بیگ اٹھا کر اس کے تالے کو بغور دیکھا اور پھر اِدھر اُدھر نظ
دوڑانے لگا۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ عمران نے ایک کونے
پڑی ہوئی تار اٹھائی۔

"بلیک زیرو! — تم دروازہ اندر سے بند کر لو" — عمران نے دروازے کی ط

ہوئے کہا۔

بلیک زیرو نے اٹھ کر دروازے کی چٹخنی لگا دی۔

عمران نے تار بیگ کے تالے کے سوراخ میں گھمائی اور پھر مختلف انداز میں اسے گھمانے
چند لمحوں بعد ایک کھٹاک کی آواز آئی اور تالا کھل گیا۔ یہی عمل اس نے دوسری سائیڈ
تالے کے ساتھ دوہرایا اور وہ بھی کھل گیا۔

عمران نے تالوں کے سائیڈ میں لگے ہوئے بٹنوں کو دبایا تو بیگ کھل گیا۔ اس
پڑے ہوئے کاغذات صاف دکھائی دینے لگے۔ عمران اور بلیک زیرو لاشعوری طور
ان کاغذات پر جھک گئے۔

اسی لمحے ان دونوں کو محسوس ہوا جیسے کاغذات دھوئیں میں تبدیل ہونے لگے
انہوں نے آنکھیں پھاڑیں۔ مگر اب کاغذات آہستہ آہستہ مدھم ہونے لگ گئے
عمران نے اچانک نظریں اٹھائیں اور پھر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر کمرہ اسے گھومتا
نظر آیا۔ اس کی آنکھوں کے آگے تیزی سے اندھیرا پھیلتا چلا گیا۔ یہی حشر بلیک زیرو
ساتھ ہوا۔

"گیس — اس تالے کے سوراخوں سے شاید کوئی بے رنگ گیس نکل رہی ہے"۔
ن کے ڈوبتے ہوئے ذہن میں خیال آیا۔ لیکن اسے کچھ کہنے کی بھی مہلت نہ ملی
دوسرے ہی لمحے وہ کرسی سے لڑھک کر فرش پر جا گرا۔

بلیک زیرو کا بھی یہی حشر ہوا۔ کھلا ہوا بیگ میز پر پڑا تھا۔ مگر وہ دونوں
پر بیہوش پڑے تھے۔

کرنل فریدی بے حد مصروف تھا. وہ ٹیلیفون کے پاس بیٹھا تھا اور ہر منٹ کے وقفے کے بعد کالیں آ رہی تھیں اور وہ مزید احکام دیئے جا رہا تھا. اس کی پوری بلیک فورس جو نہ جانے کتنی وسیع اور با اثر تھی. اس وقت حرکت میں آ چکی تھی.

ریلوے اسٹیشن — ائیرپورٹ — بندرگاہ — اور شہر سے باہر جانے والی ہر سڑک پر اس کی بلیک فورس الرٹ تھی. شہر میں ایسی کوئی سڑک — کوئی مارکیٹ اور کوئی کالونی نہیں بچی تھی جہاں اس کے آدمی نہ منڈلا رہے ہوں. شہر کے تمام ہوٹلوں میں خفیہ طور پر چھان بین کی جا رہی تھی. یہ سب کچھ اس پر اسرار اور خفیہ طریقے سے ہو رہا تھا کہ شہر میں موجود ہمہ ہمی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا. کسی کو یہ شک بھی نہ پڑ سکا کہ اس وقت نہ جانے کتنی آنکھیں ان کی نگرانی کر رہی ہیں.

یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ عمران سمیت اس کے تمام ساتھی یکدم غائب ہو گئے تھے اور اس کے ساتھ ہی بیگ بھی غائب تھا اور یہی چیز فریدی کے لئے سخت تشویشناک تھی. جب تک بیگ عمران کے ہاتھ میں ہے فریدی بے دست و پا تھا. وہ ہر صورت میں عمران وغیرہ کو اپنی گرفت میں لے آنا چاہتا تھا لیکن عمران اور اس کے ساتھی کچھ اس طرح غائب ہوتے تھے کہ اتنے زبردست انتظامات کے باوجود ان کا کچھ

پتہ نہیں چل رہا تھا.

ویسے فریدی مطمئن تھا کہ ایک پوائنٹ اس کے پاس ایسا ہے کہ عمران کو ظاہر ہونا ہی پڑے گا لیکن وہ حیران تھا کہ اس پوائنٹ کی رو سے تو یہ کام فوری ہونا چاہیئے تھا اور اس دوران وہ زیادہ تر اسی کال کا منتظر تھا. حمید کو اس نے آج صبح سے روک رکھا تھا.

چند لمحے بعد ٹیلیفون کی گھنٹی بجی. اس نے رسیور اٹھا لیا.

"ہارڈ اسٹون" — فریدی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا.

"نمبر الیون سر" — دوسری طرف سے نمبر الیون کی آواز سنائی دی.

"رپورٹ" — فریدی نے کہا.

"سر! ٹی۔ اے۔ میگنا مشین کاشن دے رہی ہے" — نمبر الیون کے لہجے میں بے پناہ خوشیاں تھیں.

"کیا کہا — کاشن دے رہی ہے — ویری گڈ! — تم نے چیک اپ کیا کہ وہ کس جگہ ظاہر کر رہی ہے" — ؟ فریدی کی آواز میں بھی خوشی تھی.

"جی ہاں جناب! — جس جگہ کا پتہ وہ بتلا رہی ہے وہاں نقشے میں ہوٹل لکی ڈیو ہے" — نمبر الیون نے جواب دیا.

"لکی ڈیو — کیا سپر مارکیٹ کے بائیں کونے پر جو گندہ سا ہوٹل ہے — وہی ہے" — ؟ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا.

"جی ہاں سر! — وہ فیروز نامی مشہور غنڈے کا ہوٹل ہے — وہ اپنے ہاتھ پیر بچا کر رکھتا ہے اس لئے وہ ابھی تک ہماری لسٹ میں نہیں آیا" — نمبر الیون نے جواب دیا.

"تو پھر اس دفعہ اس کی شامت نے آواز دے ہی لی ہے" — فریدی غرایا.

نمبر الیون خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"نمبر الیون! — اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ وہ لکی ویو کو گھیر لیں — اگر عمران یا کوئی ساتھی وہاں سے فرار ہونے لگے تو بے شک اسے گولی مار دیں — میں اور حمید بھی وہاں پہنچتے ہیں" — فریدی نے نمبر الیون کو حکم دیا۔

"او۔کے سر" — نمبر الیون نے جواب دیا۔ اور فریدی نے رسیور رکھ دیا۔

"حمید! — ذرا کپڑے بدل کر میرے ساتھ چلو — آج عمران اور اس کے ساتھیوں سے دو دو ہاتھ ہو ہی جائیں" — کرنل فریدی نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر عمران اور اس کے ساتھی ہیں کہاں" — ؟ حمید نے بیزاری سے کہا۔ وہ اس کیس سے تنگ آچکا تھا۔

"تم چلو تو سہی — عمران اور اس کے ساتھیوں کا پتہ چل گیا ہے — میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ابھی ترپ کا پتہ میرے ہاتھ میں ہے" — فریدی نے کہا اور پھر وہ بھی لباس تبدیل کرنے کے لئے ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد لنکن تیزی سے سڑک پر پھسلتی جا رہی تھی۔ فریدی کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ جلد ہی گاڑی سپر مارکیٹ میں موجود لکی ویو ہوٹل کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ ہوٹل کی ظاہری حالت ہی بتلا رہی تھی کہ وہ کس طبقے کی آماجگاہ ہو گا۔

فریدی نے گاڑی سے اتر کر ایک لمحہ کے لئے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر وہ ہوٹل کے اندر داخل ہو گیا۔ حمید اس کے پیچھے تھا۔ فریدی سیدھا کاؤنٹر پر گیا۔

ہوٹل میں فریدی کے داخل ہوتے ہی ایک نامعلوم سی بے چینی اور اضطراب

گئی۔ میزوں پر بیٹھے ہوئے غنڈوں کے چہرے فق ہو گئے۔ کیونکہ فریدی ان کے لئے ملک الموت سے کم درجہ نہیں رکھتا تھا۔

کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے آدمی نے جیسے ہی فریدی کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

فریدی پہلی بار اس ہوٹل میں داخل ہوا تھا اور کاؤنٹر مین اچھی طرح جانتا تھا فریدی کی آمد کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہو گی۔

فریدی کاؤنٹر کے قریب آکر رک گیا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بغور کاؤنٹر مین کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ کاؤنٹر مین نے آنکھیں چرا لیں۔ فریدی کی آنکھوں میں آنکھ ڈالنا دل گردے کا کام تھا۔

"فیروز کہاں ہے" — ؟ فریدی سانپ کی طرح پھنکارا۔

"جی — جی اپنے کمرے میں" — کاؤنٹر مین نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کمرہ کہاں ہے" — ؟ فریدی نے کاٹ کھانے والے لہجے میں پوچھا اور کاؤنٹر مین تیزی سے کاؤنٹر سے باہر نکلا اور پھر کہنے لگا۔

"میرے ساتھ چلئے — میں آپ کو اس کمرے تک لے چلتا ہوں"۔

"چلو" — فریدی نے کہا اور پھر وہ کاؤنٹر مین کی رہنمائی میں ایک گیلری میں چلنے لگے۔

جلد ہی وہ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ کاؤنٹر مین نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ" — اندر سے فیروز کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی اور کاؤنٹر مین کے ہلانے سے دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ایک میز کے پیچھے فیروز بیٹھا ہوا تھا اور میز پر شراب کی بوتل کھلی پڑی تھی۔

"کیا بات ہے راجو" ۔۔۔ ؟ فیروز کی نظریں دروازہ کھولنے والے پر پڑیں جس کے چہرے پر بارہ بج رہے تھے۔

"کک ۔۔۔ کرنل فریدی" ۔۔۔ راجو ہکلاتے ہوئے ایک طرف ہٹ گیا اور دوسرے لمحے فریدی اور حمید اندر داخل ہو گئے۔

فریدی پر نظر پڑتے ہی فیروز چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔

"آیئے آیئے ۔۔۔ تشریف لایئے کرنل صاحب" ۔۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے بااخلاق لہجے میں کہا۔

فریدی اس کی میز کے قریب جا کر رک گیا۔ ایک لمحہ تک وہ بغور فیروز کو دیکھتا رہا پھر اچانک وہ پلٹا۔ اس نے دروازے میں کھڑے ہوئے راجو کو سخت لہجے میں کہا۔

"تم جاؤ ۔۔۔ حمید دروازہ بند کر دو"۔

"کیا مطلب ۔۔۔ ؟ فیروز کرنل فریدی کے لہجے سے بوکھلا گیا۔

راجو تیزی سے واپس چلا گیا۔

حمید نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔

"تشریف رکھیئے" ۔۔۔ فیروز سے اور تو کچھ نہ بن سکا صرف یہی فقرہ کہہ کر رہ گیا۔

"فیروز! ۔۔۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو ۔۔۔ اس لئے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم سیدھی طرح بتلا دو کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو تم نے کہاں چھپا رکھا ہے" ۔۔۔ ؟ کرنل فریدی نے قدرے ترش لہجے میں کہا۔

"عمران اور اس کے ساتھی" ۔۔۔ فیروز حیران رہ گیا۔ اور وہ سچا بھی تھا اس نے کبھی عمران کا نام بھی نہیں سنا تھا۔

"ہاں" ۔۔۔ فریدی نے جواب دیا۔

"مگر میں تو عمران اور اس کے ساتھیوں کو نہیں جانتا" ۔۔۔ فیروز نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

مگر دوسرے لمحے وہ الٹ کر دوسری طرف جا گرا۔ کرنل فریدی کا زبردست تھپڑ اس کے گال پر پڑا تھا۔

فیروز گرتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ فریدی کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کے نشان اس کے گال پر ثبت ہو چکے تھے۔

"کرنل صاحب! ۔۔۔ آپ خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں ۔۔۔ میں واقعی انہیں نہیں جانتا" ۔۔۔ فیروز نے بھی قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

دوسرے لمحے فریدی نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ تقریباً اڑتا ہوا سامنے والے دروازے کے ساتھ جا ٹکرایا۔

"بتاؤ وہ کہاں چھپے ہوتے ہیں ۔۔۔ ورنہ میں تمہاری بوٹیاں اڑوا دوں گا"۔ فریدی غرایا۔

فیروز اٹھنے لگا۔ مگر دوسرا لمحہ کرنل فریدی پر بھاری پڑا۔ کیونکہ فیروز اٹھتے ہی اچھلا اور پھر اس سے پہلے کہ فریدی سنبھلتا، وہ ایک بم کی طرح اس کے سینے سے آ ٹکرایا اور فریدی میز پر الٹ گیا۔

اب حمید کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے پیچھے سے فیروز کی گردن پکڑ لی اور پھر ایک زوردار گھونسا اس کی پسلیوں میں جما دیا۔

"تم ایک طرف ہٹ جاؤ حمید! ۔۔۔ اس نے مجھ پر حملہ کیا ہے ۔۔۔ میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گا" ۔۔۔ فریدی نے غراتے ہوئے کہا۔ اور حمید ایک طرف ہٹ گیا۔ اب کرنل فریدی اور فیروز ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

"میں نہیں جانتا کرنل صاحب! ۔۔۔ کہ عمران کون ہے" ۔۔۔ فیروز نے کہا
فریدی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور فیروز کو گھورتا رہا۔
فیروز بے حد چوکنا تھا۔
اچانک فریدی نے بجلی کی سی تیزی سے فیروز پر چھلانگ لگادی۔ فیروز اضطراری طور پر ایک طرف ہٹا مگر بے سود۔ فریدی اسے رگیدتا ہوا دوسری طرف جا گرا پھر دونوں نے ہی اٹھنے میں دیر نہیں لگائی اور دوسرے لمحے وہ دونوں پھر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔
مگر پھر فریدی نے ایک فلائنگ کِک لگائی اور فیروز دوبارہ فرش پر جاگرا۔ اور پھر اسے فریدی نے اپنی بوٹ کی ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ اور بجلی کی تیزی سے فیروز پر ٹھوکروں کی بارش شروع کر دی۔ فیروز کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا چہرے کی جلد کئی جگہ سے پھٹ گئی تھی۔
"بتاؤ عمران اور اس کے ساتھی کہاں ہیں" ۔۔۔ ؟ کرنل فریدی غرایا
لیکن فیروز نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔ کنپٹی پر پڑنے والی ٹھوکر نے اسے ہوش وحواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔
فریدی کو جیسے ہی احساس ہوا کہ فیروز بیہوش ہو چکا ہے۔ اس نے پیر روک لئے۔ فیروز بے سُدھ پڑا تھا۔
"حمید! ۔۔۔ اسے ہوش میں لے آؤ" ۔۔۔ فریدی حمید سے مخاطب ہوا۔ جو ایک طرف کھڑا بڑی دلچسپی سے یہ مقابلہ دیکھ رہا تھا۔
حمید نے بیہوش فیروز کو کھینچ کر ایک کرسی پر ڈالا اور پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میز پر پڑی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اور پھر اسی کے چھینٹے فیروز کے منہ پر مارنے شروع کر دیئے۔ چند لمحے بعد فیروز نے آنکھیں کھول دیں۔

"اگر زندگی چاہتے ہو تو سچ سچ بتادو کہ عمران وغیرہ کہاں ہیں" ۔۔۔ ؟ فریدی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔
"یقین کیجئے کرنل صاحب! ۔۔۔ میں کسی عمران وغیرہ کو نہیں جانتا" ۔۔۔ فیروز نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔
فریدی نے محسوس کیا اور فیروز کی آنکھیں بتلا رہی تھیں کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ مگر ٹی۔ اے میگنا شین کا کاشن بھی درست تھا۔ پھر یہ چکر کیا ہے ۔۔۔ ؟۔
اسی لمحے فریدی کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا اور پھر اسے اپنے آپ پر غصہ آگیا۔ گھامڑ پن تو اسی سے سرزد ہوا تھا۔ کیا یہ ضروری تھا کہ عمران نے فیروز کو اپنا اصلی نام ہی بتلایا ہو۔ وہ خوامخواہ عمران کے نام پر زور دیتا رہا۔
"اچھا سنو! ۔۔۔ پچھلے ایک ہفتہ کے دوران کوئی باہر کا آدمی تم سے ملا ہے" ؟ فریدی نے کسی خیال سے پوچھا۔
فیروز سمجھتا تو تھا کہ یہ سارا چکر ناگل دادا کا ہے ۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے کسی ساتھی کا نام عمران ہو ۔۔۔ لیکن وہ بتلانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔
فریدی نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ ریوالور پر سائلنسر لگا ہوا تھا۔
"سنو فیروز! ۔۔۔ میں صرف تین تک گنوں گا ۔۔۔ پھر تمہاری لاش یہاں تڑپ رہی ہو گی ۔۔۔ جو کچھ تم جانتے ہو وہ سچ سچ بتلا دو" ۔۔۔ فریدی نے ریوالور کا رُخ فیروز کی طرف کرتے ہوئے کہا۔
ادھر فیروز کے ذہن میں زبردست کشمکش جاری تھی کہ آیا وہ ناگل دادا کے متعلق بتلا دے یا نہیں ۔۔۔ یہ غداری ہو گی ۔۔۔ اور ادھر اسے اچھی طرح علم تھا کہ

فریدی جو کچھ کہہ رہا ہے وہ یقیناً اسے کر بھی گزرے گا۔ ایک عجیب سی کیفیت میں وہ مبتلا تھا۔

ادھر فریدی دو تک پہنچ چکا تھا۔ اس کی انگلی ٹریگر پر جم چکی تھی۔ آخر فیروز نے سب کچھ بتلانے کا فیصلہ کر لیا۔

"ناگل دادا ۔ کک ۔ کک ۔ اوہ" ۔۔۔ اور فیروز کے سینے سے خون اُبلنے لگا۔ وہ کرسی سے الٹ کر دوسری طرف جا گرا۔

گولی شاید فریدی پر چلائی گئی تھی لیکن نجانے کیوں فریدی ذرا سا بائیں طرف جھکا تھا کہ گولی اس کے پہلو سے نکلتی ہوئی سامنے بیٹھے ہوئے فیروز کے سینے میں پیوست ہو گئی۔

فریدی بجلی کی طرح پلٹا اور پھر پشت پر موجود روشندان میں اسے ایک سایہ سا لہراتا نظر آیا۔ فریدی اڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے چٹخنی کھولی اور پھر باہر نکل آیا۔ لیکن آس پاس کوئی آدمی بھی نہیں تھا۔ وہ واپس کمرے میں آیا تو فیروز ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

فریدی سوچ میں پڑ گیا کہ ناگل دادا کا کیا مطلب ہوا۔ بہر حال اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ ناگل دادا کسی غنڈے کا نام ہے ۔۔۔ مگر یہ غنڈہ کون ہے ۔۔۔؟ اور اس کا عمران سے کیا تعلق ہے ۔۔۔؟

"حمید! ۔۔۔ تم کاؤنٹر مین کو بلاؤ" ۔۔۔ فریدی نے کہا اور حمید خاموشی سے باہر نکل گیا۔

چند لمحے بعد راجو فریدی کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے جب فیروز کو مرے ہوتے دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔

"کک ۔ کک ۔ کیا آپ نے" ۔۔۔ اس نے ہکلاتے ہوئے فیروز کی لاش

کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ اسے کسی نے روشندان سے گولی مار دی ہے" ۔۔۔ فریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اور راجو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"یہ بتاؤ کہ ناگل دادا کون ہے ۔۔۔؟" فریدی نے اچانک سوال کیا اور راجو بوکھلا گیا۔

"ناگل ۔ ناگل دادا" ۔۔۔ خوف سے راجو کی زبان لڑکھڑا گئی۔

"تم کرنل فریدی کے سامنے کھڑے ہو ۔۔۔ ڈرو مت ۔۔۔ تمہارا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا" ۔۔۔ فریدی نے اسے دلاسا دیا۔

اور پھر راجو نے سب کچھ اُگل دیا کہ کس طرح ناگل دادا یہاں آیا تھا اور کس طرح وہ یہاں رہے۔ پھر پانچ ساتھی لے کر وہ کالا ٹی کی پہاڑی پر لڑنے گئے تھے اور پانچوں وہیں مر گئے ۔۔۔ پھر دو آدمی یہاں آئے۔ یہاں زبردست ہنگامہ ہوا۔ فیروز انہیں اپنے کمرے میں لے گیا ۔۔۔ پھر ناگل دادا آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا۔ ناگل دادا نے ہاتھ میں ایک بیگ اٹھایا ہوا تھا۔ پھر فیروز نے انہیں نیچے تہہ خانوں میں رہنے کی جگہ دے دی ۔۔۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپ آ گئے" ۔۔۔ راجو نے تفصیل سے بتلایا۔

"تو اب سب لوگ نیچے تہہ خانوں میں موجود ہیں" ۔۔۔؟ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں" ۔۔۔ راجو نے جواب دیا۔

"وہ کل کتنی تعداد میں ہیں" ۔۔۔؟ فریدی نے کسی خیال سے پوچھا۔

"چار ہیں" ۔۔۔ راجو نے جواب دیا۔

"تہہ خانوں کا راستہ کدھر ہے" ۔۔۔۔ ؟ فریدی نے پوچھا۔

"سٹور روم میں ہے" ۔۔۔ راجو نے جواب دیا۔

"چلو میرے ساتھ" ۔۔۔ فریدی نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا، اور پھر راجو، فریدی اور حمید تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سٹور کی طرف بڑھ گئے۔

سٹور روم میں پہنچ کر فریدی نے پوچھا۔

"کہاں ہے وہ راستہ" ۔۔۔۔ ؟

پھر راجو نے فیروز والے طریقے سے دونوں کونوں میں دیوار کو دبایا تو دیوار اپنی جگہ سے کھسک گئی اور راستہ نکل آیا۔

فریدی سب سے آگے ریوالور لے کر سیڑھیاں اترنے لگا۔ اس کے پیچھے حمید ہاتھ میں ریوالور لئے ہوئے تھے اور سب سے پیچھے راجو جو جانے کے لئے مجبور تھا اور خوفزدہ بھی۔



"کیا واقعی ایکسٹو میک اپ میں ہے" ۔۔۔ ؟ کمرے میں پہنچتے ہی صفدر نے نعمانی سے کہا۔

"معلوم تو نہیں دیتا ۔۔۔ لیکن میرے خیال میں یقیناً وہ میک اپ میں ہوگا کیونکہ وہ اتنا بیوقوف تو نہیں ہے کہ بغیر میک اپ کئے ممبروں کے سامنے آجائے" ۔۔۔ نعمانی

نے کرسی پر بیٹھتے ہوتے جواب دیا۔

"ہاں! ۔۔۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں میک اپ میں ہوں اور حقیقتاً وہ میک اپ میں نہ ہو" ۔۔۔ صفدر نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی ثبوت نہیں ۔۔۔ ویسے ہمیں جو کچھ بھی وہ کہے، یقین کرنا ہی پڑے گا" نعمانی نے کندھے جھٹکتے ہوتے کہا۔

"مگر ایکسٹو یہاں پہنچ کیسے گیا ۔۔۔ ؟ وہ ہم سے پہلے یہاں نہ تھا۔ جبکہ ہم سب عمران کے پیچھے بوکھلائے پھرتے تھے ۔۔۔ اچانک ہی میری نظر تم پر پڑی اور پھر تم مجھے یہاں لے آئے۔ وہ ضرور وہاں گیا ہوگا اور پھر یہاں ایکسٹو پہلے سے پہنچ گیا اور اسے کیپٹن شکیل کا بھی پتہ ہے" ۔۔۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اس کے ہاتھ پیر بہت لمبے ہیں بھائی! ۔۔۔ جس چیز کیلئے ہم سر پٹکتے رہ جاتے ہیں اسے اس کا پہلے سے ہی پتہ چل جاتا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یار! ۔۔۔ ایکسٹو نے عمران صاحب سے کہا تھا کیپٹن شکیل کو ٹیلیفون کرنے کا یا ہمیں" ۔۔۔ ؟ اچانک ایک خیال آتے ہی صفدر بولا۔

"میرے خیال میں تو عمران صاحب کو ہی کہا تھا" ۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا۔

"مگر اب عمران اور ایکسٹو تو دونوں کمرے میں چلے گئے ہیں ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اس نے ہمیں ہی کہا ہوگا" ۔۔۔ صفدر نے یقین سے کہا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔۔ میں اسے ٹیلیفون کر آتا ہوں" ۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ تم جا کر اسے ٹیلیفون کرو اور اسے یہیں بلوا لو ۔۔۔ فیروز سے کہنا کہ

وہ تشکیل کو یہاں پہنچا دے"۔۔۔ صفدر نے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

نعمانی مختلف حصوں سے ہوتا ہوا سٹور روم میں پہنچا۔ پھر وہاں سے فیروز کے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے کے قریب پہنچتے ہی وہ اچانک ٹھٹھک گیا۔ اندر سے ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے دو آدمی لڑ رہے ہوں۔

نعمانی کو یکدم اس روشندان کا خیال آگیا۔ وہ تیزی سے فیروز کے ساتھ والے کمرے میں گھسا اور پھر ایک میز پر اس نے ایک کرسی رکھی اور کرسی پر چڑھ گیا۔ اب روشندان سے آنکھیں لگاتے ہی اس پر حیرت کا شدید دورہ پڑا۔ کمرے میں فیروز اور فریدی کی لڑائی ہو رہی تھی۔

فریدی، فیروز کے چہرے پر لگاتار ٹھوکریں لگا رہا تھا اور فیروز بیہوش ہو چکا تھا۔ پھر اسے اٹھا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ حمید نے شراب کے چھینٹے اس کے منہ پر مارے اور وہ ہوش میں آگیا۔

فریدی اس سے عمران اور اس کے ساتھیوں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ پھر نعمانی نے محسوس کیا کہ فیروز اب شکست تسلیم کر چکا ہے اس لئے وہ ہمارے متعلق ضرور بتلا دیگا چنانچہ نعمانی نے حفظِ ماتقدم کے طور پر ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے سوچا کہ اگر فیروز نے کچھ بتلانا چاہا تو وہ فیروز کو ہی ختم کر دے گا لیکن پھر اسے خیال آیا کہ اس وقت سنہری موقعہ ہے۔ کرنل فریدی کی پشت اس کی طرف ہے اور نشانہ خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیوں نہ کرنل فریدی کا چراغ گل کر دیا جائے۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ چنانچہ اس نے ریوالور کی نال کو روشندان کے قریب رکھا اور پھر اس کے کان میں ایک آواز پڑی۔

"ناگل وادا"۔۔۔ یہ فیروز کی آواز تھی۔ اسی لمحے نعمانی نے ٹریگر دبا دیا۔ ریوالور

پر سائلنسر لگا ہوا تھا۔ اس لئے ایک شعلہ سا نکلا۔ پھر نعمانی نے یہ دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ اس گولی کا کیا حشر ہوا۔ وہ بھاگتا ہوا سٹور میں داخل ہو گیا۔ ویسے ایک چیخ اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس لئے اسے اتنا تو یقین تھا کہ گولی کی زد میں کوئی نہ کوئی آگیا ہے۔ نشانہ تو اس نے کرنل فریدی کا لیا تھا اس لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ کرنل فریدی بچ گیا ہو۔

سٹور روم میں آتے ہی اس نے تیزی سے خفیہ دروازے کو کھولا اور پھر وہ تقریباً بھاگتا ہوا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ پھر کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا تو صفدر جو پلنگ پر لیٹا ہوا تھا، اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"صفدر!۔۔۔ میں نے کرنل فریدی کو گولی ماردی ہے"۔۔۔ نعمانی نے کہا اور صفدر کو محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔

"کیا کہا۔۔۔ فریدی کو گولی ماردی ہے؟"۔۔۔ صفدر نے اس سے پوچھا۔

"ہاں"۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا اور پھر مختصر لفظوں میں اس نے تمام تفصیل دہرا دی۔

"میرے خیال میں فوراً ایکسٹو کو اس کی رپورٹ دینی چاہیئے"۔۔۔ صفدر نے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ دونوں تیزی سے کمرے سے باہر نکلے اور پھر دوسرے لمحے ایکسٹو والے کمرے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ صفدر نے آہستہ سے دروازہ پر دستک دی۔ لیکن جواب ندارد۔

صفدر نے حیرت سے نعمانی کی طرف دیکھا۔ نعمانی خود حیرت زدہ تھا کہ ایکسٹو اور عمران جواب کیوں نہیں دے رہے جبکہ دروازہ اندر سے بند تھا تو اس سے

صاف ظاہر تھا کہ دونوں اندر ہی ہیں۔

صفدر نے جھنجلا کر دروازے کو پیٹ ڈالا۔ لیکن پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ دونوں سخت حیران تھے۔

"ضرور کوئی خاص بات ہو گئی ہے" ——— نعمانی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں دروازہ توڑ دیا جائے" ——— صفدر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر ایکسٹو ناراض ہو گئے تو" ——— ؟ نعمانی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے" ——— ؟ صفدر بھی اب کشمکش میں پڑ گیا۔

"دیکھا جائے گا جو ہوگا ——— تم دروازہ توڑ دو" ——— نعمانی نے کشمکش سے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

اور پھر صفدر نے پیچھے ہٹ کر شانے کی ایک زوردار ٹکر دروازے پر ماری۔ اور دروازہ پہلے ہی دھکے سے چرچرا کر ٹوٹ گیا۔ صفدر اور نعمانی دونوں تیزی سے اندر داخل ہو گئے اور پھر حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ بات تو ان کے تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ عمران اور ایکسٹو بھی بیہوش ہو سکتے ہیں۔ سامنے میز پر بیگ کھلا پڑا تھا اور عمران اور ایکسٹو دونوں فرش پر لڑھکے ہوئے تھے اچانک انہیں احساس ہوا کہ ان کے سر بھی چکرانے لگے ہیں۔

"گیس ——— بیہوش کر دینے والی گیس" ——— صفدر چونک اٹھا۔

لیکن گیس کا اثر نہایت خفیف تھا کیونکہ دروازہ کھلنے کی وجہ سے گیس باہر نکل گئی تھی۔

اسی لمحے انہیں دور سے کسی کے سیڑھیاں اترنے کی آواز سنائی دی۔

"نعمانی! ——— دیکھو کون آرہا ہے ——— فیروز آرہا ہے تو اسے کہو کہ فوراً کسی ڈاکٹر

کو بلوائے" ——— صفدر نے نعمانی سے کہا اور نعمانی ہوا کی طرح کمرے سے باہر نکل گیا۔ لیکن چند لمحے بعد وہ گولی کی طرح واپس آیا۔

"غضب ہو گیا صفدر! ——— کرنل فریدی مرا نہیں ——— وہ اور حمید یہاں آرہے ہیں" ——— نعمانی نے سخت پریشانی کے عالم میں کہا۔

صفدر نے یہ سنتے ہی تیزی سے آگے بڑھ کر بیگ بند کیا۔

"تم عمران کو اٹھاؤ ——— اور میں ایکسٹو کو ——— ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا چاہیئے" صفدر نے تیزی سے کہا۔

نعمانی نے لپک کر عمران کو کاندھے پر اٹھایا اور پھر جھپٹ کر کمرے سے باہر آگیا۔ پھر صفدر اپنے پُراسرار باس کو کاندھے پر اٹھائے کمرے سے باہر آگیا لیکن وہ بیگ اٹھانا نہیں بھولا تھا۔

وہ دونوں تیزی سے دوڑتے ہوئے آخری کمرے کی طرف چلے گئے۔ اس سے آگے راستہ بند تھا۔ دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئے۔ اسی لمحے گیلری میں کرنل فریدی، حمید اور راجو داخل ہوئے۔

اب نعمانی اور صفدر پھنس چکے تھے۔ صفدر نے تیزی سے عمران کو ہوش میں لانا چاہا مگر عمران ہوش میں ہی نہیں آرہا تھا۔ ان دونوں کی کوشش عمران کو ہی ہوش میں لانے کی تھی۔ ایکسٹو کو وہ ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ڈر رہے تھے۔

"بُری طرح پھنسے ہیں صفدر! ——— اب نکلنے کا کوئی راستہ نہیں" ——— نعمانی نے بے بس ہو کر کہا۔

"تم ایسا کرو کہ تم بھی بیہوش ہو کر ان کے ساتھ ہی لیٹ جاؤ ——— میں بیگ لے کر دروازے کے پیچھے چھپ جاتا ہوں ——— بغیر لڑے ہم بھی ان کے ہاتھ نہیں

آنا چاہیئے" ۔۔۔۔ صفدر نے ایک تجویز پیش کی۔

اسی وقت دروازے کے قریب قدموں کی آوازیں ابھریں۔ نعمانی فوراً عمران اور ایکسٹو کے قریب لیٹ گیا۔

صفدر بیگ لئے دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔

یکدم دروازہ کھلا۔ صفدر انتظار میں تھا کہ کرنل فریدی اندر آئے۔ لیکن کرنل فریدی بیوقوف نہیں تھا کہ یوں ہی یکدم اندر گھس جاتا۔

"اوہ! ۔۔۔ یہ تین تو یہاں پڑے ہوئے ہیں ۔۔۔ چوتھا آدمی کہاں ہے؟" کرنل فریدی کی آواز صفدر کے کانوں میں پڑی۔

"اندر ہی ہوگا" ۔۔۔ حمید کی آواز آئی۔

"اور بیگ بھی غائب ہے" ۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

"وہ اور جا بھی کہاں سکتے ہیں" ۔۔۔ راجو نے دخل اندازی کی۔

"جو کوئی بھی اندر ہے ۔۔۔ وہ خاموشی سے باہر نکل آئے ورنہ" ۔۔۔ کرنل فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

لیکن صفدر خاموش کھڑا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں بیگ پکڑا ہوا تھا۔

کرنل فریدی شش و پنج میں پھنس گیا۔ کیونکہ وہ اگر اندر داخل ہوتا تو یقیناً چوتھا آدمی اس پر گولی چلا دیتا اور اندھیرے سے آتے ہوئے تیر سے کون بچ سکتا ہے۔

صفدر بھی اسی لئے خاموش کھڑا تھا کہ کرنل فریدی تنگ آکر کمرے کو خالی محسوس کر کے ضرور اندر آئے گا اور پھر ایک ہی گولی اس کے لئے کافی ہو گی۔

لیکن کرنل فریدی نے ایک اور چال کھیلی ۔۔۔ اس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"تم باہر نکل آؤ ۔۔۔ ورنہ میں عمران کو گولی مار دوں گا"۔

عمران، نعمانی اور بلیک زیرو تینوں دروازے کے سامنے پڑے ہوئے تھے اس لئے کرنل فریدی کی یہ چال خاصی کارگر رہی ۔۔۔ صفدر شش و پنج میں پھنس گیا۔

دوسرے ہی لمحے ایک شعلہ سا ابھرا اور گولی عمران کے سر کے قریب ہی فرش سے ٹکرائی۔

"دوسری گولی عمران کے سر میں بھی لگ سکتی ہے ۔۔۔ اس لئے تم شرافت سے باہر آجاؤ" ۔۔۔ کرنل فریدی غرایا۔

اب صفدر کے لئے باہر نکل آنے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ نعمانی جو مصنوعی طور پر بے ہوش ہوا پڑا ہے۔ شائد کوئی چال کھیل جائے۔ اور پانسا الٹ جائے۔ لیکن نعمانی کرنل فریدی کے ریوالور کی بالکل زد میں تھا۔ اس لئے اگر وہ حرکت بھی کرتا تو یقیناً کرنل فریدی گولی چلا دیتا۔

آخر صفدر نے باہر آنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ چنانچہ اس نے ریوالور پھینک دیا اور پھر بیگ وہیں رکھ کر وہ ہاتھ اوپر اٹھائے دروازے کے پیچھے سے نکل آیا۔ سامنے کرنل فریدی ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ لئے کھڑا تھا۔

اب کرنل فریدی اور حمید اندر کمرے میں داخل ہو گئے

"حمید! ۔۔۔ ذرا بیگ ڈھونڈو کہاں ہے" ۔۔۔؟ فریدی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ صفدر کو ریوالور سے کور کئے کھڑا تھا۔

راجو شاید واپس چلا گیا تھا۔

حمید متجسس نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اسے کونے میں رکھا ہوا بیگ نظر آگیا۔ اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر وہ بیگ اٹھا لیا۔

کرنل فریدی کی ساری توجہ صفدر کی طرف تھی جو ہاتھ اٹھائے خاموشی سے کھڑا تھا۔

نعمانی بالکل دروازے کے سامنے اور حمید کے قریب پڑا تھا۔

دوسرے لمحے اچانک بجلی سی کوندی ——— یہ نعمانی تھا جو اچانک اچھلا اور حمید کے ہاتھ سے بیگ لیتا ہوا دروازے سے نکل گیا۔ ایسا محسوس ہوا تھا کہ جیسے یہ نعمانی نہیں بلکہ کوئی چھلاوہ ہو۔

کرنل فریدی غیر شعوری طور پر مڑا اور فائر کر دیا۔ مگر دوسرے لمحے صفدر نے ایک زوردار مکہ فریدی کی گردن پر مار دیا۔

حمید تیزی سے مڑا اور باہر نکلا ——— مگر نعمانی اس وقت تک گیلری پار کر چکا تھا۔

فریدی ایک مکہ تو سہہ گیا مگر دوسرے ہی لمحے تڑپ کر صفدر کی گردن پر جوڈو کا بھرپور وار کیا۔ اور صفدر کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر لڑھک گیا اس کے لئے ایک ہی ہاتھ کافی تھا۔ وار اتنا بھرپور پڑا تھا کہ صفدر سنبھل ہی نہ سکا۔ صفدر کے لڑھکتے ہی فریدی تیزی سے باہر نکلا۔ اور پھر وہ گیلری میں بھاگتا چلا گیا۔

جلد ہی کرنل فریدی سیڑھیوں پر چلتا ہوا سٹور روم سے ہوتا ہوا باہر نکل آیا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔

اسی لمحے اسے باہر گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر جب وہ ہوٹل

کے ہال میں پہنچا تو اس نے ہوٹل کے مین گیٹ سے تھوڑی دور نعمانی کو سڑک پر خون میں لت پت پڑے دیکھا۔

بیگ حمید نے اٹھا رکھا تھا۔



کیپٹن شکیل اس وقت سے الیسٹو کی کال کا انتظار کر رہا تھا جب سے الیسٹو وہاں سے گیا تھا۔ لیکن ابھی تک اسے کال نہیں کیا گیا تھا۔ اب وہ مزید اس مکان میں رکنا نہیں چاہتا تھا۔ الیسٹو کو وہ تمام تفصیل بتلا چکا تھا۔ کیونکہ اسے روزی کے متعلق اچھی طرح علم ہو چکا تھا۔

روزی اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ لیکن کیپٹن شکیل پتھر دل واقع ہوا تھا۔ اسے نہ کبھی عورتوں سے کوئی غرض رہی تھی اور نہ ہی وہ محبت وغیرہ کا قائل تھا۔ مگر یہاں سچوایشن ہی دوسری تھی۔ وہ برملا روزی کے سامنے اس کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ روزی کا مکان اسے ایک محفوظ اڈہ نظر آرہا تھا۔ اس نے روزی کو اسی غلط فہمی میں رکھا کہ وہ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

روزی نے اسے میک اَپ کا سامان بازار سے لا دیا تھا۔ کیپٹن شکیل نے میک اَپ کیا اور پھر وہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا تا کہ عمران وغیرہ کا پتہ چلا سکے

روزی نے کیپٹن شکیل سے جلد واپس آنے کے لئے کہا۔ اور وہ روزی سے جلد لوٹ آنے کا وعدہ کر کے مکان سے باہر نکل آیا۔

سڑک پر پہنچ کر کیپٹن شکیل سوچ رہا تھا کہ اب کہاں جائے۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ اپنی یادداشت کا ماتم کرنے لگا۔ عمران کے ساتھ رہتے ہوئے اسے معلوم تھا کہ نعمانی ہوٹل لکی ویو میں ناگل دادا کے روپ میں رہ رہا ہے۔ اور وہاں ہوٹل کا مالک فیروز اسے ناگل دادا سمجھ کر اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ پہاڑی کے واقعہ کے بعد اسے یہ بات یاد ہی نہیں رہی تھی لیکن یہ کوئی ضروری بھی نہیں تھا کہ اب بھی نعمانی یا عمران وغیرہ وہاں مل جائیں لیکن وہاں سے معلوم تو کیا جا سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے ایک خالی ٹیکسی روکی اور پھر ڈرائیور کو لکی ویو ہوٹل کا کہہ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

جلد ہی ٹیکسی لکی ویو ہوٹل کے قریب پارکنگ شیڈ پر جا کر رک گئی۔ ڈرائیور نے اشارے سے اسے ہوٹل کے متعلق بتلایا۔ اس نے کرایہ ادا کیا اور پھر وہ لکی ویو کی طرف چل پڑا۔

ابھی وہ لکی ویو ہوٹل کے دروازے سے تھوڑی ہی دور تھا کہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ہوٹل کے دروازے سے نعمانی بے تحاشہ بھاگتا ہوا باہر نکلا نعمانی ابھی تک ناگل دادا کے روپ میں تھا اور اس کے ایک ہاتھ میں بیگ پکڑا ہوا تھا۔

اور پھر دوسرے لمحے ہوٹل کے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص نے جو ایک چھوٹا سا خوانچہ لگائے کھڑا تھا۔ اچانک جیب سے ریوالور نکال کر نعمانی پر فائر کر دیا اور نعمانی ایک ہی چیخ مارتا ہوا وہیں سڑک پر ڈھیر ہو گیا۔ بیگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور

جا گرا۔

دوسرے ہی لمحے ہوٹل کے دروازے سے کیپٹن حمید بھاگتا ہوا باہر نکلا اور پھر اس نے جھپٹ کر بیگ اٹھا لیا اور وہ دوبارہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف چل دیا۔ دوسرے لمحے اسے کرنل فریدی بھی وہاں نظر آیا۔

لوگ جوق در جوق وہاں ہوٹل کے سامنے جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اور کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دونوں بیگ لئے تیز تیز قدموں سے ہوٹل سے باہر نکلے اور گیٹ کے قریب کھڑی لنکن میں بیٹھے اور پھر لنکن تیز رفتاری سے سیدھی نکلتی چلی گئی۔

نعمانی ابھی تک سڑک پر پڑا تھا۔ اس کے جسم سے خون نکل کر سڑک پر پھیل رہا تھا۔

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے جاتے ہی کیپٹن شکیل تیزی سے آگے بڑھا اور پھر وہ جلد ہی نعمانی کے قریب پہنچ گیا۔ گولی نعمانی کے پہلو میں لگی ہوئی تھی۔ خون کافی مقدار میں نکل چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے جھک کر نعمانی کی نبض دیکھی۔ نبض حرکت کر رہی تھی۔ مارکیٹ قریب ہونے کے باوجود ابھی تک پولیس کا کوئی آدمی وہاں نہیں پہنچا تھا۔

نعمانی کے گرد اکٹھے ہوئے افراد عجیب و غریب ریمارکس پاس کر رہے تھے کوئی کچھ کہہ رہا تھا کوئی کچھ۔

"جلدی کرو ـــ ٹیکسی لاؤ ـــ اسے ہسپتال لے جائیں" ـــ کیپٹن شکیل نے نبض دیکھنے کے بعد بڑے تحکمانہ لہجے میں لوگوں سے کہا۔ اور لوگ ٹیکسی کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

"جلدی کرو ــــ ٹیکسی لاؤ ــــ ایک آدمی کی جان جا رہی ہے ــــ جلدی سے ٹیکسی لاؤ" ــــ کیپٹن شکیل نے جھنجھلا کر کہا۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے ایک خالی ٹیکسی وہاں لائی گئی۔ لوگوں کی مدد سے کیپٹن شکیل نے نعمانی کو اٹھا کر ٹیکسی میں ڈالا اور پھر خود بھی ڈرائیور کے قریب بیٹھ گیا۔

"سنٹرل ہسپتال" ــــ کیپٹن شکیل نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

کیپٹن شکیل نے بیک مرر میں تعاقب کا اندازہ لگایا اور پھر جلد ہی اُسے یقین ہو گیا کہ ایک کار ان کی ٹیکسی کا تعاقب کر رہی ہے۔

پہلے تو کیپٹن شکیل کا خیال تھا کہ وہ تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر نعمانی کو روزی کے گھر لے جائے لیکن پھر اس نے سوچا کہ نعمانی کو گولی بڑی نازک جگہ پر لگی ہے اور کافی سے زیادہ خون بہہ گیا ہے۔ اگر فوری طور پر اس کے جسم سے گولی نہ نکالی گئی اور خون نہ دیا گیا تو نعمانی کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے اور یہ کام ہسپتال میں زیادہ جلدی اور زیادہ ماہرانہ طور پر ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔

جلد ہی ٹیکسی سنٹرل ہسپتال کی عظیم الشان عمارت میں پہنچ گئی۔ شعبۂ حادثات کے ڈاکٹروں نے نعمانی کی حالت دیکھتے ہی اسے فوراً آپریشن روم میں بھیجنے کا آرڈر دے دیا۔ اور نعمانی کو سٹریچر پر ڈال کر آپریشن روم پہنچا دیا گیا۔

کیپٹن شکیل کو پولیس کو بیان دینے کے لئے روک لیا گیا لیکن کیپٹن شکیل ان کی آنکھ بچا کر ہسپتال سے باہر آنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ پولیس کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا چنانچہ ہسپتال سے وہ سیدھا روزی کے مکان پر گیا تاکہ وہاں سے میک اپ تبدیل کر کے وہ دوبارہ لکی ویو پہنچے۔

"آپ نے انہیں چھوڑ دیا ہے ــــ میرے خیال میں تو موقع تھا کہ ان ب کو گولی مار دی جاتی" ــــ کیپٹن حمید نے کار چلاتے ہوئے کرنل فریدی سے کہا۔

"گاڑی تیز چلاؤ ــــ ہمیں جس چیز کی ضرورت تھی وہ ہمیں مل گئی ہے ــــ ب سب جائیں جہنم میں ــــ اور پھر بیہوش آدمیوں کو گولی مارتے ہوئے تمہیں رم نہیں آئے گی" ــــ فریدی نے کہا۔

"آئے گی ــــ ضرور آئے گی ــــ کیوں نہیں آئے گی ــــ بالکل آئے گی ــــ طعی آئے گی" ــــ حمید نے آئے گی کی گردان شروع کر دی۔

"کون آئے گی" ــــ؟ فریدی نے اس کی گردان پر حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آنے والی آئے گی" ــــ حمید نے لہک کر گاتے ہوئے کہا۔

"آئے گی تو ضرور ــــ مگر بچوں سمیت آئے گی" ــــ فریدی بھی اس کی آئے گی کی گردان کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"ہت تیرے کی ــــ سارا تصور برباد کر دیا" ــــ حمید نے جھنجھلا کر کہا

اور فریدی نے بیساختہ ایک قہقہہ لگا دیا۔

اور پھر گاڑی کوٹھی کے پھاٹک میں مڑ گئی۔

"میری گاڑی کا انجن بند نہ کرنا بلکہ تیار رہو ——— میں ابھی آتا ہوں"۔ کرنل فریدی گاڑی سے اترا اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا کوٹھی کے اندر چلا گیا۔ حمید اس کے حکم کی وجہ نہیں سمجھ سکا تھا۔

کرنل فریدی سیدھا اپنی لیبارٹری میں پہنچا۔ اس نے تیزی سے ایک خفیہ الماری کھولی۔ اس کے ایک خانے میں بالکل ایسا ہی ایک بیگ پڑا تھا جیسا وہ عمران وغیرہ سے چھین کر لایا تھا۔ اس نے بیگ میں لگی ہوئی چابی سے وہ بیگ کھولا ——— اور پھر عمران والا بیگ کھول کر اس میں سے کاغذات نکالے اور اپنے بیگ میں رکھ کر بیگ دوبارہ الماری میں رکھا اور الماری بند کر دی۔ پھر اس نے میز کی دراز سے چند دیگر کاغذات نکالے اور پھر انہیں عمران والے بیگ میں رکھ کر بیگ بند کر دیا۔ اور اسے لے کر وہ تقریباً بھاگتا ہوا دوبارہ کار کی طرف آیا۔ اس نے جھپٹ کر کار کا دروازہ کھولا اور پھر کار کے اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"حمید ——— جتنی تیز گاڑی چلا سکتے ہو چلاتے ہوئے واپس لکی ویلو ہوٹل چلو"۔ فریدی نے حمید سے کہا۔

اور حمید نے بغیر کوئی سوال کئے گیئر بدل کر ایکسیلیٹر دبا دیا۔ لنکن کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح کوٹھی سے باہر نکلی اور پھر سڑک اس کے ٹائروں کے نیچے تیزی سے سمٹنے لگی۔

جلد ہی وہ دوبارہ لکی ویلو پہنچ گئے۔ حمید نے ایک سائیڈ میں کار روکی۔ فریدی بیگ ہاتھ میں لئے نیچے اتر آیا۔ اسی وقت سامنے سے انسپکٹر جگدیش

اسے آتا نظر آیا۔ وہ ہوٹل سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی کرنل فریدی کو دیکھا اس کی طرف مڑ گیا۔

"ہیلو جگدیش! ——— کیا کر رہے ہو" ——— ؟ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سر! ——— وہ آدمی جسے گولی لگی تھی ———" ! جگدیش نے کچھ کہنا چاہا۔

"اوہ ہاں! ——— وہ کہاں ہے" ——— ؟ فریدی نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"اسے لوگ اٹھا کر ہسپتال لے گئے ہیں ——— میں جب پہنچا ہوں تو اسے لے جایا جا چکا تھا ——— اندر بھی تہہ خانوں میں تین آدمی بے ہوش پڑے ہوئے ہیں ——— اور اوپر ہوٹل کے مالک فیروز کی لاش پڑی ہے" ——— جگدیش نے کہا۔

"ہاں! ——— میں جانتا ہوں ——— تم ایسا کرو ——— یہ بیگ لو اور اسے اپنی لینڈری میں رکھنا ——— ان بیہوش افراد کو ہوش میں لے آؤ۔ اس وقت بھی یہ بیگ تمہارے پاس ہو ——— ویسے خاص رکھنا ——— وہ لوگ یہ بیگ تم سے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہیں گے ——— تم انہیں باتوں باتوں میں بتلا دینا کہ کرنل فریدی اور حمید کو بھی ہوٹل کے باہر کسی نامعلوم آدمی نے فائرنگ کر کے زخمی کر دیا ہے اور وہ دونوں اس وقت ہسپتال میں ہیں ——— اور ہاں! کسی لمحے اگر تم دیکھو کہ اس بیگ کے لئے تمہاری جان خطرے میں ہے تو بیگ کے لئے اپنی جان مت گنوانا ——— بیگ ان کے پاس جانے دینا"۔ فریدی نے اسے تفصیلی حکم دیتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں کہ یہ کیا چکر ہے" ——— ؟ جگدیش نے الجھن آمیز لہجے

میں جواب دیا۔

"تم نہ سمجھو تو زیادہ بہتر ہے" ـــــ فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا اور
پھر مڑ کر واپس کار کی طرف چل دیا۔

انسپکٹر جگدیش بیگ ہاتھ میں لئے خاموشی سے واپس ہوٹل کے
مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔



عمران نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں اور پھر ایک جھٹکے سے وہ اٹھ بیٹھا۔ پھر اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی کی وجہ سے پھیل گئیں۔ اس کے قریب ہی صفدر اور بلیک زیرو بھی بیہوش پڑے تھے۔ اور دروازہ کھلا ہوا تھا۔

عمران کو سب کچھ یاد آگیا۔ اس نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہ تو وہ کمرہ نہیں تھا جہاں وہ اور بلیک زیرو بیہوش ہوئے تھے۔ پھر دروازہ تو اندر سے بند تھا اور اب دروازہ کھلا ہوا ہے ـــــ بیگ بھی غائب تھا اور صفدر بھی ان کے ساتھ ہی بیہوش پڑا تھا۔

عمران نے تیزی سے بلیک زیرو کو جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔ گیس کا اثر کافی حد تک ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے بلیک زیرو بھی جلد ہی ہوش میں آگیا وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"بلیک زیرو ہوش میں آؤ ـــــ تمہاری پوزیشن اس وقت سب سے زیادہ زک ہے ـــــ وہی الجسٹو جسے ممبر ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اس وقت بے ہوش ڑا تھا ـــــ اور پھر نہ جانے ہماری بیہوشی کے دوران کیا کیا واقعات پیش تے ہیں ـــــ؟ دروازہ کھلا ہوا ہے ـــــ بیگ غائب ہے ـــــ ہم جس ے میں بیہوش ہوئے تھے یہ وہ کمرہ بھی نہیں ہے ـــــ اور پھر صفدر بھی ہاں بیہوش پڑا ہوا ہے ـــــ کوئی چکر چل چکا ہے" ـــــ عمران نے بلیک زیرو و جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"اب میں کیا کروں" ـــــ؟ بلیک زیرو نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"تم کسی طرح یہاں سے نکل جاؤ ـــــ میرے ساتھ بعد میں رابطہ قائم کرنا۔ الحال ہمارے پاس ٹرانسمیٹر نہیں ہیں اس لئے "نوائے ملت" میں اطلاع کے نوان سے کوڈ اشتہار دے دینا ـــــ میں تمہارے پاس پہنچ جاؤنگا" ـــــ عمران ے کہا۔

"ہاں! ـــــ یہ ٹھیک ہے" ـــــ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ـــــ اب میں صفدر کو ہوش میں لاتا ہوں ـــــ تم اس ہوٹل سے بھاگنے کوشش کرو" ـــــ عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ اور بلیک زیرو اٹھ کر ے سے باہر نکل گیا۔

بلیک زیرو کے باہر نکلتے ہی عمران نے صفدر کو ہوش میں لانے کی کوششیں روع کر دیں کیونکہ اس سے وہ گزرے ہوئے حالات کا پتہ چلا سکتا تھا۔ جلد ہی اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا۔ صفدر نے آنکھیں کھولیں۔ ایک، لمحے تک خالی خالی نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا۔ پھر یکدم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"عمران صاحب کیا ہوا" ـــــ؟ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا — ٹائیں ٹائیں فش" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور عمران کی بے موقع مسکراہٹ صفدر کو پوری طرح ہوش میں لے آئی۔ اور وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"عمران صاحب! — ایکسٹو صاحب کہاں ہیں" — ؟ صفدر نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلے گئے" — عمران نے مختصر سا جواب دیا۔

"چلے گئے — کہاں چلے گئے" — ؟ صفدر حیران رہ گیا۔

"جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا — تم اس بات کو چھوڑو اور تم مجھے مختصر طور پر تمام حالات بتلاؤ" — عمران نے کہا۔

اور پھر صفدر نے تمام حالات مختصر طور پر بتلا دیئے۔

"اوہ! — تو اس کا مطلب ہے کہ نعمانی بیگ لے کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا" — عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا — کیونکہ اس کے بعد کے حالات سے میں قطعی لاعلم ہوں" — صفدر نے جواب دیا۔

"صفدر ایک بات پوچھوں! — ہم بیہوش تو کسی اور کمرے میں ہوئے تھے لیکن ہوش اس کمرے میں آیا ہے — میں اس کی وجہ نہیں سمجھ سکا" — عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"نعمانی اور میں آپ کو اور ایکسٹو صاحب کو اٹھا کر یہاں لے آئے تھے" — صفدر نے جواب دیا۔

"مگر کس خوشی میں" — ؟ عمران نے پوچھا۔

"دراصل بات یہ تھی کہ جب ہم دروازہ توڑ کر آپ کے کمرے میں داخل ہوئے یس کا اثر ہم پر بھی ہونے لگا — اسی لمحے کرنل فریدی سیڑھیاں یہاں آ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر ہم یہیں رہے تو ان کے یہاں پہنچنے ہم دونوں بھی بیہوش ہو جائیں گے — اور پھر کمرہ تھا بھی نزدیک لئے میں اور نعمانی آپ دونوں اور بیگ کو اٹھا کر اس آخری کونے والے میں لے آئے" — صفدر نے وجوہات بتلائیں۔

"ہونہہ" — عمران نے سر ہلایا۔

"اچھا چلو اب باہر نکلیں — اور دیکھیں کہ حالات کیا ہوتے ہیں — ؟ فریدی یوں ہمیں چھوڑ کر تو نہیں جا سکتا — ضرور باہر کوئی خاص پیش آیا ہو گا" — عمران نے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

صفدر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے سے باہر نکلے۔

گر دوسرے لمحے دونوں ہی ٹھٹھک کر رہ گئے۔ کیونکہ سامنے ایک پولیس تین سپاہیوں سمیت کھڑا تھا اور انسپکٹر کے ہاتھ میں وہی بیگ تھا ے لئے یہ تمام چکر چل رہا ہے۔

"تم دونوں ہوش میں آگئے" — ؟ پولیس انسپکٹر نے قدرے سخت لہجے پوچھا۔

"غلطی ہو گئی ہے جناب! — معاف کر دو — ہم ابھی دوبارہ بیہوش ہو ں" — عمران نے گھگھیاتے ہوئے کہا اور صفدر مسکرا دیا۔

"شٹ اپ — تم اپنے آپ کو حراست میں سمجھو" — انسپکٹر چڑ گیا۔

"سمجھ لیا بندہ پرور! — اور حکم فرمائیے" — عمران نے باقاعدہ آداب

بجالاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا تیسرا ساتھی کہاں ہے"۔۔۔؟ انسپکٹر اچانک کسی خیال کے تحت چونک پڑا۔

"تیسرا ساتھی!۔۔۔ صاحب کچھ تو رحم کریں۔۔۔ ہم دو تو مل کر چڑیا کا بچہ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔۔۔ ساتھی کہاں سے لے آئیں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"تم باہر چلو۔۔۔ کانسٹیبل اگر یہ کوئی حرکت کریں تو بے شک انہیں گولی مار دینا۔۔۔ میں ابھی آرہا ہوں"۔۔۔ انسپکٹر نے سپاہیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا اور سپاہیوں نے رائفلیں تان لیں۔

سپاہی عمران اور صفدر کو لئے اوپر پہنچے اور پھر ان دونوں کو ہوٹل کے ہال میں بٹھا دیا گیا۔

عمران اور صفدر سوچ رہے تھے کہ بیگ تو انسپکٹر کے پاس ہے تو پھر نعمانی۔۔۔ کرنل فریدی۔۔۔ اور کیپٹن حمید کا کیا بنا۔۔۔ کچھ معاملہ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"صفدر!۔۔۔ یہ بیگ ہر صورت میں انسپکٹر سے حاصل کرنا ہے"۔۔۔ عمران نے صفدر کے کان میں کہا۔

اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر انسپکٹر بھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ بیگ ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔

"تمہارا تیسرا ساتھی غائب ہے۔۔۔ سچ سچ بتلاؤ وہ کہاں گیا ہے"۔ انسپکٹر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"انسپکٹر صاحب!۔۔۔ ہم جب ہوش میں آئے ہیں تو ہمارا تیسرا ساتھی غائب تھا۔۔۔ ہم تو خود آپ سے پوچھنے والے تھے کہ آپ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے"۔۔۔؟ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

انسپکٹر ایک لمحے کے لئے خاموش رہا۔ پھر وہ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"تم لوگوں نے کسی آدمی کو باہر جاتے دیکھا ہے"۔۔۔؟

"نہیں جناب!"۔۔۔ ایک سپاہی نے جواب دیا۔

"تو پھر وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہو گا۔۔۔ پورے ہوٹل کی تلاشی لو اور اسے گرفتار کر کے لے آؤ"۔۔۔ انسپکٹر غصے سے دھاڑا۔ اور سپاہی کان دبائے تلاشی لینے چلے گئے۔

"اب تم بتاؤ کہ یہ سب کیا چکر ہے"۔۔۔؟ انسپکٹر نے بیگ ایک طرف رکھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ دو سپاہی ابھی تک رائفلیں لئے عمران اور صفدر کے پیچھے کھڑے تھے۔

"یہی چکر تو میری سمجھ میں نہیں آرہا۔۔۔ ویسے ایک بات بتاؤ انسپکٹر کہ یہ بیگ تمہیں کہاں سے ملا"۔۔۔؟ عمران نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"یہ بیگ لے کر ایک آدمی ہوٹل سے بھاگتا ہوا باہر نکلا اور پھر اس پر کسی نے گولی چلا دی۔ وہ سڑک پر گر گیا۔۔۔ اسی لمحے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید ہوٹل سے باہر نکلے۔ وہ دونوں بیگ اٹھانا چاہتے تھے کہ کسی نامعلوم آدمی نے ان پر فائرنگ کر دی اور وہ دونوں بھی شدید زخمی ہو گئے۔۔۔ جب مجھے اطلاع ملی اور میں یہاں پہنچا تو کرنل فریدی اور کیپٹن اور وہ بیگ والا آدمی تینوں سڑک پر خون میں لت پت پڑے تھے۔ ان تینوں کو ہسپتال بھجوا دیا گیا

ہے اور پھر میں اندر آیا تو پتہ چلا کہ ہوٹل کا مالک فیروز اوپر اپنے کمرے میں مردہ پڑا ہے اور تم تینوں آدمی نیچے تہہ خانوں میں بے ہوش پڑے ہو۔ اب تم میں سے بھی تیسرا آدمی غائب ہے" ---- انسپکٹر نے مختصر طور پر تمام حالات بتلا دیئے۔

"شکریہ انسپکٹر" ---- عمران نے مودبانہ لہجے میں انسپکٹر کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے تمام حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔

"دراصل بات یہ تھی انسپکٹر کہ ہم یہ بیگ کرنل فریدی کے حوالے کرنا چاہتے تھے لیکن کرنل فریدی کے ہمارے پاس پہنچنے سے پہلے کسی نے پراسرار گیس کمرے میں داخل کر کے ہمیں بیہوش کر دیا ---- اب ہمیں ہوش آیا ہے تو تم نے یہ حالات بتائے ہیں" ---- عمران نے انسپکٹر کو ایک اور کہانی سنا دی۔

"ٹھیک ہے ---- آپ سچ کہہ رہے ہوں گے ---- لیکن حالات بڑے پراسرار ہیں ---- کرنل فریدی جب تک ہوش میں آ کر کوئی بیان نہیں دیتے تم دونوں کو حوالات میں رہنا پڑے گا" ---- انسپکٹر نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دونوں سوچ رہے تھے کہ کرنل فریدی اور لغمانی پر فائرنگ کرنے والا کون ہو سکتا ہے جب کہ فائرنگ کرنے والا بیگ بھی نہیں لے گیا تو اس نے کس بنا پر ان لوگوں پر فائرنگ کی۔

"نہیں ملا جناب! ---- پورا ہوٹل چھان مارا ہے" ---- ایکسٹو کو تلاش کرنے والے سپاہی واپس آ گئے۔

عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا کہ بلیک زیرو ہوٹل سے باہر

نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

"اچھا ---- ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو اور انہیں لے جا کر وین میں بٹھا دو" ---- انسپکٹر نے عمران اور صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا۔

"م ۔ مم ---- مگر انسپکٹر صاحب! ---- ہم تو شریف آدمی ہیں ---- میرا مطلب ہے ہتھکڑیاں ----" عمران نے خوفزدہ ہونے کی بہترین ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ---- میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا" ---- انسپکٹر نے درشت لہجے میں کہا۔ اور پھر دو سپاہی ہتھکڑیاں لئے ہوئے عمران اور صفدر کی طرف بڑھ آئے۔

عمران نے صفدر کی طرف دیکھا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔
صفدر بھی تیار ہو گیا تھا۔ وہ عمران کا اشارہ سمجھ گیا تھا کہ اب انہیں بیگ لے کر یہاں سے فرار ہونا ہے۔

سپاہیوں کے قریب آتے ہی عمران نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے تاکہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالی جا سکے۔ سامنے انسپکٹر ہاتھ میں بیگ پکڑے خاموشی سے کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

جیسے ہی سپاہی عمران کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالنے لگا، عمران اچانک اپنی جگہ سے بجلی کی طرح اچھلا اور پھر دوسرے لمحے انسپکٹر کو پکڑ کر اپنے ساتھ گھماتا ہوا اس کی پشت پر آ گیا۔ عمران کا ایک ہاتھ اس کی گردن کے گرد حائل ہو گیا اور انسپکٹر کو اس نے بری طرح جکڑ لیا تھا۔ ان کے پیچھے کھڑے سپاہیوں کو رائفل چلانے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ اور یہ سب کچھ ہو گیا۔ اور اب وہ ایسا کر بھی نہیں

سکتے تھے کیونکہ ان کے سامنے انسپکٹر تھا۔

ادھر صفدر بھی خاموش نہیں کھڑا رہا۔ اس نے انتہائی تیزی سے انسپکٹر کے ہاتھ سے بیگ جھپٹ لیا اور خود عمران کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اب عمران اور صفدر دونوں انسپکٹر کی آڑ میں تھے۔

"انسپکٹر! — اپنے سپاہیوں سے کہو کہ رائفلیں پھینک دیں — ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا" — عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اس نے ساتھ ہی بازو کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔

"رائفلیں پھینک دو" — انسپکٹر نے گھٹے گھٹے لہجے میں سپاہیوں کو حکم دیا اور سپاہیوں نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے رائفلیں پھینک دیں۔

"صفدر! — تم انسپکٹر کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لو — اور بیگ لے کر جاؤ" — عمران نے صفدر سے کہا۔

صفدر نے آگے بڑھ کر انسپکٹر کی جیب سے ریوالور نکال لیا اور پھر بیگ لے کر وہ تقریباً بھاگتا ہوا ہوٹل سے باہر آگیا۔

عمران بھی انسپکٹر کو اسی طرح ساتھ لئے ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھا اور دوسرے لمحے اس نے انسپکٹر کو زوردار دھکا دیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ انسپکٹر اور سپاہی سنبھلتے، عمران گولی کی طرح بھاگتے ہوئے ہوٹل کے ساتھ والی ایک گلی میں غائب ہو گیا۔ سپاہی اس کے پیچھے لپکنے لگے لیکن انسپکٹر نے انہیں روک دیا۔

"جانے دو انہیں — ہمارا مقصد پورا ہو گیا ہے — اب تم سب واپس چلو" — انسپکٹر نے سپاہیوں سے کہا اور سپاہی حیرت سے منہ پھاڑے انسپکٹر کو دیکھنے لگے کہ وہ چوروں کو گرفتار کرنے کی بجائے انہیں بھاگنے کا

موقع مہیا کر رہا ہے۔ لیکن وہ ان گہری چالوں کو کیا سمجھتے۔ انسپکٹر غریب کو تو خود بھی پتہ نہیں تھا کہ اصل چکر کیا ہے۔ وہ کرنل فریدی کی ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔



"یہ آپ نے کیا چکر چلا دیا ہے — ؟ اپنی سمجھ سے تو باہر ہے" — ؟ حمید نے کوٹھی واپس پہنچتے ہی پہلا سوال داغ دیا۔

"تم دیکھتے جاؤ حمید! — میں نے عمران کو ایسا چکر دیا ہے کہ وہ تمام عمر یاد رکھے گا" — فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ غریب بھی عمران کی طرح چکر میں رہے گا — یا اسے بھی کچھ پتہ چلے گا"۔ حمید نے بڑے ہی عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"تم باز نہیں آؤ گے حمید! — تمہیں ہزار بار کہا ہے کہ حالات کو خود سمجھنے کی کوشش کیا کرو — اب میں تمہیں بیٹھا رپورٹ دیتا رہوں کہ اب یہ ہوا ہے۔ اب وہ ہوا ہے" — کرنل فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔

حمید خاموش ہو گیا۔ ڈانٹ سن کر وہ اور کہتا بھی کیا — ؟ جی جلانے سے کیا فائدہ ؟

"ناراض ہو گئے — اچھا سنو! دراصل چکر یہ ہے کہ میں نے بہت پہلے

دو قسم کے بیگ تیار کروائے تھے ـــــ مجھے علم تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی فارمولا اڑانے کی کوشش کریں گے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے یہ بیگ ایک ہی جیسے تیار کروائے۔ ان میں سے ایک بیگ میں میں نے ایک خاص قسم کی زود اثر اور بے رنگ گیس تالوں کے اندر بھروا دی تاکہ جب بھی کوئی انہیں غلط طریقے سے کھولنے کی کوشش کرے۔ یہ گیس انہیں بے ہوش کر دے ـــــ اس کے ساتھ ہی بیگ کے اندر ٹی اے میگنا ٹرانسمیٹر بھی فٹ تھا جس کا سسٹم بھی بیگ کھولنے کے عمل سے متعلق تھا۔ جب بھی کوئی شخص بیگ کھولتا۔ یہ ٹرانسمیٹر اشارے دینا شروع کر دیتا تھا۔ اور میری بلیک فورس کے ہیڈ کوارٹر میں ان اشاروں کو ریسیو کرنے والی مشین موجود ہے۔ تمہیں یاد ہے میں نے کہا تھا کہ ترپ کا پتہ ابھی میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ یہی تھا۔ یہ بیگ میں نے خفیہ طور پر پروفیسر ڈاگ ریمنالڈ کو پہنچا دیا۔ اور اسے ہدایت کی کہ وہ فارمولا مکمل کرنے کے بعد کاغذات اس بیگ میں رکھے۔ اور یہ بیگ مجھے پہنچا دے ـــــ عمران اور اس کے ساتھی یہ بیگ اڑا لینے میں کامیاب ہو گئے پھر جیسے ہی انہوں نے یہ بیگ کھولا ـــــ وہ بیہوش ہو گئے ـــــ اور ادھر مشین کے ذریعے مجھے پتہ چل گیا کہ بیگ کہاں ہے۔ کیونکہ مشین کے اشاروں سے سمت اور محل وقوع کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ چنانچہ مشین کی نشاندہی پر میں ہوٹل لکی ویو پہنچا اور وہاں سے بیگ حاصل کر لیا ـــــ لیکن اب تم جانتے ہو کہ اگر میں بیگ لے کر آجاتا تو یقیناً عمران اور اس کے ساتھی اس بیگ کو حاصل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ـــــ چنانچہ میں نے پیش بندی کے لئے خود ہی جعلی قسم کے کاغذات تیار کر کے رکھ لئے۔ بیگ لے کر میں اور تم کوٹھی پہنچے ـــــ میں نے یہاں آکر اصلی کاغذات نکال کر دوسرے بیگ میں

رکھے اور جعلی کاغذات اس بیگ میں رکھ کر واپس بیگ ہوٹل لکی ویو پہنچا دیا۔ اب عمران وغیرہ کے ہوش میں آنے کے بعد انسپکٹر جگدیش انہیں بتلا دے گا کہ کرنل فریدی اور حمید کو کسی نے زخمی کر دیا ہے ـــــ اب عمران انسپکٹر کے ہاتھ سے بیگ اڑانے کی کوشش کرے گا اور انسپکٹر زیادہ رکاوٹ نہیں ڈالے گا اور انہیں بیگ لے جانے دے گا ـــــ عمران اور اس کے ساتھی سمجھیں گے کہ وہ اصل بیگ لے گئے ہیں اور پھر جب انہیں پتہ چلے گا کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید زخمی ہیں تو وہ اس دوران بیگ لے کر ملک سے نکل جانے کی کوشش کریں گے اور پھر میرے آدمی اس سلسلے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں پیدا کریں گے ـــــ نتیجتاً عمران اور اس کے ساتھی جعلی کاغذات لیکر اپنے ملک چلے جائیں گے۔ اور پھر جب وہاں پہنچ کر انہیں پتہ چلے گا کہ کاغذات جعلی ہیں تو پھر عمران کی حالت قابل رحم ہو گی" ـــــ کرنل فریدی نے تفصیل سے حمید کو بتلایا۔

" پلان تو بڑا اچھا ہے ـــــ مگر اس میں چند باتیں قابل وضاحت ہیں"۔ حمید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ویسے وہ کرنل فریدی کے اس پلان سے بہت متاثر ہوا تھا۔

" وہ کیا" ـــــ ؟ فریدی نے چونک کر پوچھا۔

" پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے وہی بیگ انہیں کیوں واپس کیا ـــــ ؟ دوسرا بیگ جو آپ کے پاس پڑا تھا وہی واپس کر دیتے" ـــــ حمید نے کہا۔

" یہ کوئی بات نہیں ـــــ میں نہیں چاہتا تھا کہ عمران کو کسی قسم کا شک پڑے ـــــ وہ بیگ پہاڑی وغیرہ سے گر گر کر ان کے ہاتھوں میں رہ کر خاصا میلا ہو چکا تھا ـــــ دوسرا بیگ بالکل نیا ہے۔ بیگ تبدیل ہوتے ہی عمران

کو احساس ہو جاتا کہ یہ بیگ دوسرا ہے —— چنانچہ سارا پلان ہی ختم ہو جاتا"۔ فریدی نے وضاحت کی۔

" چلو یہ تو ٹھیک ہے —— دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے وہ کاغذات اپنے پاس کیوں رکھے ہوئے ہیں —— ؟ انہیں حکومت کے حوالے کر دیں"۔ حمید نے کہا۔

" اب بچوں والے سوالات مت کرو —— کاغذات اگر میں حکومت کے حوالے کر دوں۔ ہو سکتا ہے کہ عمران کو احساس ہو جائے کہ اس سے دھوکہ ہوا ہے تو وہ وہاں سے کاغذات لے اڑے گا —— کاغذات میرے پاس ہوں گے تو وہ مجھ سے ہی حاصل کرے گا اور یہ ناممکن ہے —— جب وہ اپنے ملک واپس پہنچ جائے گا تو میں یہ کاغذات گورنمنٹ کے حوالے کر دوں گا"—— کرنل فریدی نے جواب دیا۔

حمید خاموش ہو گیا۔

اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ کرنل فریدی نے رسیور اٹھا لیا۔

"ہارڈ اسٹون" —— فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" نمبر الیون سر" —— دوسری طرف سے نمبر الیون کی آواز سنائی دی۔

" رپورٹ" —— فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

" سر! —— عمران اور اس کا ساتھی انسپکٹر کے ہاتھ سے بیگ چھین کر فرار ہو چکے ہیں" —— نمبر الیون نے رپورٹ دی۔

" گڈ! —— ویسے تم نے ان کو نظروں میں رکھنا ہے" —— کرنل فریدی نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

" میرے آدمی ان کا تعاقب کر رہے ہیں" —— نمبر الیون نے جواب دیا۔

" گڈ! —— ایسا کرو کہ صبح کی اخبار میں یہ خبر شائع کرا دو کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو کسی نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا ہے"۔ فریدی نے کہا۔

" او۔ کے سر —— میں ابھی اس کا انتظام کرائے دیتا ہوں" —— نمبر الیون نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے —— عمران اور اس کے ساتھیوں کو نظر میں رکھو —— مگر اس کے کسی کام میں رکاوٹ مت ڈالو —— اور مجھے وقتاً فوقتاً ان کی رپورٹ دیتے رہو —— مگر اب تمہیں رپورٹ صرف ٹرانسمیٹر پر ہی دینی ہو گی۔ آج سے میں کوٹھی چھوڑ کر نمبر ۲ اڈے پر رہائش پذیر ہوں گا" —— فریدی نے تفصیلی احکام دیتے ہوئے کہا۔

" او۔ کے سر!" —— نمبر الیون نے جواب دیا۔

اور فریدی نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

" چلو حمید! —— تمہارا میک اپ کر دوں" —— فریدی نے کہا اور حمید خاموشی سے اٹھ کر فریدی کے پیچھے اندر چل دیا۔



صفدر دور گلی کے ایک کونے میں چھپا ہوا عمران کا انتظار کر رہا تھا۔

عمران تیزی سے بھاگتا ہوا اس گلی میں داخل ہوا۔ پھر وہ جیسے ہی صفدر کے قریب پہنچا۔ صفدر آڑ میں سے باہر نکل آیا۔

"عمران صاحب"—— صفدر نے عمران کو آواز دی۔ اور عمران جو کچھ آگے بڑھ گیا تھا۔ رک گیا۔

"ہم اکٹھے چلیں — یا — علیحدہ علیحدہ"—— ؟ صفدر نے پوچھا۔

"یہ بیگ مجھے دو اور تم یہیں چھپ جاؤ —— میں بڑی سڑک پر تمہارا انتظار کروں گا —— تم یہاں رک کر تعاقب کرنے والوں کا خیال رکھو —— اور اگر ہو سکے تو ان کو ڈاج دے کر مجھ تک پہنچو"—— عمران نے صفدر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں گلی کے ایک موڑ پر کھڑے یہ باتیں کر رہے تھے۔ پھر تیز تیز قدموں کی آوازیں ان کے کانوں میں پڑنے لگیں۔

"اچھا میں چلتا ہوں"—— عمران نے کہا اور پھر وہ تقریباً بھاگتا ہوا گلی کے دوسرے موڑ پر غائب ہو گیا۔

صفدر پھر آڑ میں چھپ گیا۔ یہ ایک لکڑی کا برآمدہ تھا۔ یہاں موڑ کی وجہ سے کافی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

چند لمحوں بعد دو آدمی تقریباً بھاگتے ہوئے اس موڑ تک آئے۔ ان کی تیز نظریں اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔

"ایک منٹ جناب بات سنیئے"—— صفدر اچانک آڑ میں سے باہر آ گیا۔ اور وہ دونوں آدمی جن کی نظریں آگے لگی ہوئی تھیں۔ اچانک رک گئے۔ اور صفدر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب آیا۔ ان دونوں کے ہاتھ جیبوں میں پڑے ہوئے تھے اور خاصے چوکنے تھے۔

"کیا بات ہے"—— ؟ ان میں سے ایک نے کرخت آواز میں کہا۔

"ماچس ہے آپ کے پاس"—— ؟ صفدر نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتے۔ صفدر جو ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اچانک اچھل کر ان دونوں پر جا گرا۔ وہ دونوں اس سے ٹکرا کر نیچے آ گرے پھر وہاں اندھیرے میں اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی۔

صفدر نے انہیں ریوالور نکالنے کی مہلت ہی نہ دی اور اس تیزی اور پھرتی سے ان پر وار کرتا چلا گیا کہ وہ اس کے مقابلے میں تقریباً بے دست و پا ہو کر رہ گئے اور پھر چند ہی منٹ بعد وہ دونوں بے ہوش پڑے تھے۔

صفدر نے تیزی سے ان دونوں کی جیبوں کی تلاشی لی اور پھر جو کچھ ان کی جیبوں سے ملا وہ اپنی جیبوں میں منتقل کر لیا۔ دونوں کے ریوالور نکال کر اپنی جیبوں میں ڈالے اور پھر تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے چل دیا۔ جلد ہی صفدر مین روڈ پر پہنچ گیا۔

مین روڈ پر آتے ہی اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اسے دور ایک بس سٹاپ پر عمران نظر آ گیا۔ جو مسافروں کی بھیڑ میں کھڑا تھا۔ صفدر تیزی سے ادھر چلنے لگا۔

صفدر نے تیزی سے سڑک کراس کی اور پھر جیسے ہی وہ فٹ پاتھ پر چڑھا اچانک ایک آدمی زور سے اس کے ساتھ ٹکرایا اور صفدر گرتے گرتے بچا۔ اور پھر ابھی وہ اس کے حق میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہ آدمی فوراً بول پڑا۔

"صفدر تم"!

اور صفدر ٹھٹھک گیا۔

یہ کیپٹن شکیل تھا جو میک اپ میں تھا۔

"شکیل — تم کہاں" —— ؟ صفدر کو کیپٹن شکیل کے اس طرح ملنے سے بے حد خوشی ہوئی۔

"میں تمہیں دیکھنے کے لئے ہوٹل لکی ویو جا رہا تھا" —— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"چلو ہم یہاں سے چلیں —— ورنہ ہم نظروں میں آجائیں گے —— سامنے بس سٹاپ پر عمران صاحب بھی موجود ہیں" —— صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ! — چلو" —— کیپٹن شکیل نے چونک کر کہا۔ اور پھر وہ دونوں بس سٹاپ کی طرف چل دیئے۔

وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے بس سٹاپ کے سامنے سے گزرتے چلے گئے۔ عمران بھی بھیڑ میں سے نکل کر ان کے پیچھے چل دیا۔

پھر کیپٹن شکیل نے ایک ٹیکسی روکی اور صفدر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں عمران بھی پہنچ چکا تھا۔

"کیپٹن شکیل! —— تم یہاں کیسے ٹپک پڑے" —— ؟ عمران نے قریب پہنچتے ہی کہا۔

"آپ ٹیکسی میں بیٹھئے عمران صاحب! —— اطمینان سے بتلاؤں گا" — کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور پھر عمران کو ٹیکسی میں بٹھا کر وہ خود بھی ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو پتہ بتلایا اور ٹیکسی تیزی سے آگے چل پڑی۔

عمران کی آنکھیں بیک مرر پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ تعاقب کا اندازہ کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ کرنل فریدی کے آدمی اس آسانی سے تو پیچھا نہیں چھوڑ سکتے تھے —— لیکن اسے اندازہ نہ ہو سکا —— یا تو سرے سے تعاقب ہی نہیں ہو رہا تھا —— یا پھر تعاقب اس ہوشیاری اور احتیاط سے کیا جا رہا تھا کہ عمران جیسا گھاگ آدمی بھی اس کا پتہ نہ چلا سکے۔

جلد ہی ٹیکسی ایک موڑ پر جا کر رک گئی۔ کیپٹن شکیل کی رہنمائی میں وہ دونوں بھی نیچے اتر آئے۔

کیپٹن شکیل نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور پھر عمران اور صفدر کو اپنے پیچھے چلنے کا اشارہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"یار! — یہ شکیل تو بڑا پُراسرار آدمی بنتا جا رہا ہے" —— عمران نے صفدر سے بڑے پُراسرار لہجے میں سرگوشی کی۔

"کیا مطلب" —— ؟ صفدر چونک پڑا۔

"کس چیز کا مطلب بتاؤں —— ؟ پُراسرار کا — یا — آدمی کا" —— ؟ عمران کی زبان چل پڑی تھی۔

"آپ ٹیکسی میں تو بڑی شرافت سے بیٹھے تھے —— اب آپ کو کیا ہو گیا ہے" ؟ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ دراصل ٹیکسی میں مجھے اس لئے منہ پر علیگڑھ کا تالا لگانا پڑا کہ کہیں ٹیکسی ڈرائیور ہی بلیک فورس کا آدمی نہ ہو" —— عمران نے وضاحت کر دی۔

اب وہ ایک گلی میں داخل ہو چکے تھے۔

"یہ کیپٹن شکیل ہمیں کہاں لئے جا رہا ہے" —— ؟ صفدر نے عمران سے پوچھا۔

"اپنے سُسرال" —— عمران نے جواب دیا —— اور صفدر منہ بنا کر رہ گیا۔

"اجی کیپٹن صاحب! —— اگر آپ حکم دیں تو ہم نعرے لگانا شروع کر دیں —— کیپٹن شکیل زندہ باد —— رہنمائے قوم زندہ باد" —— کیپٹن شکیل

کو ووٹ دو۔ بڑے بڑے نوٹ لو"۔۔۔۔ عمران نے باقاعدہ نعرے لگانا شروع کر دیئے۔

"ارے ارے عمران صاحب۔۔۔ یہ کیا غضب کر رہے ہیں۔۔۔؟ ابھی لوگ گھروں سے باہر نکل آئیں گے"۔۔۔ کیپٹن شکیل بوکھلا گیا۔

"تو پھر کیا ہوا۔۔۔ میں اور زور سے نعرے لگانا شروع کر دوں گا"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"آخر ان نعروں کی کوئی وجہ تسمیہ بھی ہو"۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"بھئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تم اب جب سے ملے ہو۔۔۔ رہنمائی کا فرض ادا کر رہے ہو۔۔۔ نہ کچھ بتلاتے ہو۔۔۔ نہ بات کرتے ہو۔۔۔ بس آگے آگے بھاگے چلے جا رہے ہو"۔۔۔ عمران نے اصل وجہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بس اتنی سی بات پر آپ مجھے اتنی بڑی سزا دینے لگے تھے"۔ کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یعنی لیڈر بننا سزا ہے"۔۔۔؟ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ جیسی قوم کا لیڈر بننا تو واقعی سزا ہے"۔۔۔ صفدر نے کہا۔ اور وہ دونوں ہنس پڑے۔

اور پھر ایک موڑ مڑتے ہی سامنے گلی بند ہو گئی۔

"ارے یہ گلی تو بند ہو گئی۔۔۔ اب کیا دیوار پھاند کر چلنا پڑے گا"۔۔۔ عمران ٹھٹھک کر رک گیا۔

کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر جیب سے چابی نکالی اور پھر وہ بائیں طرف ایک دروازے پر لگا ہوا تالا کھولنے لگا۔

"ارے ارے۔۔۔ یہ کیا کرنے لگے۔۔۔؟ کیا چوری کرنے کا ارادہ ہے؟" عمران نے کیپٹن شکیل کو تالا کھولتے دیکھ کر گھبرا جانے کی اداکاری کی۔ صفدر بڑی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

لیکن کیپٹن شکیل نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

صفدر اور عمران بھی کیپٹن شکیل کے پیچھے چل دیئے۔

مکان خالی تھا۔ اور پھر وہ دونوں کیپٹن شکیل کی رہنمائی میں ایک کمرے میں پہنچ گئے۔

"تشریف رکھیئے۔۔۔ اور اب آپ بے فکر ہو کر بات کیجیئے۔۔۔ اب ہم محفوظ ہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یار!۔۔۔ چائے مل جائے گی"۔۔۔؟ صفدر نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ میں ابھی بنا کر لاتا ہوں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور پھر کمرے سے نکل گیا۔

عمران نے بیگ سامنے میز پر رکھا اور پھر اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور بیگ تو صرف بند تھا۔ اسے تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ اس لئے وہ جلد ہی کھل گیا۔ عمران نے سونگھنے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن اس بار اس کے تالوں سے کوئی بو وغیرہ خارج نہیں ہوئی۔

بیگ میں کاغذات موجود تھے۔ عمران نے وہ کاغذات اٹھا کر پڑھنے شروع کر دیئے۔۔۔ گو عمران نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کیا ہوا تھا۔ لیکن ان کاغذات پر درج کئے گئے ہندسے اور نمبر اس کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ اس نے کافی سر کھپایا۔۔۔ لیکن کوئی آئیڈیا اس کے ذہن میں نہ آسکا۔ آخر تنگ آکر اس نے

کاغذات دوبارہ بیگ میں رکھ دیئے اور بیگ بند کر دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے عمران صاحب" ــــ؟ صفدر نے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو نعمانی کا پتہ کرنا ہے کہ اس کی کیا پوزیشن ہے؟ دوسرا یہاں سے نکلنے کا یہ بڑا نادر موقع ہے ــــ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دونوں زخمی ہیں اس لئے بلیک فورس تقریباً مفلوج ہو چکی ہے ــــ کاغذات ہمارے پاس ہیں ــــ ہم آسانی سے نکل سکتے ہیں" ــــ عمران نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے ــــ لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید واقعی زخمی ہو گئے ہیں" ــــ؟ صفدر نے ایک اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"بات تو تمہاری کافی معقول ہے ــــ لیکن اس بات کو اس لئے تسلیم کرنے پر میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اگر وہ دونوں زخمی نہ ہوتے تو پھر وہ یہ بیگ کیوں چھوڑ دیتے ــــ جبکہ میں تسلی کر چکا ہوں کہ بیگ بھی وہی ہے۔ اس پر لگی ہوئی خراشیں بتا رہی ہیں کہ یہ وہی بیگ ہے ــــ اور دوسرا اس میں فارمولا والے کاغذات بھی موجود ہیں ــــ لیکن ایک الجھن ہے کہ آخر نعمانی ــــ فریدی ــــ اور کیپٹن حمید پر گولیاں چلانے والا کون تھا ــــ؟ اور اس کا مقصد کیا تھا" ــــ؟ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں! ــــ یہ بات تو قابل غور ہے" ــــ صفدر نے بھی سر ہلا دیا۔

اتنے میں کیپٹن شکیل چائے کی ٹرے ہاتھ میں لئے کمرے میں داخل ہوا۔

"کیپٹن! ــــ بتلاؤ تو سہی یہ تم نے کس کے مکان پر قبضہ کر رکھا ہے" ــــ؟ صفدر سے رہا نہ گیا۔ وہ بول پڑا۔

"کیپٹن شکیل نے شادی کر لی ہے ــــ یہ مکان اس کی بیوی کو جہیز میں

ملا ہے" ــــ عمران نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا

"ہائیں ــــ یہ میں کیا سن رہا ہوں" ــــ صفدر کے ہاتھ سے پیالی چھوٹتے چھوٹتے بچی۔

"عمران صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں ــــ میری بیوی ابھی دفتر سے آنے والی ہے" ــــ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور صفدر جو ابھی تک اسے مذاق ہی سمجھ رہا تھا۔ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

کیپٹن شکیل نے صفدر کو جو اس بری طرح حیران دیکھا تو اس نے مختصر طور پر حالات بتلا دیتے۔ یہ حالات عمران پہلے ہی بلیک زیرو کی زبانی سن چکا تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے میٹھا چائے پیتا رہا۔

حالات سن کر صفدر نے سکون کی سانس لی۔

"عمران صاحب! ــــ یہ بیگ آپ کو کہاں سے ملا" ــــ؟ کیپٹن شکیل نے میز پر رکھے ہوئے بیگ کو دیکھ کر عمران سے سوال کیا ــــ اور عمران چونک پڑا۔

"کیا مطلب" ــــ؟ عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس بیگ کی وجہ سے تو نعمانی زخمی ہوا تھا ــــ یہ وہی بیگ ہے یا کوئی اور ہے" ــــ؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔ اور عمران سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم کچھ نہ کچھ مزید حالات جانتے ہو" ــــ عمران نے سوال کیا۔

"ہاں! ــــ کچھ نہ کچھ تو جانتا ہی ہوں ــــ اور پھر اس نے گزرے ہوئے تمام حالات سنا دیئے۔

"اوہ! — اس کا مطلب ہے کہ یہ ساری کرنل فریدی کی سازش ہے — وہ زخمی وغیرہ نہیں ہوتے — یہ ڈرامہ ہمیں دھوکہ میں رکھنے کے لئے کھیلا گیا ہے" — عمران اور سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"یہ فیصلہ آپ کر لیں — بہرحال جو کچھ میں نے آنکھوں سے دیکھا۔ وہ بتلا دیا ہے" — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"کیپٹن شکیل! — تم نے آج بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے — میں متواتر اسی الجھن میں تھا کہ یہ سارا چکر کیا ہے — ؟ میرا ذہن مطمئن نہیں ہو رہا تھا — مجھے احساس ہو رہا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی چال کھیلی گئی ہے لیکن میں اس کا اندازہ کرنے سے قاصر تھا — اب بات کھل گئی ہے" — عمران نے تحسین آمیز نظروں سے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! — اگر کیپٹن شکیل اتفاق سے وہاں عین وقت پر نہ پہنچ جاتا تو ہم یہ بیگ لے کر یقیناً اپنے ملک چلے جاتے — اور پھر جب یہ انکشاف ہوتا کہ کاغذات جعلی ہیں — تو ہمارا کیا حشر ہوتا" — صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے — میں کرنل فریدی کی چال اسی پر الٹ دوں گا — کرنل فریدی کی طبیعت میں جانتا ہوں — وہ اس وقت تک کاغذات اپنے پاس رکھے گا جب تک ہم اپنے ملک میں نہیں پہنچ جاتے — اپنی دانست میں وہ سمجھ رہا ہوگا کہ وہ ہمیں دھوکہ دے چکا ہے۔ اب ہم اس کے اصل کاغذات اگر خاموشی سے اڑا لیں اور ان کے بجائے یہ جعلی کاغذات وہاں رکھ دیں تو وہ یہی سمجھے گا کہ میرے پاس جعلی کاغذات ہیں اور اس کے پاس اصلی — اور میں اپنے ملک جعلی کاغذات لے کر جا رہا ہوں — چنانچہ وہ میرے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گا اور پھر جب ہمارے چلے جانے کے بعد اسے معلوم

ہوگا کہ میں اصلی کاغذات لے گیا ہوں اور اس کے پاس جعلی کاغذات ہیں تو پھر وہ سر پیٹ کر رہ جائے گا" — عمران نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہا۔

"بہترین پلان ہے عمران صاحب! — لیکن اس میں چند نکات قابل غور ہیں" — صفدر نے کہا۔

"وہ کیا" — ؟ عمران نے سوالیہ نظروں سے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ یہ جعلی کاغذات میرے خیال میں خود کرنل فریدی کے تیار کردہ ہیں۔ اس لئے جیسے ہی اس کی نظر کاغذات پر پڑے گی سمجھ جائے گا کہ اصلی کاغذات غائب ہو گئے ہیں" — صفدر نے ایک نکتہ کی وضاحت کی۔

"معقول اعتراض ہے — اور اس کا یہی ایک حل ہو سکتا ہے کہ اصل کاغذات حاصل کرنے کے بعد ہم جتنی جلدی ہو سکے اس ملک کو چھوڑنے کی کوشش کریں — جب تک اسے کاغذات کے ردوبدل کا علم ہو — ہم اس ملک کی سرحد پار کر چکے ہوں" — عمران نے جواب دیا۔

"دوسری بات یہ ہے کہ جب تک ہم وہ کاغذات حاصل کریں — کیا اس بات کا خدشہ نہیں ہے کہ وہ اصل کاغذات کا فوٹو اتروا لے اور نتیجہ میں ہم اصل کاغذات لے بھی جائیں تو اسے کوئی نقصان نہ ہو" — صفدر نے دوسرا اعتراض کیا۔

"یہ بھی معقول بات ہے — لیکن اس میں ایک نفسیاتی پہلو مخفی ہے۔ جب تک اسے اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ مجھے فراڈ کا پتہ چل چکا ہے اور میں

اصل کاغذات اڑانے کی فکر میں ہوں ۔۔۔ وہ فوٹو کھینچنے کا سوچے گا بھی نہیں" عمران نے کہا۔

صفدر خاموش ہو گیا۔

"ایک بات اور ہے ۔۔۔ اور وہ یہ کہ اب کاغذات کہاں ہوں گے ۔۔۔؟ اور انہیں کس طرح اڑایا جاتے" ۔۔۔ ؟ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں !۔۔۔ یہ بات قابل غور ہے ۔۔۔ ویسے پہلے کرنل فریدی کی کوٹھی چیک کرنی پڑے گی ۔۔۔ مجھے امید تو نہیں کہ کرنل فریدی کاغذات کوٹھی ہی میں رہنے دے۔ مگر پھر بھی کوئی امکان خالی از بحث نہیں ہے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

اسی لمحے دوسرے کمرے میں پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ کیپٹن شکیل فوراً اٹھ گیا۔ صفدر اور عمران دونوں خاموش بیٹھے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔

تھوڑی دیر بعد کیپٹن شکیل واپس آیا۔

"ہمارے مکان کی نگرانی کی جا رہی ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے آتے ہی بم چھوڑا۔

"کیسے پتہ چلا" ۔۔۔ ؟ صفدر نے پوچھا۔

"روزی کا ٹیلیفون آیا تھا کہ وہ جب دفتر سے گھر آنے لگی تو اسے گلی میں اور ارد گرد چند مشکوک آدمی ٹہلتے ہوئے ملے ۔۔۔ اس نے گھر آنے کی بجائے مجھے ٹیلیفون کرنا ہی زیادہ مناسب سمجھا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔

"تو تمہاری نام نہاد بیوی اب جاسوسہ بھی بن گئی ہے" ۔۔۔ عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل اور صفدر مسکرا پڑے۔

عمران نے آگے بڑھ کر بیگ اٹھایا اور پھر اسے بغور دیکھنے لگا۔ اس بیگ کا ایک کارنامہ تو وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے تالوں میں بیہوش کر دینے والی گیس کا ذخیرہ موجود ہے ۔۔۔ عمران نے کاغذات نکال کر باہر رکھے اور پھر اس کا اچھی طرح پوسٹ مارٹم کرنا شروع کر دیا ۔۔۔ اوپر لگے ہوئے کپڑے کو جیسے ہی اس نے پھاڑا اس کے ہاتھ کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور بیگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ اور وہ خود بھی کرسی سے گرتا گرتا بچا۔

"کیا ہو گیا" ۔۔۔ ؟ کیپٹن شکیل اور صفدر بوکھلا کر کھڑے ہو گئے۔

"کچھ نہیں" ۔۔۔ عمران نے دوبارہ بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ایک دفعہ پھر بیگ کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔

"ہوں !۔۔۔ اب پتہ چلا کہ کرنل فریدی کو فیروز والے اڈے کا کیسے پتہ چلا تھا" ۔۔۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" ۔۔۔ ؟ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں ہونقوں سے بنے عمران کی شکل دیکھ رہے تھے۔

"میں اب تک اسی الجھن میں مبتلا تھا کہ کرنل فریدی کو فیروز والے اڈے کا کیسے پتہ چلا ۔۔۔ ؟ لیکن یہ الجھن دور نہ ہو سکی ۔۔۔ اب جب شکیل نے یہ اطلاع دی کہ بلیک فورس کے آدمی اس مکان کی نگرانی کر رہے ہیں تو ایک بار پھر سنجیدگی سے سوچنا پڑا کہ انہیں اس مکان کے بارے میں کیسے علم ہوا جبکہ ہمارا تعاقب بھی نہیں ہوا" ۔۔۔ عمران نے بتایا۔

"ہاں !۔۔۔ یہ بات تو قابل غور ہے" ۔۔۔ صفدر نے بھی کہا۔

"لیکن اب میں پتہ چلا چکا ہوں کہ یہ سب کچھ کیا دھرا اس بیگ کا ہے" ۔۔۔

عمران نے کہا اور پھر اس نے بیگ اٹھا کر انہیں دکھایا۔

بیگ کے پچھلے قبضوں میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔ جب بھی یہ بیگ کھلتا ہے یہ ٹرانسمیٹر اشارے نشر کر دیتا ہے اور کرنل فریدی کی ریسیونگ مشین اسے قبول کر لیتی ہوگی اور اس کے ساتھ ہی وہ مشین اس جگہ کی نشاندہی بھی کر دیتی ہوگی ۔۔۔ اسی لئے جب تک ہم نے یہ بیگ نہیں کھولا تھا کرنل فریدی ہمارا پتہ نہ چلا سکا ۔۔۔ مگر جیسے ہی فیروز کے اڈے میں ہم نے بیگ کو کھولا فریدی کو پتہ چل گیا اور وہ اڈے پر پہنچ کر بیگ لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔ اب یہاں آکر ہم نے بیگ کھولا تو کرنل فریدی کو اس مکان کا بھی پتہ چل گیا ہے ۔۔۔ لیکن اب اس کے آدمی صرف نگرانی کر رہے ہیں" ۔۔۔ عمران نے تفصیل بتائی۔

صفدر اور کیپٹن شکیل یہ سب کچھ سن کر دم بخود رہ گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کرنل فریدی کتنا ذہین اور پیش بین ہے ۔۔۔ اس نے پہلے ہی تمام آنے والے واقعات کا سدباب کر لیا تھا ۔۔۔ لیکن اس بار چونکہ اس کا مقابلہ عمران جیسے شخص سے تھا اس لئے اس کی ہر چال بے نقاب ہو جاتی تھی۔

"پھر اب کیا کیا جائے" ۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"کرنا کیا ہے ۔۔۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس بیگ سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ اس کے بعد یہاں سے نکل چلیں گے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے بیگ سے وہ کاغذات نکال کر اپنی جیبوں میں ٹھونسے اور کیپٹن شکیل سے کہا۔

"کیپٹن شکیل! ۔۔۔ یہاں مٹی کا تیل مل جائے گا؟"

"مل تو جائے گا ۔۔۔ مگر ۔۔۔" کیپٹن شکیل شاید مٹی کے تیل کا

مصرف نہیں سمجھ سکا تھا۔

"تم لے آؤ ۔۔۔ اگر مگر مت کرو" ۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور کیپٹن شکیل اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل مٹی کے تیل کی بوتل لے کر اندر داخل ہوا۔

"اس بیگ پر مٹی کا تیل ڈال کر اس کو آگ لگا دو ۔۔۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور دوسرے لمحے کیپٹن شکیل نے بیگ پر پوری بوتل ڈال دی۔ صفدر نے ماچس دکھائی اور بیگ دھڑا دھڑ جلنے لگا۔ اور وہ تینوں جلتے ہوئے بیگ کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

جب بیگ جل کر راکھ ہو گیا تو عمران نے بوٹ سے راکھ کریدی تو راکھ میں سے ایک چھوٹی سی ٹین کی جلی ہوئی مشین نکلی۔

"یہ دیکھو! ۔۔۔ یہ وہ ٹرانسمیٹر ہے" ۔۔۔ عمران نے صفدر اور کیپٹن شکیل کو وہ مشین دکھاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ اب بھی کام کرے گا" ۔۔۔؟ صفدر نے پوچھا۔

"نہیں! ۔۔۔ اب اس کی وائرنگ جل چکی ہے ۔۔۔ اب یہ بالکل ناکارہ ہو گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے وہ ٹرانسمیٹر اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"اچھا! ۔۔۔ اب ہمیں اپنا پروگرام بنا لینا چاہیئے ۔۔۔ میں جلد از جلد وہ کاغذات حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔ ہم یہاں سے باری باری نکلیں گے۔ پھر کوشش کریں گے کہ اپنے تعاقب کرنے والوں کو جھٹک دیں۔ پھر کرنل فریدی کی کوٹھی کی نگرانی کرنی ہے ۔۔۔ آج رات ہی میں اس کوٹھی کی تلاشی لینا

چاہتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ پہلے آپ چلیں" ۔۔۔۔ صفدر نے کہا اور پھر عمران اُٹھکر باہر نکل گیا۔ صفدر نے اسے ان آدمیوں سے حاصل کردہ ریوالور دے دیا تھا۔

عمران کے جانے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد صفدر بھی مکان سے باہر نکل گیا پھر کیبپٹن شکیل نے روزی کو ٹیلیفون کیا اور پھر وہ بھی مکان کو تالا لگا کر باہر نکل گیا۔

بلیک زیرو گیلری سے باہر نکلا تو گیلری سنسان پڑی تھی۔ وہ تیزی سے گیلری طے کرتا ہوا سیڑھیوں پر آیا اور پھر دوسرے لمحے وہ اسٹور روم میں تھا سٹور روم کے دروازے سے اس نے جھانک کر دیکھا۔ باہر چھوٹے سے ہال میں پولیس کے سپاہی ڈیوٹی دے رہے تھے۔

بلیک زیرو چاہتا تھا کہ ان سب کی نظروں میں آئے بغیر نکل جائے۔ لیکن فی الحال اسے یہ بات ناممکن نظر آرہی تھی۔ وہ زیادہ دیر سٹور روم میں بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا کیونکہ کسی بھی لمحے کوئی آدمی سٹور روم کی طرف آسکتا تھا۔

ہال میں ڈیوٹی دینے والے دو سپاہی تھے۔ ایک تو دروازے پر کھڑا تھا اور

دوسرا وہیں گھوم رہا تھا۔

اپانک بلیک زیرو کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے سٹور روم میں اندھیرے میں فرش پر ہاتھ مارا تو اسے ایک چھوٹا سا پتھر ہاتھ لگ گیا۔ اس نے پتھر ہاتھ میں لیکر سٹور روم کا دروازہ تھوڑا سا کھولا۔ پھر پوری قوت سے اوپر روشندان کی طرف اچھال دیا۔

پتھر ٹھیک نشانے پر لگا اور روشن دان میں لگا ہوا شیشہ ایک زوردار چھناکے سے ٹوٹ گیا۔

دونوں سپاہی اضطراری طور پر باہر گیلری کی طرف بھاگے۔ انہوں نے لاشعوری طور پر یہی سمجھا کہ کسی نے فائر کرکے شیشہ توڑ دیا ہے۔ روشندان کے باہر چونکہ گیلری تھی۔ اس لئے وہ فائرنگ کرنے والے کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ اور اسی نفیاتی نکتے سے بلیک زیرو نے پتھر مارا تھا۔

سپاہیوں کے باہر نکلتے ہی بلیک زیرو بجلی کی سی تیزی سے سٹور روم سے باہر نکلا اور پھر اوپری منزل کی طرف جانے والی سیڑھیوں پر وہ چڑھتا چلا گیا۔ اوپر کی منزل میں کوئی سپاہی نہیں تھا۔ شائد پولیس نے اوپر کی نگرانی کو بے مقصد سمجھا ہوگا۔

بلیک زیرو ایک کمرے کے دروازے پر رک گیا۔ دروازہ کھُلا ہوا تھا اور کمرہ بالکل خالی صاف نظر آرہا تھا۔ بلیک زیرو نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور پھر وہ کمرے میں گھس گیا۔ اس نے اندر سے دروازہ بند کیا۔ اور پھر اس کی کھڑکی کھول کر دیکھنے لگا۔

یہ ہوٹل کی سائیڈ کی دیوار تھی۔ اس سائیڈ پر ایک تنگ مگر چھوٹی سی گلی تھی۔ گلی میں اسے کوئی آمدورفت نظر نہیں آرہی تھی اور گلی کے سرے پر مین روڈ پر

لسے ٹریفک چلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے تیزی سے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ پھر اسے کھڑکی سے قریباً چار فٹ کی دوری پر فلش پائپ نیچے جاتا ہوا نظر آیا۔ لیکن کھڑکی سے فلش پائپ تک پہنچنے کے لئے کوئی سہارا ایسا نہیں تھا جس کے ذریعے وہ فلش پائپ تک پہنچ سکتا۔

ایک عجیب مسئلہ آن پڑا تھا۔ اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اس نے سر کھڑکی سے باہر نکالا اور پھر کھڑکی کے اوپر کے حصے کو پکڑ کر اس نے اپنا پورا جسم باہر نکال لیا۔ اب وہ دونوں ہاتھوں کے سہارے کھڑکی کے باہر لٹکا ہوا تھا۔ فلش پائپ کھڑکی سے تقریباً چار فٹ دور تھا۔ سوائے خطرہ مول لینے کے اس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ وہ زیادہ دیر تک کھڑکی سے باہر بھی نہیں لٹک سکتا تھا۔ کیونکہ کسی بھی لمحے کوئی شخص گلی میں داخل ہو سکتا تھا۔ اور پھر اس کا پکڑا جانا یقینی بات ہو جاتی۔

چنانچہ اس نے خطرہ مول لیتے ہوئے ایک ہاتھ سے اس کھڑکی کا انتہائی بایاں کونا پکڑا اور پھر دوسرا ہاتھ اس نے فلش پائپ کی طرف بڑھا دیا۔ دوسرا ہاتھ بڑھتا ہوا فلش پائپ سے تقریباً پانچ انچ پہلے رک گیا۔

اب بلیک زیرو کا جسم فلش پائپ اور کھڑکی کے درمیان تھا اور اس کا تمام وزن اسی ہاتھ پر تھا جس سے اس نے کھڑکی کو پکڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنا دوسرا ہاتھ بڑی مضبوطی سے دیوار کے ساتھ چمٹا لیا تھا لیکن توازن غلط ہو جانے کی وجہ سے وہ برابر کھڑکی کی طرف کھسک رہا تھا۔ اس نے توازن سنبھالنے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود۔ وہ ایک ہاتھ کے بل پر نیچے لٹکتا چلا گیا۔

اب اس کی پوزیشن عجیب و غریب ہو گئی تھی۔ وہ چمگادڑ کی طرح ایک ہاتھ

کے بل پر کھڑکی کے باہر لٹکا ہوا تھا۔ اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ جسم کا سارا خون چہرہ پر سمٹ آیا تھا۔ پھر وہ بڑی مشکل سے ہاتھ کے بل پر اوپر ہوتا چلا گیا۔ پھر بڑی مشکل سے اس نے اپنے جسم کا زاویہ درست کیا اور دوسرے لمحے اس کی ٹانگیں کھڑکی کے اندر داخل ہو گئیں۔ اور پھر جلد ہی وہ کھڑکی کے اندر داخل ہو چکا تھا۔

اب بلیک زیرو پھر کمرے میں کھڑا تھا۔ اس کی پہلی ترکیب بُری طرح ناکام رہی تھی اور وہ نیچے گرنے سے بال بال بچا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک دفعہ پھر کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس راستے کے علاوہ اور کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دوسری دفعہ اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر اندازہ کیا اور اسی لمحے اسے اپنی عقل کا ماتم کرنا پڑا۔ کتنی بڑی بیوقوفی اس سے سرزد ہو رہی تھی۔

فلش پائپ سے اس کھڑکی کا فاصلہ چار فٹ تھا مگر دوسرے کمرے کی کھڑکی سے اس پائپ کا فاصلہ صرف دو فٹ تھا۔ وہ خوامخواہ اس کھڑکی سے کوشش کر کے اپنی جان خطرے میں ڈال رہا تھا۔ وہ تیزی سے مڑا اور پھر اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ گیلری خلاف توقع سنسان پڑی تھی۔ ابھی تک کوئی بھی شخص اوپر نہیں آیا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا ساتھ والے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

دروازہ بند تھا۔ اس نے ہاتھ سے دھکا دے کر دروازہ کھولنا چاہا۔ مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ یکدم اسے خیال آیا کہ اندر کوئی آدمی نہ ہو۔ اب اگر وہ اگلے کمرے میں جاتا تو فاصلہ مزید بڑھ جاتا۔ اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا کر اندر دیکھا۔ کمرہ خالی تھا۔ اس نے ایک زوردار دھکا لگایا تو دروازہ

ایک ہلکی سی چرچراہٹ سے کھلتا چلا گیا۔ دراصل دروازے کو تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ اور نہ ہی اندر کوئی آدمی تھا۔ بلکہ دروازہ سختی سے بند تھا۔

دروازہ کھلتے ہی بلیک زیرو بجلی کی سی تیزی سے اندر گھسا اور پھر اس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور چٹخنی چڑھا دی تاکہ اچانک کوئی شخص اندر نہ آسکے پھر وہ تیزی سے کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اس نے کھڑکی کھول کر باہر جھانکا۔ گلی میں سے ایک شخص گزر رہا تھا۔ اس نے فوراً سر اندر کر لیا۔

چند لمحے اندر رہنے کے بعد اس نے پھر کھڑکی سے سر باہر نکال کر جھانکا وہ آدمی گزر چکا تھا اور گلی خالی تھی۔ اس نے ایک لمحہ تک اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر وہ ایک ہاتھ سے کھڑکی کی چوکھٹ پکڑ کر کھڑکی سے باہر آگیا۔ فلش پائپ بالکل قریب تھا۔ اس نے دوسرا ہاتھ اور ایک ٹانگ فلش پائپ کے گرد لپیٹی اور پھر ایکدم دوسرا ہاتھ بھی چھوڑ کر فلش پائپ کو پکڑ لیا۔ اسے ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ الٹ کر گرتے گرتے بچا۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اور پھر وہ برق جیسی تیز رفتاری سے نیچے کھسکتا چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ گلی میں کھڑا تھا۔ اس نے ایک دفعہ اپنے ہاتھوں کو سہلایا جو متواتر رگڑ کی وجہ سے سُرخ ہو گئے تھے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سڑک کی طرف بڑھا۔

اسی لمحے اسے کرنل فریدی کی لنکن سڑک سے گزرتی نظر آئی۔ وہ پھرتی سے دیوار کے ساتھ چمٹ گیا۔ کہ کہیں فریدی کی نظر اس پر نہ پڑ جائے۔ لیکن لنکن تیزی سے آگے نکل گئی تھی۔ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا وہ گلی کے نکڑ پر پہنچ گیا جہاں پر مین روڈ گزر رہی تھی۔

اس نے دیوار کے ساتھ لگ کر سڑک کے اردگرد دیکھا اور پھر اسے گلی سے

چند فٹ دُور لنکن نظر آگئی۔

کرنل فریدی ہوٹل کے مین گیٹ پر کھڑا ایک پولیس انسپکٹر کو وہ تیار کر رہا تھا۔ اس کی طرف فریدی کی سائیڈ تھی۔ حمید اسے لنکن کے اندر بیٹھا ہوا نظر آیا بیگ واپس دیتا دیکھ کر بلیک زیرو کے دل میں ایک شک نے سر اٹھایا اور پھر اس نے فوری طور پر ایک فیصلہ کر لیا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتا ہوا لنکن کے پاس پہنچ گیا۔

اسے خدشہ اس بات کا تھا کہ کار میں بیٹھا ہوا حمید بیک مرر میں اسے دیکھ نہ رہا ہو۔ لیکن شائد حمید کرنل فریدی کی طرف متوجہ تھا۔ اس لئے وہ بلیک زیرو کو نہ دیکھ سکا۔

بلیک زیرو لنکن کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا گاڑیاں تو آجا رہی تھیں لیکن پیدل آدمی کوئی نہ تھا۔ اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پتلا سا تار نکالا اور پھر جھک کر اس نے لنکن کی ڈگی کے تالے میں وہ تار ڈال دیا۔ اور پھر ایک ہی بار تار گھمانے سے تالے میں ہلکی سی کھٹک کی آواز آئی۔ تالا کھل چکا تھا۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔

بلیک زیرو نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہت دُور ایک رکشہ آرہا تھا۔ سڑک اتفاقاً صاف تھی۔ اس نے برق جیسی پھرتی سے ڈگی کا ڈھکنا اٹھایا اور پھر سانپ کی طرح ڈگی کے اندر رینگ گیا اور دوسرے لمحے ڈگی دوبارہ برابر ہو چکی تھی۔ بس ایک معمولی سی درز اس نے جان بوجھ کر رکھی تھی کہ کہیں آٹومیٹک تالا بند نہ ہو جائے اور وہ ڈگی کے اندر ہی قید ہو کر نہ رہ جائے۔ دوسرے ڈگی مکمل طور پر بند ہو جانے سے ہوا اندر آنے کا راستہ بھی بند ہو جاتا اور ہو سکتا تھا کہ تازہ ہوا اندر نہ آنے سے دم گھٹ کر مر جاتا۔ ویسے اس نے یہ سب کچھ اس قدر تیزی

ایک ہلکی سی ٹھوکر پر کیا تھا کہ کار میں بیٹھے ہوئے حمید کو یہ احساس بھی نہ ہوا کہ ڈگی اور نہ کوئی آدمی اندر داخل ہو چکا ہے۔

بلیک زیرو کو زیادہ خدشہ اس رکشے والے کا تھا کہ کہیں اس کی نظر اس پر نہ پڑ گئی ہو۔ لیکن جب رکشہ اسی طرح تیز رفتاری سے قریب سے گزرتا چلا گیا تو اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

اسی لمحے اسے کار کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ فریدی کار میں آ بیٹھا ہے اور پھر اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ جب کار ایک ہلکا سا جھٹکا کھا کر تیزی سے سڑک پر پھسلنے لگی۔

کار چلتی رہی ـــــ اور بلیک زیرو دم سادھے ڈگی کے بھاری ڈھکنے کو اپنے ہاتھوں پر سنبھالے خاموش پڑا رہا۔

جلد ہی کار ایک کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ کار پورچ میں جا کر رک گئی اور پھر دروازہ کھلنے کی آوازیں سن کر وہ سمجھ گیا کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دونوں کار سے نیچے اتر گئے ہیں۔ پھر قدموں کی آوازیں اسے اندر جاتے ہوئے محسوس ہوئیں اور پھر ایک گمبھیر سی خاموشی چھا گئی۔

بلیک زیرو نے ہلکے سے ڈگی کے ڈھکن کو اونچا کیا۔ ایک لمحے تک وہ آہٹ لیتا رہا اور پھر ڈھکن پوری طرح اٹھا کر وہ باہر نکل آیا۔ اور پھر بڑی آہستگی سے اس نے ڈھکن دوبارہ بند کر دیا۔ اس نے عقاب جیسی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر جھپٹ کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ سامنے ایک چھوٹی سی گیلری نظر آ رہی تھی۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں تک تو وہ آ گیا ہے ـــــ اب کہاں جائے؟ اور کیا کرے ـــــ؟ وہ ایک اضطراری بلکہ غیر شعوری فعل کے تحت ڈگی

ں چھپ کر یہاں آ گیا تھا۔

اس نے چھپ کر کرنل فریدی کی گفتگو سننے کا فیصلہ کیا اور وہ تیزی ے اندر گیلری میں جانے لگا۔ اس کے پاس ریوالور بھی نہیں تھا۔ اس لئے سے خدشہ تھا کہ اگر کرنل فریدی کی نظروں میں آ گیا تو جان بچانی مشکل ہو جائے گی۔ جلد ہی وہ گیلری کے آخری کونے تک پہنچ گیا۔

گیلری کے آخری کونے پر ایک کمرے کا دروازہ تھا۔ اس نے دروازے کے پٹ سے کان لگائے اور پھر وہ فریدی کی گفتگو سن کر چونک پڑا۔ فریدی کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ وہ اب اڈہ نمبر ۲ میں منتقل ہو رہا ہے اس نے اتنا سنکر فوری طور پر فیصلہ کیا کہ اسے دوبارہ ڈگی میں چھپ جانا چاہیئے کیونکہ کرنل فریدی کا یوں روپوش ہو جانا ان کے لئے خطرناک تھا کیونکہ فریدی کو یوں بیگ واپس کرتے دیکھ کر ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ فریدی نے ضرور کوئی چکر چلایا ہے۔

وہ تیزی سے واپس مڑا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ برآمدے میں تھا۔

ابھی وہ کار کی طرف بڑھنے ہی والا تھا کہ اس کے کانوں میں کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ اور وہ ایک ستون سے چمٹ گیا۔ اگر اسے ایک لمحہ کی بھی دیر ہو جاتی تو یقیناً وہ ملازم جو چائے کی ٹرے لے کر دوسری طرف سے آ رہا تھا اسے دیکھ لیتا۔ ملازم اپنی ہی دھن میں آگے بڑھتا ہوا گیلری میں چلا گیا۔

ملازم کے کمرے میں داخل ہوتے ہی بلیک زیرو بجلی کی طرح لپکا اور دوسرے ہی لمحے وہ کار کی ڈگی دوبارہ کھول کر اندر گھس چکا تھا۔ وہ جھری سے آنکھ لگائے گیلری کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کافی دیر بعد کرنل فریدی اور حمید اسے واپس آتے دکھائی دیئے۔ دونوں

میک اپ میں تھے۔ لیکن بلیک زیرو انہیں پہچان چکا تھا۔

کرنل فریدی نے ہاتھ میں ایک بیگ اٹھایا ہوا تھا۔ بالکل ویسا ہی بیگ جیسا کہ اس نے فریدی کو واپس کرتے دیکھا تھا۔ اور جس بیگ میں فارمولے کے کاغذات تھے۔

اب بلیک زیرو کو پختہ یقین ہو گیا تھا کہ کرنل فریدی نے گہری چال چلی ہے فارمولے کے اصل کاغذات ضرور اسی بیگ میں ہیں۔ جنہیں لے کر فریدی روپوش ہو رہا ہے۔ اس نے دل ہی دل میں خدا کا شکریہ ادا کیا کہ ایک اضطراری فعل کے تحت وہ یہاں تک آ گیا اور اسے اب جلدی فریدی کے نئے اڈے کا پتہ چل جائے گا۔

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کار کے قریب آ کر رک گئے۔

"اچھا بختو بابا! ۔۔۔ ہم چلتے ہیں ۔۔۔ کوئی ہمارے متعلق پوچھے تو کہہ دینا کہ ہم ادھر کوٹھی میں نہیں آتے ۔۔۔ کسی ہسپتال میں ہیں" ۔۔۔ فریدی نے ملازم کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"خدا نہ کرے سرکار! ۔۔۔ آپ کیوں ہسپتال جائیں" ۔۔۔ ملازم نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔

کار کے دروازے کھلے ۔۔۔ بند ہوئے ۔۔۔ اور پھر کار آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔

بلیک زیرو نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ کرنل فریدی ڈگی کی طرف نہیں آیا۔

کار جلد ہی کوٹھی سے نکل کر سڑک پر بھاگ رہی تھی۔ اور بلیک زیرو جھری سے آنکھ لگائے سڑک اور راستے کا اندازہ لگا رہا تھا۔ تاکہ اگر وہ دوبارہ آنا

ہے تو آسانی سے آ سکے۔

پھر اچانک کار کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ شاید سڑک میں کوئی گڑھا آ گیا تھا۔ جھٹکا اتنا اچانک اور زوردار تھا کہ بلیک زیرو سنبھل نہ سکا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ڈگی کے ڈھکن کو سنبھال رکھا تھا کہ زوردار جھٹکے سے اس کے ہاتھ پھسل گئے اور ڈھکن مل گیا۔ ایک ہلکی سی کھٹک کی آواز آئی اور ڈگی کا آٹومیٹک تالا باہر سے بند ہو گیا۔

اب بلیک زیرو بری طرح پھنس چکا تھا۔ تالا اندر سے کھولنے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آ رہا تھا اور کار تیز رفتاری سے بھاگی چلی جا رہی تھی۔ ڈگی میں گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ ایک معمولی سی درز بھی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

بلیک زیرو عجیب مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ وہ ایک حقیر پرندے کی طرح اس کے فولادی پنجرے میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔ اب سوائے بے بسی سے پھڑپھڑانے کے وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا؟



صفدر روزی کے مکان سے باہر نکلا اور پھر بڑی لاپرواہی سے چلتا ہوا گلی کراس کرنے لگا۔ سامنے گلی کی نکڑ پر اسے ایک آدمی دیوار پر کچھ چسپاں کرتا نظر آیا۔ وہ شاید دیوار پر کسی فلم کا پوسٹر چسپاں کر رہا تھا۔ یا پھر کسی سیاسی

جلسے کا پوسٹر ہو گا۔

بہر حال صفدر خاموشی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ گلی کی نکڑ پر پہنچ کر سڑک پر پہنچتے ہی اس کا رخ ٹیکسی سٹینڈ کی طرف ہو گیا۔ ویسے وہ کنکھیوں سے اپنے ماحول کا متواتر جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے دیکھ لیا کہ پوسٹر لگانے والا بھی ایک ہاتھ میں پوسٹروں کا تھیلا لئے اس کے پیچھے چلا آ رہا ہے اور سڑک کے کنارے کھڑا ہوا ایک اور شخص جو اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔ صفدر کے کراس کرنے کے بعد اخبار تیزی سے تہہ کر کے جیب میں ڈالا اور پھر ہلکی ہلکی سیٹی بجاتا ہوا ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ آیا۔

صفدر سمجھ گیا کہ تعاقب شروع ہو چکا ہے۔ وہ ایک خالی ٹیکسی کے قریب جا کر رک گیا۔ اس نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور پھر اس میں بیٹھتے ہی اس نے ڈرائیور کو گیمن روڈ چلنے کے لئے کہا۔ اسی لمحے پوسٹر والا شخص ٹیکسی کے قریب سے ہو کر گزرا۔ صفدر سمجھ گیا کہ گیمن روڈ کا لفظ ضرور اس نے سن لیا ہو گا۔ ٹیکسی سٹارٹ ہوئی ——— اور پھر تیزی سے بھاگتی ہوئی ٹریفک میں شامل ہو گئی۔

ویسے صفدر یہ اندازہ بھی کر چکا تھا کہ جیسے ہی اس کی ٹیکسی آگے بڑھی تھی۔ اسی لمحے قریب ہی کھڑی ایک نیلے رنگ کی کار بھی سٹارٹ ہو کر آگے رینگنا شروع ہو گئی تھی۔ پھر اس نے بیک مرر میں اخبار والے شخص کو اس کار میں بیٹھتے دیکھا۔

پھر صفدر کی ٹیکسی جب ٹریفک میں شامل ہوئی تو اس نے نیلے رنگ کی کار ایک لمحے کے لئے پوسٹر لگانے والے شخص کے قریب رکتے دیکھی۔ پوسٹر والے نے جھک کر کچھ کہا اور پھر کار تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔

صفدر کی ٹیکسی مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی گیمن روڈ کی طرف بڑھ رہی تھی نیلے رنگ کی کار ٹریفک میں کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ ایک تنگ سی بائی روڈ نظر آتے ہی صفدر نے ڈرائیور سے کہا۔

" ڈرائیور! ——— اس بائی روڈ پر لے چلو"۔

" مگر ——— ڈرائیور نے شائد کچھ کہنا چاہا۔

" جو میں کہہ رہا ہوں ——— وہ کرو" ——— صفدر نے ڈرائیور کو ڈانٹ دیا اور ڈرائیور نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے اور دوسرے لمحے ٹیکسی ٹریفک سے کٹ کر اس تنگ سی بائی روڈ پر گھومتی چلی گئی۔

یہ بائی روڈ دو بڑی سڑکوں کو متصل کرنے کے لئے بنائی گئی تھی اس لئے صفدر کی ٹیکسی جلد ہی دوسری مین روڈ پر پہنچ گئی۔ صفدر اس دوران دیکھ رہا تھا کہ وہ نیلے رنگ کی کار شائد اسے بائی روڈ پر مڑتے چیک نہ کر سکے تھے اور وہ سیدھے نکلتے چلے گئے تھے۔ اور ویسے بھی انہیں صفدر کی منزل کے بارے میں پوسٹر والے سے علم ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھے۔

صفدر کو جب اطمینان ہو گیا کہ تعاقب کرنے والے ڈاج کھا چکے ہیں تو اس نے سڑک پر ہی ٹیکسی رکوا دی۔ ٹیکسی سے نیچے اتر کر ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور پھر خود فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔

ٹیکسی ڈرائیور ایک لمحے تک حیرت سے صفدر کی طرف دیکھنے کے بعد ٹیکسی آگے بڑھا لے گیا۔ اسے حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ گیمن روڈ کا کہہ کر یہ شخص کہاں اتر گیا ہے۔

صفدر چند قدم چل کر رک گیا۔

پھر ٹیکسی آگے بڑھنے کے بعد صفدر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سڑک کی دوسری طرف

ایک ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ اور پھر جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"قاندر روڈ لے چلو" ——— صفدر نے ڈرائیور کو حکم دیا۔ اور ڈرائیور نے ٹیکسی کو آگے بڑھا دیا۔

قاندر روڈ کے چوک سے تھوڑے ہی فاصلے پر کرنل فریدی کی کوٹھی تھی۔

ٹیکسی جلد ہی قاندر روڈ کے چوک پر پہنچ گئی۔

صفدر نیچے اترا۔ اس نے کرایہ ادا کیا اور پھر اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے دور نہیں ہو گئی۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کرنل فریدی کی کوٹھی کی طرف چل دیا۔

جلد ہی وہ کوٹھی کے قریب پہنچ گیا۔ کوٹھی کا پھاٹک بند تھا۔ صفدر تیزی سے کوٹھی کے پھاٹک کے سامنے سے گزرتا چلا گیا۔ پھر وہ کوٹھی کی قریبی گلی سے ہوتا ہوا کوٹھی کی پشت کی طرف آیا۔

کوٹھی کی پچھلی دیوار کافی اونچی تھی۔ پہلے تو صفدر کا دل چاہا کہ وہ کوٹھی کی دیوار پھاند کر اندر چھپ جائے۔ لیکن پھر اسے عمران کی ہدایت کا خیال آ گیا۔ چنانچہ وہ وہیں ایک گھنے درخت کی آڑ میں رک گیا۔ ویسے وہ مسلسل کوٹھی کی طرف دیکھ رہا تھا جس میں اس کے خیال کے مطابق وہ خونی فارمولا موجود تھا جسے حاصل کرنے کے لئے اس نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔

عمران نے مکان کے دروازے سے باہر نکلا۔ وہ ایک لمحہ تک وہیں رک کر گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا۔ اس بات کی اطلاع تو بہرحال مل چکی تھی کہ کچھ لوگ گلی میں یا سڑک پر ان کا تعاقب کرنے کے لئے موجود ہیں۔ لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ کرنل فریدی کو اس بات کی اطلاع ملے کہ وہ مکان سے نکل کر تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے گیا ہے کیونکہ اس طرح کرنل فریدی محتاط بھی ہو سکتا ہے۔

وہ چاہتا تھا کہ کرنل فریدی کو اس کے آدمی آخر تک یہی رپورٹ دیتے رہیں کہ عمران ابھی تک مکان میں موجود ہے۔ لیکن سڑک تک جانے کے لئے گلی میں سے ہو کر گزرنا ضروری تھا۔ اس کے بغیر اور کوئی راستہ نہیں تھا اور عمران اس وقت اسی ادھیڑ بن میں لگا ہوا تھا کہ کوئی اور راہ نکالنی چاہیئے۔

عمران کو اچھی طرح پتہ تھا کہ گلی کا موڑ مڑتے ہی وہ بلیک فورس کی نظروں میں آ جائے گا۔

سامنے والی دیوار خاصی اونچی تھی اور اسے ابھی یہ بھی علم نہیں تھا کہ اس دیوار کی دوسری طرف کیا چیز ہے؟ کوئی مکان ہے ———؟ دفتر ہے ——— یا

کوئی سڑک۔

بہرحال اور کوئی راستہ نہ پاکر اس نے اسی دیوار کو چیک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دیوار کے قریب آیا اور پھر ایک لمحے تک دیوار کے قریب رک اس نے اپنے جسم کو تولا اور پھر دوسرے لمحے وہ اس طرح اچھلا جیسے اس کے پیروں میں سپرنگ لگے ہوتے ہوں۔

خاصی اونچی چھلانگ تھی۔ عمران کے ہاتھ دیوار کی منڈیر کے ساتھ چپک گئے اور پھر وہ اپنے بازوؤں کے بل اوپر اٹھتا چلا گیا۔

جب اس کا سر دیوار سے اونچا ہوا تو اسے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ دیوار کی دوسری طرف ایک لمبا چوڑا میدان ہے اور میدان کے پار سڑک۔ مسئلہ حل ہو چکا تھا۔

جلد ہی وہ دیوار کے اوپر چڑھ گیا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور وہ دوسری طرف کود گیا۔ پنجوں کے بل نیچے آتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو آس پاس نہ پاکر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سڑک کی طرف چل پڑا۔

جلد ہی وہ سڑک پر موجود تھا۔ یہ کوئی بائی روڈ تھا۔ کیونکہ اس پر کوئی ٹریفک نہ تھی۔ وہ اندازے کے مطابق سڑک پر ہی بائیں طرف چلنے لگا۔

اور پھر ایک موڑ مڑتے ہی اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ ایک خاصی پُر رونق مارکیٹ تھی۔

جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"قائد روڈ کے چوک پر اتار دینا" ——— عمران نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

چند لمحوں تک گاڑی سڑک پر رینگتی چلی گئی اور پھر جلد ہی ٹیکسی قائد روڈ کے ک پر پہنچ گئی۔

ٹیکسی رکتے ہی عمران باہر نکلا۔ اس نے کرایہ ادا کیا اور پھر وہ کرنل ریدی کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ کوٹھی چونکہ اس کی اچھی طرح دیکھی بھالی ی۔ اس لئے کوٹھی کے سامنے رخ پر جانے کی بجائے وہ جان بوجھ کر مختلف وں سے ہوتا ہوا کوٹھی کی پشت پر پہنچ گیا۔



کیپٹن شکیل نے روزنہ کو ٹیلی فون کر کے گھر آنے کا کہا اور خود تیز تیز دم اٹھاتا ہوا مکان سے باہر نکل آیا۔ اس نے مکان کو تالا لگانے کے لئے ہاتھ ھایا ہی تھا کہ اسے ایک خیال آیا۔ اور پھر اس نے تالا لگانے کا ارادہ ترک دیا اور صرف دروازہ بند کر کے وہ آگے بڑھ گیا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ گلی کراس کر کے سڑک پر پہنچ گیا۔ اس نے اس ت کی پرواہ نہیں کی کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے یا چیک کر رہا ہے۔ چونکہ اس نے نیا میک اپ کیا ہوا تھا اس لئے اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ سڑک اگر ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ٹیکسی اسٹینڈ کی ف بڑھ گیا۔

اس نے خالی ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور پھر اندر بیٹھتے ہی اس نے قائد روڈ کے چوک پر چلنے کا حکم دیا۔

ڈرائیور نے چپ چاپ گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ اطمینان سے سیٹ سے پشت لگائے بیٹھا رہا۔

اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اور وہ چونک پڑا۔ اس نے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا کہ گلی کا موڑ مڑنے کے بعد صرف روزی ہی کا مکان تھا اس لئے موڑ مڑ کر جو بھی گلی میں آتا۔ نگرانی کرنے والے سمجھ جاتے کہ وہ اسی مکان سے آیا ہے۔

کیپٹن شکیل صرف میک اپ پر ہی تکیہ کر کے بڑی بے باکی سے آگیا تھا۔ زبردست حماقت ہوئی تھی۔ وہ بے چین ہو گیا۔ کیونکہ ٹریفک کے اس سیلاب میں وہ کیا اندازہ کر سکتا تھا کہ کونسی کار اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ پھر اس وقت وہ چونکا جب ڈرائیور نے قائد روڈ کے چوک پر گاڑی روک دی۔

" ہیلن روڈ لے چلو" ـــــ کیپٹن شکیل نے چونک کر ڈرائیور کو کہا۔

ڈرائیور ایک لمحہ تک حیرت سے کیپٹن شکیل کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

ہیلن روڈ کا کیپٹن شکیل نے نہ صرف اس لئے کہا تھا کہ وہ ایک سنسان سڑک تھی بلکہ وہاں پہنچ کر وہ اپنے تعاقب کا صحیح اندازہ لگا سکتا تھا۔

جلد ہی ٹیکسی ہیلن روڈ پر پہنچ گئی۔ سڑک حسب معمول سنسان پڑی تھی کیپٹن شکیل کی نظریں بیک مرر پر لگی ہوئی تھیں لیکن اسے تعاقب میں کوئی گاڑی نظر نہیں آئی۔ وہ حیران تھا کہ یہ چکر کیا ہوا ـــــ ؟ کیا واقعی وہ میک اپ سے دھوکہ کھا گئے ـــــ ؟ اور ان سے بھی کیا یہ حماقت سرزد ہو گئی کہ انہوں

یہ نہ سوچا کہ وہاں اور کوئی مکان نہیں ہے،

بہرحال اسے جب اطمینان ہو گیا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا تو اس نے دوبارہ ڈرائیور کو حکم دیا۔

" قائد روڈ کے چوک پر لے چلو"۔

" صاحب! ـــ کیا بات ہے ـــــ ؟ آپ کبھی کہیں کا کہتے ہیں کبھی کہیں کا" ـــــ ؟ ڈرائیور نے بریک لگا کر ترش لہجے میں کیپٹن شکیل سے کہا۔ شائد وہ جھنجھلا گیا تھا۔

" تمہیں کرائے سے غرض ہونی چاہیئے ڈرائیور! ـــــ اس بات سے نہیں کہ میں کہاں کا کہتا ہوں ـــ اور کہاں جانا ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے اسے انتہائی سخت لہجے میں ڈانٹ دیا اور پھر ڈرائیور نے کوئی جواب نہ دیا اور گاڑی دوبارہ اس نے قائد روڈ کی طرف موڑ دی۔

قائد روڈ کے چوک پر پہنچ کر کیپٹن شکیل اترا۔ پھر جب اس نے کرائے کے علاوہ اچھی خاصی رقم بطور ٹپ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھی تو ڈرائیور نے شرمندگی سے دانت نکال دیئے۔

ڈرائیور نے کیپٹن شکیل کو مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور پھر گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

کیپٹن شکیل چند منٹ تک وہاں رکا رہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کرنل فریدی کی کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔ کوٹھی کے سامنے سے گزر کر وہ بھی صفدر کی طرح کوٹھی کی پشت پر چلا گیا۔

اس نے ادھر اُدھر بغور دیکھا کہ صفدر اور عمران اس کی نظروں میں آ جائیں لیکن وہاں مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ شائد وہ ابھی تک یہاں

نہ پہنچے ہوں۔

پھر اچانک ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز کیپٹن شکیل کے کانوں سے ٹکرائی اور وہ چونک پڑا۔ یہ مخصوص کوڈ تھا جو انہوں نے روزی کے مکان سے چلنے سے پہلے طے کیا تھا۔

کیپٹن شکیل نے بھی جواباً سیٹی بجائی اور پھر درختوں کی آڑ سے عمران اور صفدر باہر نکل آئے۔

"تم دونوں یہیں ٹھہرو!۔۔۔ میں کرنل فریدی کی کوٹھی میں جاتا ہوں۔ اگر فائر کی آواز سنو تو پھر تم بھی کوٹھی میں داخل ہو جانا"۔۔۔ عمران نے صفدر اور کیپٹن شکیل سے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

اور پھر عمران کسی بندر جیسی پھرتی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ دیوار کی دوسری طرف کود گیا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں بڑے بڑے درختوں کی آڑ میں کھڑے ہوئے تھے۔

عمران کو کوٹھی کے اندر گئے ہوئے کافی وقت گزر گیا تھا۔ ابھی تک نہ تو کسی فائر کی آواز آئی تھی اور نہ ہی عمران واپس آیا تھا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں کے دل دھڑک رہے تھے۔ کیونکہ کرنل فریدی کی کوٹھی میں جو کچھ ہو جائے کم ہے۔ پھر انہیں دیوار پر عمران کا سر نظر آیا۔ اور چند لمحے بعد عمران دیوار پھاند کر واپس آ گیا۔

"کیا ہوا عمران صاحب!۔۔۔؟" دونوں اضطراری لہجے میں بولے۔

"چڑیاں چُگ گئیں کھیت"۔۔۔ عمران نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب"۔۔۔؟ دونوں ہی اس کے فقرے کا مطلب نہ سمجھ سکے۔

"مطلب یہ کہ دوستو!۔۔۔ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دونوں ہی کوٹھی سے غائب ہیں۔۔۔ میں نے ساری کوٹھی چھان ماری ہے۔۔۔ کاغذات کا بھی پتہ نہیں ہے"۔۔۔ عمران نے بتلایا۔

"کوٹھی بالکل خالی ہے"۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں!۔۔۔ وہاں مرغی اور اس کے بچے موجود ہیں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"بھئی ایک بوڑھا سا ملازم کوٹھی میں موجود ہے جو اپنی کوٹھڑی میں پڑا سو رہا ہے"۔۔۔ عمران نے ساتھ ہی وضاحت بھی کر دی۔

"تو اس ملازم سے پتہ چل سکتا ہے کہ کرنل فریدی کہاں گیا ہے"۔۔۔ صفدر نے رائے پیش کی۔

"وہ ملازم ہے۔۔۔ کرنل فریدی کا پی۔ اے نہیں"۔۔۔ عمران نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

صفدر خاموش ہو گیا۔

"چلو چلیں"۔۔۔ عمران نے ان سے کہا اور پھر انہیں عمران سے یہ پوچھنے کی ہمت نہ پڑی کہ اب کہاں جائیں۔۔۔؟ اور کیا پروگرام ہے۔۔۔؟ بس وہ دونوں عمران کے پیچھے چلتے ہوئے دوبارہ سڑک پر آ پہنچے۔

نعمانی کو پندرہ گھنٹے کے بعد ہی ہسپتال سے چھٹی دے دی گئی تھی۔
گو اس کا زخم ٹھیک نہیں ہوا تھا لیکن اسے وہاں سے چھٹی دے دی
گئی۔ ویسے اسے اس بات پر شدید حیرت تھی کہ فائرنگ کیس ہونے کے
باوجود نہ ہی پولیس اس سے بیان لینے آئی تھی اور نہ ہی کوئی اور آدمی آیا تھا
اور پھر ہسپتال والوں نے بھی اسے زبردستی چھٹی دے دی تھی۔
لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ سب کچھ کرنل فریدی کے حکم پر کیا
گیا تھا۔ تاکہ عمران اپنے ساتھی کی وجہ سے مزید نہ رکا رہے اور جلد از جلد
جعلی کاغذات لے کر اپنے ملک واپس چلا جائے۔
نعمانی ہسپتال کے مین گیٹ سے باہر نکل آیا۔ —— لیکن اب اسے علم نہ
تھا کہ عمران وغیرہ کا کہاں پتہ کرے۔ فیروز کے ہوٹل جانے کا تو سوال
پیدا نہیں ہوتا تھا۔
وہ کافی دیر تک سڑک پر کھڑا اسی کشمش و پنج میں مبتلا رہا۔ خون کا
نکل جانے کی وجہ سے وہ اپنے جسم میں بے حد نقاہت محسوس کر رہا تھا
لیکن اسے ہر قیمت پر عمران وغیرہ کا پتہ کرنا تھا۔ آخر اس نے یہی فیصلہ

کرنل فریدی کی کوٹھی جا کر کسی طرح عمران وغیرہ کا پتہ کرے۔ کیونکہ کرنل
فریدی نے ضرور انہیں وہیں گرفتار کر رکھا ہوگا۔
یہ فیصلہ کر کے اس نے ٹیکسی روکنے کی کوششیں شروع کر دیں لیکن بار بار
ہاتھ دینے کے باوجود کوئی بھی ٹیکسی وہاں رکنے کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی۔
تیزی سے پاس سے گزرتی چلی جاتیں۔ وہ تنگ آ گیا۔
نجانے کیا بات تھی کہ کوئی ٹیکسی بھی نہیں رک رہی تھی۔ پھر اچانک ایک
...نی سی ٹیکسی اس کے ہاتھ کے اشارے پر رک گئی۔ نعمانی نے اطمینان کی طویل
سانس لی اور پھر دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔
"کہاں چلوں صاحب" —؟ بوڑھے ڈرائیور نے بڑے مسکین سے لہجے میں
نعمانی سے پوچھا۔
"قائد روڈ" —— نعمانی نے جواب دیا۔
ٹیکسی ایک جھرجھری لے کر آگے بڑھ گئی۔ ٹیکسی شاید خراب تھی یا کیا بات
تھی کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہی تھی —— بہرحال نعمانی کو بھی اتنی جلدی
نہیں تھی۔ اس لئے اس نے بھی کچھ خیال نہ کیا —— یہی غنیمت تھی کہ چل
رہی تھی۔
ٹیکسی مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی اب شہزاد روڈ پر سے گزر رہی تھی
نعمانی خالی خالی نظروں سے سڑک کے بائیں کنارے پر بنی ہوئی عظیم الشان
کوٹھیوں پر نظریں دوڑا رہا تھا۔ ویسے اس کا ذہن عمران وغیرہ کے متعلق
ہی سوچ رہا تھا۔
اچانک ایک عظیم الشان کوٹھی کے کھلے پھاٹک میں اس کی نظریں پڑیں تو وہ
بری طرح چونک اٹھا۔ برآمدے میں کھڑا ہوا شخص کرنل فریدی تھا۔ اسے

شک سا پڑا لیکن ٹیکسی آگے بڑھ چکی تھی۔

اور پھر وہ ڈرائیور کو ٹیکسی روکنے کے بارے کہنے کیلئے سوچ ہی رہا تھا کہ ٹیکسی ایک جھٹکا کھا کر خود بخود رک گئی۔

"کیا ہوا" —— ؟ نعمانی نے چونک کر پوچھا۔

"صاحب! — کوئی تار ٹوٹ گیا ہے —— میں ابھی ٹھیک کر لیتا ہوں" — ڈرائیور نے کہا اور پھر نیچے اتر گیا۔

جس کوٹھی میں نعمانی کو کرنل فریدی کی موجودگی کا شک ہوا تھا وہ کوٹھی وہاں سے چند گز ہی دور تھی۔

"تم تار ٹھیک کرو —— مجھے شک پڑا ہے کہ اس کوٹھی میں میرا ایک دوست ہے — میں اسے دیکھ آؤں" —— نعمانی نے بوڑھے ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور نے ایک لمحے کے لئے مشتبہ نظروں سے نعمانی کو دیکھا۔ وہ شاید سوچ رہا تھا کہ صاحب کرایہ دیئے بغیر بھاگنا چاہتا ہے۔ لیکن پھر چپ چاپ سر جھکا کر بولٹ اٹھا کر انجن میں گم ہو گیا۔

نعمانی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کوٹھی کے پھاٹک کے سامنے سے گزرا۔ وہ آدمی اس وقت بھی برآمدے میں کھڑا تھا جس پر نعمانی کو شک ہوا تھا۔ اور اب اچھی طرح دیکھنے کے بعد نعمانی کا شک یقین میں بدل گیا۔ وہ اس کی قد و قامت اور جسم کی بناوٹ سے اچھی طرح پہچان گیا تھا کہ وہ کرنل فریدی ہے۔

کرنل فریدی اس وقت کسی آدمی سے بات چیت میں مصروف تھا اس لئے اس کی نظریں نعمانی پر نہیں پڑی تھیں۔

نعمانی ذرا سا آگے بڑھا اور پھر واپس لوٹ آیا۔ اس نے اچٹتی ہوئی نظر کوٹھی کے باہر لگی ہوئی نیم پلیٹ پر ڈالی۔ "زیٹو ہاؤس" کی نیم پلیٹ تھی۔ اور پھر وہ

آگے بڑھ گیا۔

بوڑھا ڈرائیور ٹیکسی کے قریب کھڑا تھا۔

"ٹھیک ہو گئی گاڑی" —— ؟ نعمانی نے پوچھا۔

"جی ہاں" —— ڈرائیور نے جواب دیا۔

نعمانی دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ گاڑی میں بیٹھنے والا فعل قطعی لاشعوری تھا۔ دراصل اس کا ذہن کرنل فریدی میں الجھا ہوا تھا —— وہ سوچ رہا تھا کہ آیا وہ واقعی کرنل فریدی ہے — یا نہیں —؟ اگر کرنل فریدی ہے تو پھر وہ اس کوٹھی میں کیوں موجود ہے ——؟

پھر جلد ہی ٹیکسی تاندر روڈ کے چوک پر جا کر رک گئی۔ نعمانی نیچے اترا۔ کرایہ ادا کیا اور پھر اسی ادھیڑ بن میں کرنل فریدی کی کوٹھی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اچانک نعمانی ٹھٹک کر رک گیا۔ کرنل فریدی کی کوٹھی کے قریب والی گلی سے عمران —— کیپٹن شکیل —— اور صفدر نکل کر سڑک پر ہی آ گئے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ پھر عمران اور اس کے ساتھیوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔

"تم یہاں" —— ؟ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں! —— آپ کو کیوں حیرت ہو رہی ہے" —— نعمانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر ہسپتال سے اتنی جلدی کیسے آ گئے —— ؟ کیا فرار ہو کر آئے ہو"؟

عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔ کیونکہ نعمانی کے چہرے پر چھائی ہوئی زردی بتلا رہی تھی کہ اس کی حالت قطعی ٹھیک نہیں ہے۔

"فرار نہیں ہوا ۔ بلکہ ہسپتال والوں نے دھکے دے کر نکال دیا ہے"۔ نعمانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ"۔۔۔ عمران کچھ سوچنے لگا۔ کیپٹن شکیل اور صفدر بھی کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"آپ لوگ یہاں کیسے"۔۔۔؟ نعمانی نے پوچھا۔

"کرنل فریدی سے ملنے آئے تھے مگر وہ گھر پر نہیں ہے ۔۔۔ میں چاہتا تھا کہ اُسے اپنی شادی میں بطور قاضی بلا لوں"۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"پھر اب کیا ہوگا"۔۔۔؟ نعمانی نے پوچھا۔

"بس ہونا کیا ہے ۔ بغیر قاضی کے نکاح ہو نہیں سکتا۔۔۔ اس لئے شادی کا پروگرام کینسل"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اگر میں قاضی کا پتہ بتلا دوں تو"۔۔۔؟ نعمانی نے جواب دیا۔ اور عمران کے ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل اور صفدر بھی چونک پڑے۔

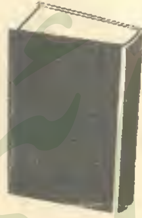
"کیا کہا ۔۔۔؟ تمہیں علم ہے کہ کرنل فریدی اس وقت کہاں ہے"۔۔۔؟ عمران نے اشتیاق سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں! ۔۔۔ چلئے ۔۔۔ میں آپ کو لے چلتا ہوں"۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا۔

"ویری گڈ نعمانی"۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور پھر بولا۔

"نعمانی! ۔۔۔ تم نے میری شادی کا پروگرام پکا کرا دیا ہے ۔۔۔ خدا تمہیں اجر عظیم اور ثواب دارین عطا کرے"۔۔۔ عمران نے خوشی سے چہچہاتے ہوئے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اور پھر وہ سب باتیں کرتے ہوئے تھامذ روڈ کے چوک پر پہنچ گئے۔ جلد ہی انہیں خالی ٹیکسی مل گئی۔



بلیک زیرو کو کار کی ڈگی میں بند ہوئے تقریباً بارہ تیرہ گھنٹے ہو گئے تھے۔ جس وقت ڈگی کا آٹومیٹک تالا بند ہوا تھا اس وقت کار چل رہی تھی پھر کار ایک جگہ جا کر رک گئی۔ اسے مدھم سا احساس دروازہ کھلنے کا ہوا اور پھر کار چلی اور تھوڑے سے ہی لمحوں بعد ایک بار پھر رک گئی۔ اس کے بعد اس کے کانوں میں کوئی بھاری دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔

بلیک زیرو نے اندازہ لگایا کہ کار گیراج میں بند کر دی گئی۔ اس بارہ گھنٹے کی نیند نے بلیک زیرو کا دماغ مفلوج کر دیا تھا۔۔۔ "ایکسٹو"۔۔۔ جس کے نام سے دنیا کے بڑے بڑے مجرم کانپتے تھے اور جسے اس کے ممبر مافوق الفطرت قوتوں کا مالک سمجھتے تھے۔۔۔ جس کی آواز ہی ان پر لرزہ طاری کر دیتی تھی۔ اس وقت بارہ گھنٹے سے اس کار کی ڈگی میں بے بسی سے بند پڑا تھا۔

یہی شکر ہے کہ کہیں نہ کہیں سے قدرے تازہ ہوا ڈگی کے اندر داخل ہو رہی تھی اس لئے بلیک زیرو کو سانس لینے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ البتہ گرمی نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ اس قدر شدید گرمی اور حبس تھا کہ بلیک زیرو

کو خدا یاد آگیا تھا۔ بے تحاشہ پسینہ بہنے کی وجہ سے اسے شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ اور کپڑوں سے پسینے کی بُو آرہی تھی۔

ان بارہ گھنٹوں میں جس کا اندازہ اسے اپنی ریڈیم ڈائل گھڑی سے ہوا تھا، اس نے تالا کھولنے کی بے شمار کوششیں کی تھیں لیکن سب بے سود۔ اور پھر اس نے تو یہ بھی دعا مانگی تھی کہ کاش کرنل فریدی یا اس کا کوئی آدمی ہی آکر ڈگی کھول دے ۔۔۔ پکڑا ہی جائے گا۔۔۔ مگر اس بلیک ہول سے تو جان چھوٹ جائے گی۔

لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کرنل فریدی اس کار کو گیراج میں بند کر کے بھول گیا ہو۔

بلیک زیرو ڈگی میں چونکہ ٹانگیں نہیں پھیلا سکتا تھا اس لئے اس کا تمام جسم پکے ہوئے پھوڑے کی طرح درد کر رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسی سوچ میں غلطاں تھا کہ تالا کس طرح کھولا جائے۔ ویسے اس نے ان شدید تکالیف اٹھانے کے باوجود اُمید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ اور یہ سب کچھ عمران کی صحبت اور تربیت کا اثر تھا۔

اچانک اسے ایک خیال آیا اور پھر یہ خیال اس کے دل میں جاگزیں ہو گیا۔ کہ وہ اگر اس طریقے سے کوشش کرے تو ڈگی کا ڈھکنا کھل سکتا ہے۔

کئی بار اس کا ہاتھ پٹرول کے ایک گیلن سے ٹکرایا تھا جو شاید ایمرجنسی کے لئے رکھا گیا تھا۔ اس نے وہ گیلن اٹھا کر اس کا ڈھکنا کھولا اور پھر اپنی جیبوں میں ہاتھ مارنے لگا کہ شاید ماچس یا لائٹر کہیں جیب سے نکل آئے۔ کیونکہ ایسی چیزیں وہ عموماً جیب میں رکھا کرتا تھا کہ کسی وقت بھی کام آسکتی تھیں۔ اور پھر کوٹ کی ایک جیب میں اس کا ہاتھ ماچس سے ٹکرایا۔ اسے

اس وقت ماچس ملنے پر اتنی خوشی ہوئی جیسے کسی کو ہفت اقلیم کی دولت ملنے پر بھی نہ ہوئی ہو گی۔

اس نے جیب سے ماچس نکالی اور پھر اس کو کھول کر اس میں تیلیاں دیکھیں۔ ماچس بھری ہوئی تھی ۔۔۔ لیکن ماچس کا اوپری مصالحے والا حصّہ پسینے سے خراب ہو چکا تھا۔ اس نے پٹرول کے گیلن کا کھلا ہوا منہ اندازے سے اس جگہ لگا دیا جہاں اس کے خیال میں ڈگی کا تالا موجود تھا۔ اور پھر وہ گیلن کو اوپر اٹھاتا چلا گیا۔ پٹرول تیزی سے بہتا ہوا اس جگہ پر پھیل گیا۔ پھر اس نے گیلن کا ڈھکنا دوبارہ بند کیا اور پھر ماچس کی تیلی کو جوتے کی لوہے پر زور سے رگڑ دیا۔

دوسرے ہی لمحے ایک شعلہ پیدا ہوا اور تیلی جلنے لگی۔ اس تنگ سے قید خانے میں ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔

بلیک زیرو نے پہلے تو یہ دیکھا کہ کہیں پٹرول بہہ کر ڈگی کے فرش پر نہیں پھیل گیا اور آگ فرش پر لگ جائے اور پھر ڈھکنا تو کھلتا رہے مگر وہ خود زندہ جل جائے ۔۔۔ لیکن پٹرول فرش پر نہیں پھیلا تھا۔ اس نے جلتی ہوئی تیلی کو اس جگہ لگا دیا جہاں پٹرول پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے آگ نیچے تک پھیلتی چلی گئی۔ ویسے آگ زیادہ تر اس باریک سی درز میں پھیلی ہوئی تھی جو ڈھکنے اور نچلی دیوار کے درمیان تھی۔

بلیک زیرو نے ڈھکنے پر دونوں ہاتھ ٹکائے اور اسے اپنی پوری قوت سے اوپر اٹھانے کی کوشش کی۔ آگ جل رہی تھی۔ اب کار پر کئے ہوئے روغن نے آگ پکڑ لی تھی۔ پھر یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ آگ تالے تک پہنچ گئی۔ ادھر آگ نے تالے کے لیور کو گرم کیا۔ ادھر بلیک زیرو زور لگا رہا تھا۔ پھر

چند ہی لمحوں بعد ایک کھٹک سی آواز آئی اور ڈھکن پوری قوت سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔

تازہ ہوا کا ایک زوردار جھونکا بلیک زیرو کی ناک سے ٹکرایا اور اس کی رگ رگ میں مسرت و انبساط کی لہریں دوڑ گئیں۔ وہ اچھل کر باہر آ گیا لیکن بارہ تیرہ گھنٹوں سے ٹیڑھی ٹانگیں یکدم سیدھی ہوئیں تو اس کا وزن نہ سنبھال سکیں۔ اور بلیک زیرو فرش پر گر گیا۔ لیکن جلد ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحے اس کی ٹانگوں میں تکلیف رہی لیکن پھر درد جاتا رہا۔

اس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ جسم کو سیدھا کیا۔ پھر اس نے مطمئن ہو کر ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ اس کا اندازہ صحیح تھا۔ وہ اس وقت گیراج میں تھا۔

اچانک اس کی نظر آگ پر پڑی۔ آگ ابھی جل رہی تھی۔ گو اس کی شدت میں کمی آ گئی تھی لیکن پھر بھی خاصی آگ تھی۔ اسے خیال آیا کہ پٹرول کی ٹینکی کہیں قریب ہی نہ ہو۔ چنانچہ اس نے آگ بجھانے کے لئے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اس کی نظر ایک کونے میں پڑی ہوئی ریت کے ڈھیر پر جم گئی۔ اس نے تیزی سے ریت اٹھا کر گاڑی پر ڈالنی شروع کر دی۔ اور جلد ہی آگ بجھ گئی۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر اب اس نے گیراج سے باہر نکلنے کی ترکیب سوچنی شروع کر دی۔

گیراج کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس نے دروازے کے دونوں تختوں کو ہلایا اور پھر ان کے درمیان پیدا ہونے والی جھری سے آنکھ لگا دی۔ سامنے ایک عظیم الشان کوٹھی نظر آ رہی تھی۔

ویسے بظاہر وہاں کوٹھی میں کوئی آدمی نہیں نظر آ رہا تھا۔ سرسبز لان خوبصورت پورچ اور اس کے بعد برآمدہ اور دلکش اور عظیم الشان عمارت۔

بلیک زیرو نے مطمئن ہو کر ہاتھ کو دونوں تختوں سے باہر نکالا اور پھر یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ دروازہ پر تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ صرف زنجیر چڑھی ہوئی تھی۔ اس نے بڑی مشکل اور کوشش سے اپنا ہاتھ زنجیر کے کنڈے تک پہنچایا اور پھر دوسرے لمحے زنجیر کھل چکی تھی۔

اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور پھر خود باہر نکل آیا۔ دروازہ ویسے ہی بند کر کے اس نے دوبارہ زنجیر چڑھا دی تاکہ فوری طور پر کسی کو شک نہ پڑ سکے۔ اب وہ دیوار سے ہٹتا ہوا آہستہ آہستہ پچھلی طرف بڑھنے لگا۔

پائیں باغ کے ایک کونے میں پہنچتے ہی اسے اچانک کچھ خیال آیا۔ اس نے جیب سے اپنا رومال نکال کر منہ پہ باندھ لیا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔

اچانک وہ جھپٹ کر ایک دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔ پائیں باغ کی دیوار کے اوپر اسے ایک سر نظر آیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ سر دیوار پر دوبارہ نظر آیا اور پھر اندر کی طرف ہاتھوں کے بل لٹک گیا۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور وہ شخص کوٹھی کے اندر کود چکا تھا۔

خاصا اندھیرا چھا گیا تھا اس لئے بلیک زیرو اندازہ نہ لگا سکا کہ کودنے والا کون ہو سکتا ہے۔ وہ خاموشی سے وہاں چھپا رہا۔

چند لمحے بعد وہ اندر آنے والا شخص انتہائی تیزی سے رینگتا ہوا کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔

اور پھر بلیک زیرو کو دیوار پر ایک دوسرا سر نظر آیا اور ایک اور شخص اندر کود آیا۔ اس کے چند لمحے بعد تیسرا شخص بھی اندر موجود تھا۔

بلیک زیرو چھپا ہوا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ ویسے دوسرے اور تیسرے شخص کو وہ اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ پہلا آدمی جب کودا تھا تو وہ چھپ

گیا تھا۔ اس لئے بلیک زیرو اسے بغور نہ دیکھ سکا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز سی مسکراہٹ رینگنے لگی۔ وہ اب عمران۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کو اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ یہاں کیسے پہنچ گئے؟

لیکن ـــــ وہ اپنے باس علی عمران اصلی ایکسٹو کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے اسے کچھ زیادہ حیرت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

وہ تینوں اب عمارت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ بلیک زیرو نے اب آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اپنی پوزیشن کو اچھی طرح جانتا تھا۔ عمران سب سے آگے تھا۔

عمارت کے قریب پہنچ کر عمران نے ایک بند کھڑکی پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ کھڑکی کھل گئی۔ شائد کھڑکی اندر سے بند نہ تھی۔ عمران ایک لمحے تک باہر رکا رہا۔ پھر آہستہ سے کھڑکی کے ذریعے اندر چلا گیا۔ اس کے اندر جانے کے تقریباً دو منٹ بعد صفدر اور پھر کیپٹن شکیل بھی اندر چلے گئے۔ کھڑکی ویسے ہی کھلی ہوئی تھی۔

بلیک زیرو اب آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور چند لمحوں بعد وہ بھی کھڑکی کے قریب موجود تھا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ کھڑکی کے اندر کود گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ وہ اس سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ تو اب اس نے اپنے آپ کو ایک باتھ روم میں پایا۔ دروازے کی دوسری طرف ہلکی ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے آہستہ سے جھانک کر دیکھا۔ یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ عمران۔ صفدر اور کیپٹن شکیل وہاں موجود تھے۔

عمران تیزی سے کمرے کی تلاشی لینے میں مصروف تھا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل چوکنے کھڑے تھے۔ صفدر کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔ یہ شائد کرنل فریدی کی خواب گاہ تھی۔

پھر اچانک عمران نے پلنگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر نجانے کیا کیا کہ سامنے والی دیوار ایک طرف کھسک گئی۔ اب وہاں ایک چھوٹا سا سیف نظر آ رہا تھا۔ سیف کا دروازہ فولادی چادر کا تھا۔ اور بے حد مضبوط تھا۔ اس کی چادر میں ایک چھوٹا سا چابی ڈالنے کا سوراخ نظر آ رہا تھا۔

عمران نے جیب سے ایک پتلا سا مڑا ہوا تار نکالا اور پھر وہ تار اس نے اس سوراخ میں ڈالی۔ اسی لمحے عمران کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ پھر اس کا تمام جسم سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگا لیکن اس کا ہاتھ ابھی تک اس تار سے چمٹا ہوا تھا۔

اسی لمحے صفدر اور کیپٹن شکیل غیر شعوری طور پر جھپٹ کر آگے بڑھے اور انہوں نے عمران کو پکڑ کر گھسیٹنا چاہا اور پھر ان دونوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ انہوں نے زبردست بے وقوفی کی تھی۔

بلیک زیرو اب نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ تینوں ابھی ختم ہو جائیں گے۔ اس نے دروازہ کھولا اور پھر انتہائی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے سیف کے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور پھر اسے ایک چھوٹا سا سرخ بٹن نظر آ گیا۔ اس نے پھرتی سے وہ بٹن دبا دیا۔ ویسے یہ اس کا اندازہ تھا کہ یہی بٹن بجلی کی طاقت ور سرکٹ کو بند کر دے گا۔ ہو سکتا تھا کہ یہ اندازہ غلط بھی ہو جاتا۔ لیکن اندازہ بالکل صحیح رہا۔

بٹن آف ہوتے ہی وہ تینوں ایک دوسرے کے اوپر فرش پر گر پڑے۔ تینوں

کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔

عمران تو بیہوش ہونے کے قریب تھا کیونکہ سب سے زیادہ وہ بجلی کا شکار رہا تھا۔

بلیک زیرو نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر اسے ایک گلاس نظر آ گیا۔ اس نے گلاس اٹھایا اور پھر تیزی سے باتھ روم میں گھس کر اس نے پانی بھرا اور پھر آ کر عمران۔ صفدر اور کیپٹن شکیل تینوں کے حلق میں پانی ٹپکانا شروع کر دیا۔ بلیک زیرو کے اس عمل نے ان تینوں کو سنبھال لیا۔ اور پھر وہ تینوں آہستہ آہستہ کھڑے ہو گئے۔

"تم بیوقوفوں کی طرح عمران سے کیوں چمٹ گئے تھے"۔۔۔ بلیک زیرو نے مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں صفدر اور کیپٹن شکیل کو ڈانٹا اور اسی لمحے انہیں احساس ہوا کہ وہ ایکسٹو کے سامنے کھڑے ہیں۔

ایکسٹو آج بھی فرشتۂ رحمت بن کر اچانک ہی وہاں پہنچا تھا۔ اگر ایکسٹو آج بروقت نہ پہنچتا تو وہ تینوں ہی ختم ہو جاتے۔

عمران تو اٹھتے ہی دوبارہ سیف کی طرف گھوم گیا تھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ وہ کرنل فریدی کی خوابگاہ میں ہیں۔ اب اس نے تار کو ہاتھ لگایا تو اسے کچھ نہ ہوا۔ اس نے دو تین بار تار تالے میں گھمائی اور پھر ایک جھٹکا دیا۔ کھٹک کی آواز سے تالا کھل گیا۔ سیف کھل چکا تھا۔

پھر سیف کھلتے ہی سامنے دراز میں رکھا ہوا بیگ نظر آ گیا۔ عمران نے جلدی سے بیگ نکال کر باہر فرش پر رکھا۔ سیف کے تالے سے تار نکال کر بیگ کے تالے میں ڈالی۔

"عمران! ۔۔۔ اس میں بھی کہیں بیہوشی والی گیس نہ نکل آئے"۔۔۔ بلیک زیرو

نے ایکسٹو کی آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھا جائے گا ۔۔۔ بہرحال رسک تو لینا ہی پڑے گا"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے عمران بیگ کے تالے کھول چکا تھا۔ اس نے بیگ کا ڈھکنا اٹھایا۔ اندر فارمولے کے کاغذات موجود تھے۔ اس نے انتہائی تیزی سے وہ کاغذات بیگ سے نکالے اور پھر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے جعلی کاغذات نکال کر انہیں بیگ میں رکھ کر بیگ دوبارہ بند کر دیا۔ پھر بیگ اٹھا کر واپس سیف میں رکھ دیا۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر بیگ کے ہینڈل اور تاروں کو صاف کیا۔ سیف بند کیا۔

سیف بند ہوتے ہی اس کا آٹومیٹک تالا خود بخود بند ہو گیا۔ بلیک زیرو نے بجلی کے سرکٹ والا بٹن دوبارہ آن کر دیا۔ عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر پلنگ کے نیچے لگا ہوا بٹن دبایا تو دیوار دوبارہ برابر ہو گئی۔ اب کسی کے خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ وہاں کوئی خفیہ سیف ہے۔

عمران نے یہ سب عمل اتنی تیزی سے کیا تھا کہ چند ہی لمحوں میں وہ اس سے فارغ ہو گیا تھا۔ اس نے اصل کاغذات دوبارہ کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھے۔ اور پھر وہ سب مڑ کر واپس کھڑکی کے راستے کوٹھی سے باہر نکل آئے۔

پائیں باغ میں رینگتے ہوئے وہ سب پچھلی دیوار کے قریب آئے اور پھر سب سے پہلے ایکسٹو دیوار پر سے ہوتا ہوا باہر کودا اور پھر اس کے بعد باقی سب بھی باہر نکل آئے۔

یہ ایک چھوٹی سی گلی تھی۔ اتنے میں ایک دیوار کی آڑ میں چھپا ہوا النعمانی بھی ان کی طرف آ گیا۔

"عمران! — اب کیا پروگرام ہے" — ؟ سڑک پر پہنچ کر ایکسٹو نے کہا۔

"سر! — ہم سب کیپٹن شکیل والے اڈے پر پہنچتے ہیں — وہاں سے جلد از جلد اس ملک سے نکلنے کا پروگرام بنائیں گے" — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے — آپ سب لوگ وہاں پہنچیں — میں سیٹیں بک کروا کر تمہیں فون کر دوں گا" — ایکسٹو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب" — عمران نے جواب دیا۔

اور پھر ایکسٹو ان سب سے علیحدہ ہو گیا۔



عمران ان سب کو میدان کی طرف سے لے آیا تھا۔ پھر وہ سب دیوار پھاند کر گلی میں داخل ہو گئے۔ اور اب وہ سب روزی کے مکان میں موجود تھے۔

روزی خاصی خوبصورت اور ذہین لڑکی تھی۔ اس کی نظریں پروانہ وار کیپٹن شکیل کا طواف کر رہی تھیں۔ عمران اور باقی سب ممبرز ایک لمحے میں جان گئے تھے کہ روزی کیپٹن شکیل پر مرمٹی ہے۔ لیکن کیپٹن شکیل کے چہرے پر

اکتاہٹ کے آثار محبت کی نسبت زیادہ تھے۔ وہ روزی سے کنی کترا رہا تھا۔

اس وقت وہ سب روزی کے کمرے میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ انہیں ایکسٹو کے ٹیلیفون کا انتظار تھا۔

"میرے خیال میں جب تک ایکسٹو کا ٹیلیفون آئے — میں غسل کر لوں" — اچانک عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" — سب نے تائید کی کیونکہ وہ سب بھی بے حد تھکن محسوس کر رہے تھے۔

عمران اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے کپڑے اتار کر ایک کھونٹی پر لٹکائے اور پھر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ باتھ روم بالکل چھوٹا اور تنگ تھا اور پھر اس میں کپڑے لٹکانے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس لئے عمران کو کپڑے باہر اتار کر لٹکانے پڑے تھے۔

"مس روزی! — کیا آپ گرم گرم چائے پلا سکتی ہیں" — ؟ صفدر نے روزی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ضرور — ضرور — بھلا اس میں تکلف کی کیا بات ہے" — روزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"کیپٹن شکیل! — بھئی بڑے خوش قسمت ہو — جواب نہیں — یہاں دیارِ غیر میں ہاتھ مارا ہے" — نعمانی نے مسکراتے ہوئے شکیل کو چھیڑا۔

"چھوڑو یار! — مفت میں مصیبت گلے پڑ گئی ہے — ویسے ایک بات ہے — روزی کے مکان نے کام بڑا دیا ہے" — کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ یہاں اکیلی رہتی ہے — ؟ اس کے والدین کہاں ہیں" — ؟ صفدر

نے پوچھا۔

"والدین بچپن ہی میں مر گئے تھے ۔۔۔ دوسروں کے گھر میں پلی اور پھر ملازمت کر لی ۔۔۔ یہ مکان اس نے کرائے پر لے رکھا ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"یار! ۔۔۔ ایک بات بتلاؤ ۔۔۔ اب یہ مجھے اپنا پتہ بتلانے پر مجبور کر رہی ہے ۔۔۔ اور کہتی ہے کہ میں وہاں تمہارے پاس رہوں گی ۔۔۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں ۔۔۔ کیا کروں" ۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"کوئی غلط پتہ بتا دو ۔۔۔ خود ہی وہاں چکراتی رہے گی اور پھر مایوس ہو کر واپس لوٹ آئے گی" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"ہاں ۔۔۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ایک بات کہوں ۔۔۔ بڑا لطف رہے گا ۔۔۔ اسے تم عمران کے فلیٹ کا پتہ بتلا دو ۔۔۔ یہ وہاں پہنچے گی تو عمران اس سے خود نپٹ لے گا" ۔۔۔ نعمانی نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں ۔۔۔ عمران اسے میرے گلے ڈال دے گا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"نہیں ۔۔۔ ایکسٹو کبھی یہ برداشت نہیں کر سکے گا اس لئے عمران کو اس سے پیچھا چھڑانا ہی پڑے گا ۔۔۔ پھر ہم جولیا کو کہہ دیں گے کہ عمران وہاں باقاعدہ شادی کر کے آیا ہے" ۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا۔

"ہاں ۔۔۔ یہ ٹھیک ہے ۔۔۔ عمران صاحب کو بھی مزہ آ جائے گا" ۔۔۔ صفدر نے بھی تائید کر دی۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ جیسے آپ لوگ کہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل بھی مسکرا دیا۔

اسی لمحے روزی ہاتھ میں چائے کی ٹرے لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کچھ گھبرائی ہوئی اور پریشان تھی۔

"کیا بات ہے مس روزی! ۔۔۔ آپ کچھ بے چین سی ہیں" ۔۔۔؟ صفدر نے اس کی حالت تاڑ لی۔

"کچھ نہیں ۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں" ۔۔۔ روزی نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

روزی نے سب کو چائے کی پیالی دی اور پھر عمران کے حصے کی پیالی اس نے علیحدہ رکھ دی۔

"شکیل! ۔۔۔ ذرا میری بات سنو" ۔۔۔ روزی نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن شکیل برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

روزی اور کیپٹن شکیل دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔ صفدر اور نعمانی دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔

"شکیل! ۔۔۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔۔۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ" ۔۔۔ روزی نے باہر نکلتے ہی اس کے پیر پکڑ لئے۔

"ارے ارے ۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے گھبرا کر پیر پیچھے کر لئے۔ اور پھر روزی کو کاندھوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ روزی کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"پگلی روتی کیوں ہو ۔۔۔ میں تمہیں ساتھ تو نہیں لے جا سکتا ۔۔۔ تم وہاں آ جانا ۔۔۔ میں تمہیں پتہ بتلا دیتا ہوں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اس سے کہا۔

"چلو ایسے ہی سہی" ۔۔۔ روزی کی کچھ امید بندھی۔

کیپٹن شکیل نے بڑی سنجیدگی سے روزی کو عمران کے فلیٹ کا پتہ بتلا دیا۔

"تم وہاں مجھ سے شادی کر لینا شکیل ــــ میں ساری عمر تمہاری خدمت کروں گی ــــ تمہیں کبھی ناراض نہیں کروں گی" ــــ روزی کے سر پر محبت کا بھوت بُری طرح سوار تھا۔

"بے فکر رہو ــــ تم وہاں آ جانا ــــ پھر اس بارے میں بھی سوچیں گے۔" کیپٹن شکیل نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں" ــــ ؟ عمران جو ابھی وہاں آیا تھا اچانک بول پڑا۔

روزی شرما کر بھاگ گئی۔ اور کیپٹن شکیل بھی جھینپ گیا۔

"برخوردار! ــــ تم مجھے بالغ ہوتے نظر آ رہے ہو ــــ کیا خیال ہے" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اندر چلیں عمران صاحب! ــــ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے" ــــ کیپٹن شکیل نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"چائے تو ٹھنڈی ہو رہی ہے ــــ مگر تم یہاں آ کر کچھ گرم ہوتے جا رہے ہو" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے جواب نہیں دیا اور وہ جواب دیتا بھی کیا۔ عمران اندر کمرے میں چل دیا۔ کیپٹن شکیل بھی پیچھے تھا۔

کمرے میں پہنچتے ہی مسکراتے ہوئے سب لوگوں نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔ عمران کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ٹرے میں رکھی ہوئی چائے کی پیالی اٹھا لی اور چسکیاں لینی شروع کر دیں۔ اچانک پاس پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بجنے لگی۔

عمران نے رسیور اٹھایا۔

"عمران سپیکنگ" ــــ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب! ــــ ایک فلائٹ جو ڈائریکٹ ہمارے ملک جا رہی ہے وہ کافی دیر بعد جائے گی اور اس میں اتنی سیٹیں بھی نہیں ہیں کہ ہم سب لوگ جا سکیں ایک اور فلائٹ جو آدھے گھنٹے بعد جا رہی ہے وہ بہت سے ممالک کے چکر لگا کر پاکیشیا جائے گا ــــ اس میں سیٹیں مل گئی ہیں وہ میں نے بک کروا لی ہیں۔ ویسے یہ فلائٹ بارہ گھنٹے بعد پہنچے گی" ــــ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے تفصیل سے بتلایا۔

"ٹھیک ہے جناب! ــــ ہمیں فوراً اس ملک سے نکل جانا چاہیئے" ــــ عمران نے ممبران کے سامنے بڑے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے! ــــ آپ جلدی ایئرپورٹ پہنچیں" ــــ بلیک زیرو نے کہا اور پھر سلسلہ ختم ہو گیا۔

"سیٹیں مل گئی ہیں ــــ ایکسٹو نے نہ جانے کیا چکر چلا کر سیٹیں حاصل کر لی ہیں ــــ ویسے یہ فلائٹ ڈائریکٹ ہمارے ملک نہیں جا رہی ــــ دو اور ملکوں کا چکر کاٹنا پڑے گا ــــ ڈائریکٹ جانے والی فلائٹ اس کے بعد والی تھی۔ مگر اس میں سیٹیں خالی نہیں تھیں" ــــ عمران نے بتلایا۔

"کس وقت جا رہی ہے یہ فلائٹ" ــــ ؟ صفدر نے پوچھا۔

"آدھے گھنٹے بعد جہاز پرواز کر جائے گا ــــ ہمیں فوراً ایئرپورٹ پہنچنا چاہیئے" ــــ عمران نے کہا اور پھر سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

سب نے روزی سے فرداً فرداً ہاتھ ملایا۔ اس کی امداد و تعاون کا بیحد

شکریہ ادا کیا اور پھر مکان سے باہر نکل آئے۔

کیپٹن شکیل نے روزی کو دلاسہ دیا اور اسے اپنے ملک آنے کی تاکید کر کے جان چھڑائی۔ اور پھر وہ سب مکان سے نکل کر وہی دیوار پھاند کر میدان میں پہنچے اور وہاں سے جلد ہی انہیں ایک ٹیکسی مل گئی۔ جس نے تھوڑی دیر بعد انہیں ایئرپورٹ پہنچا دیا۔



فریدی اور حمید ابھی ابھی زیٹو ہاؤس واپس پہنچے تھے۔ وہ وزیر داخلہ سے مل کر انہیں حالات سے آگاہ کرنے گئے تھے۔

فریدی جیسے ہی ڈرائینگ روم میں پہنچا وہ چونک پڑا۔ کمرے میں ہلکی ہلکی سی سیٹی بج رہی تھی۔ اس نے تیزی سے الماری کھولی اور پھر اس میں رکھا ہوا ایک چھوٹا سا بکس نما ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا۔ اور پھر خود بھی صوفے پر بیٹھ گیا۔ حمید سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔

"ہیلو ۔۔۔ ہارڈسٹون سپیکنگ۔ اوور" ۔۔۔ فریدی نے کہا۔

"نمبر الیون سپیکنگ وس اینڈ سر اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے نمبر الیون کی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ دو" ۔۔۔ فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

"سر! ۔۔۔ عمران اور اس کے ساتھی ہماری نظروں میں ہیں ۔۔۔ اس وقت وہ اس مکان سے نکل کر ایئرپورٹ کی طرف جا رہے ہیں جہاں سے تھوڑی دیر بعد ایک فلائٹ جانے والی ہے ۔۔۔ اوور" ۔۔۔ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"گڈ! ۔۔۔ کیا انہیں فلائٹ میں سیٹیں مل گئی ہیں ۔۔۔ اوور" ۔۔۔ فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! ۔۔۔ اس مکان کا ٹیلیفون چیک کیا گیا تھا ۔۔۔ وہاں سے پتہ چلا کہ کسی نامعلوم آدمی نے ان کے لئے چار سیٹیں بک کرائی ہیں۔ ویسے یہ فلائٹ ڈائریکٹ ان کے ملک نہیں جا رہی ۔۔۔ یہ فلائٹ چکر کھا کر وہاں پہنچے گی۔ لیکن وہ چونکہ جلد از جلد اس ملک سے نکل جانا چاہتے ہیں اس لئے وہ اسی فلائٹ سے جانے کے لئے تیار ہو گئے ہیں ۔۔۔ اوور" ۔۔۔ نمبر الیون نے تفصیل بتلائی۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ انہیں جلد از جلد اس ملک سے نکل جانے دو ۔۔۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں ۔۔۔ اوور" ۔۔۔ فریدی نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"او۔کے سر ۔۔۔ اوور" ۔۔۔ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"جب ان کی فلائٹ پرواز کر جائے تو مجھے اطلاع دینا ۔۔۔ اوور اینڈ آل" فریدی نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"کیوں حمید! ۔۔۔ کیسی رہی ۔۔۔ عمران نے ایسی عبرتناک شکست کبھی نہیں کھائی ہو گی" ۔۔۔ فریدی نے مسکراتے ہوئے حمید سے کہا۔

"ہونہہ! ۔۔۔ مجھے تو لطف نہیں آیا ۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ذہنی طور پر دوسرے کو شکست دی جائے ۔۔۔ میں عمران کی ٹانگیں توڑ دیتا تو مجھے اور

زیادہ لطف آتا"۔۔۔ حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"برادرم!۔۔۔ جو لطف ذہنی طور پر کسی کو شکست دینے میں ہے وہ جسمانی لڑائی بھڑائی میں نہیں ہے ۔۔۔ اور پھر عمران کا اور میرا اصل مقابلہ ذہنی تھا۔۔۔ جسمانی نہیں ۔۔۔ جسمانی مقابلہ تو چھوٹے درجہ کے جاسوسوں میں ہوتا ہے"۔۔۔ فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ حمید کوئی جواب دیتا۔ ٹرانسمیٹر سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز ابھرنے لگی۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو!۔۔۔ ہارڈ اسٹون سپیکنگ ۔۔۔ اوور"۔۔۔ فریدی نے کہا۔

"الیون سر ۔۔۔ اوور"۔۔۔ دوسری طرف سے نمبر الیون بولا۔

"یس ۔۔۔ اوور"۔۔۔ فریدی نے کہا۔

"سر!۔۔۔ عمران اور اس کے ساتھی جس جہاز میں گئے ہیں وہ چند منٹ پہلے پرواز کر گیا ہے ۔۔۔ اوور"۔۔۔ نمبر الیون نے کہا۔

"ویری گڈ نمبر الیون!۔۔۔ مجھے اسی بات کا انتظار تھا ۔۔۔ اوور اینڈ آل"۔ فریدی نے جواب دیا اور پھر بٹن آف کر دیا۔

"اب عمران اپنے ملک پہنچ کر وہ جعلی کاغذات اپنی حکومت کے حوالے بڑے فخر سے کرے گا ۔۔۔ اور پھر وہاں سے جب جواب ملے گا کہ کاغذات جعلی ہیں تو اس وقت عمران کی حالت قابل دید ہو گی ۔۔۔ وہ بھی کیا یاد کرے گا کہ فریدی سے مقابلہ ہوا تھا"۔۔۔ فریدی نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ وہ بے انتہا خوش تھا۔ خوشی اس کے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ حمید نے کبھی اسے اتنا خوش نہ دیکھا تھا۔

"چلو حمید!۔۔۔ اب وہ کاغذات وزارت داخلہ کے سپرد کر آئیں"۔۔۔ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی کیا جلدی ہے ۔۔۔ اطمینان سے دے دیں گے"۔۔۔ حمید نے جان چھڑانے کے لئے کہا۔

"نہیں!۔۔۔ یہ کام اہم ہے ۔۔۔ فوراً ہونا چاہیئے"۔۔۔ فریدی نے سخت لہجے میں کہا اور پھر وہ اٹھ کر اندر خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ حمید بھی اس کے پیچھے پیچھے خواب گاہ میں آیا۔

فریدی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک گیا۔ وہ چاروں طرف بڑی حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"حمید!۔۔۔ یہاں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے ۔۔۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ یہاں موجود رہے ہیں"۔۔۔ فریدی کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی تھی۔

"یہاں کون آسکتا ہے"۔۔۔ حمید نے جواب دیا۔

لیکن فریدی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے پلنگ کے نیچے موجود بٹن دبایا تو سیف ظاہر ہو گیا۔ اس نے بجلی والا بٹن چیک کیا۔ وہ آن تھا۔ اسے کچھ اطمینان ہوا۔ اس نے بٹن آف کیا اور پھر جیب سے چابی نکال کر سیف کا تالا کھولا۔ بیگ بدستور موجود تھا۔

اس نے تیزی سے بیگ نکال کر اس کے تالے کھولے۔ اور پھر جیسے ہی اس نے بیگ کا ڈھکنا کھولا۔ اس پر بجلی گر پڑی۔ حمید جو اشتیاق آمیز نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ فریدی کا رنگ بدلتے دیکھ کر چونک پڑا۔

"چوٹ ہو گئی حمید!۔۔۔ عمران جُل دے گیا ہے ۔۔۔ یہ کاغذات جعلی ہیں۔

عمران اصلی کاغذات لے گیا ہے" —— فریدی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

"کیا مطلب —— کیا یہ وہ کاغذات ہیں جو آپ نے تیار کئے تھے" —— ؟ حمید بھی ساری سکیم چوپٹ ہوتے دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔

"ہاں! —— یہ وہی ہیں" —— فریدی کے لہجے میں بھیڑئیے جیسی غراہٹ تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اسے ہماری سکیم کا پتہ چل گیا تھا" —— حمید بھی سخت پریشان ہو گیا۔

"ہاں! —— ہم غلط فہمی میں رہے کہ ہماری اسکیم کامیاب رہی —— لیکن وہ الٹا ہمیں شکست دے گیا ہے" —— فریدی نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"اب کیا ہو گا" —— ؟ حمید نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

فریدی کے چہرے پر غصے کے اتنے شدید آثار تھے کہ حمید کو اس پر نظریں ڈالنے کی جرأت نہ ہو رہی تھی۔

"میں اسے گولی مار کر وہ کاغذات لے آؤں گا" —— فریدی نے غراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ غصے سے بل کھاتا ہوا خواب گاہ سے نکلا اور ڈرائینگ روم میں موجود ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

"ایئرپورٹ انکوائری" —— دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"کرنل فریدی" —— فریدی بھیڑئیے کی طرح غرایا۔

ایک تو فریدی کا نام —— اور پھر اس کی غراہٹ —— آپریٹر غریب بری طرح گھبرا گیا۔

"یس —— یس سر —— آ —— آرڈر جناب" —— آپریٹر نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ابھی ابھی جو فلائٹ گئی ہے وہ پاکیشیا کس وقت پہنچے گی" —— ؟ فریدی نے پوچھا۔

"بارہ گھنٹے بعد پہنچے گی جناب! —— اسے دوسرے ممالک سے ہو کر جانا پڑے گا" —— آپریٹر نے جواب دیا۔

"کوئی ڈائریکٹ فلائٹ بھی جا رہی ہے" —— ؟ فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب" —— آپریٹر نے جواب دیا۔

"ڈائریکٹ فلائٹ کس وقت جا رہی ہے" —— ؟ فریدی نے پوچھا۔

"وہ تقریباً چار گھنٹے بعد جائے گی" —— آپریٹر نے جواب دیا۔

"وہ کتنے گھنٹے بعد پاکیشیا پہنچے گی" —— ؟ فریدی نے پوچھا۔

"سر! —— وہ ساڑھے سات گھنٹے میں پاکیشیا پہنچے گی" —— آپریٹر نے جواب دیا۔

"ہوں! —— اس کا مطلب ہے کہ یہ اس فلائٹ سے پہلے پہنچ جائے گی"۔ فریدی نے کہا۔

"جی ہاں! —— وہ آدھا گھنٹہ پہلے پہنچ جائے گی" —— آپریٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس درمیان میں کوئی اور فلائٹ بھی جا رہی ہے" —— ؟ فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں! —— دو گھنٹے بعد ایک اور فلائٹ جا رہی ہے —— لیکن وہ ڈائریکٹ نہیں جائے گی —— وہ اس فلائٹ سے دو گھنٹے بعد پہنچے گی" —— آپریٹر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ تھینک یُو" ۔۔۔ فریدی نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"ہم ڈائریکٹ فلائٹ سے جائیں گے ۔۔۔ اور عمران کا ایئرپورٹ پر استقبال کریں گے ۔۔۔ اور پھر یہاں اسے اس کے ملک میں گولی مار کر کاغذات لے آؤں گا"۔ فریدی نے کہا اور حمید نے سر ہلا دیا۔

اور پھر فریدی ٹرانسمیٹر پر نمبر البون کو ڈائریکٹ فلائٹ پر دو سیٹیں ریزرو کرانے کا حکم دینے میں مصروف ہوگیا۔ اور حمید، عمران کے متعلق سوچ رہا تھا جو کرنل فریدی کو بھی جُل دے گیا تھا۔



جہاز ایئرپورٹ پر اپنی مخصوص جگہ پر رک گیا۔ دروازہ کھلا، سیڑھی لگی اور پھر عمران اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ نیچے اتر آئے۔ بارہ گھنٹے کا طویل سفر تھکا دینے والا تھا لیکن مشن کی کامیابی نے انہیں تھکن کا احساس نہیں ہونے دیا۔

ایئرپورٹ پر قدم رکھتے ہی عمران نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر جیب میں رکھے ہوئے کاغذوں کے پلندے کو تھپتھپاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"کرنل فریدی اپنی بوٹیاں نوچ رہا ہوگا ۔۔۔ اسے اس سے پہلے اتنی زبردست شکست کا سامنا کبھی نہ کرنا پڑا ہوگا ۔۔۔ یہ کیس اس کی زندگی کا عبرت آموز

کیس بن جائے گا"۔

صفدر ۔۔۔ نعمانی ۔۔۔ اور کیپٹن شکیل تینوں کے چہرے مسرت سے گلنار ہو رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کسٹم سے گزرے اور پھر ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل آئے۔

"آپ سب لوگ اپنے اپنے فلیٹوں کا رخ کریں ۔۔۔ میں بھی ذرا سلیمان کی جا کر خبر لوں ۔۔۔ وہ میرے لئے رشتے کی بات پکی کر رہا تھا ۔۔۔ اللہ کرے بات طے ہو چکی ہو" ۔۔۔ عمران نے انہیں کہا۔

"آمین ثم آمین" ۔۔۔ تینوں نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

عمران نے ٹیکسی پکڑی اور پھر اسے اپنے فلیٹ کی طرف جانے کا حکم دیا، اور ٹیکسی تیزی سے فلیٹ کی طرف دوڑنے لگی۔ لیکن عمران کو اپنے تعاقب میں آنے والی ٹیکسی کا پتہ نہیں تھا جس میں کرنل فریدی اور کیپٹن حمید موجود تھے جو عمران سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی ڈائریکٹ فلائٹ کے ذریعے پہنچ چکے تھے۔

ٹیکسی عمران کے فلیٹ کے سامنے رک گئی۔ عمران نیچے اترا۔ کرایہ ادا کیا۔ اور پھر اچھلتا کودتا اپنے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ اس نے کال بیل پر انگلی رکھی۔ اندر گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ کال بیل دبائے چلا گیا۔

پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھل گیا۔ سامنے سلیمان کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے اور جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ لیکن عمران کو دیکھتے ہی اس کے تمام آثار غائب ہو گئے۔

"شکر ہے ۔۔۔ آپ آ تو گئے ۔۔۔ قرض داروں نے میری جان کھا رکھی تھی"۔ سلیمان نے شکوہ شروع کر دیا۔

"ذرا دم تو لے لینے دو — آتے ہی کسی بیوی کی طرح آٹے دال کا شکوہ شروع کر دیا" — عمران نے اندر داخل ہو کر کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ سلیمان کوئی جواب دیتا۔ دروازے پر فریدی نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"عمران" — فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

اور عمران جس کی دروازے کی طرف پشت تھی۔ اچھل کر سیدھا ہو گیا۔ اسے فریدی کو وہاں دیکھ کر سخت حیرت ہوئی تھی۔

"تم شرافت سے وہ کاغذات میرے حوالے کر دو — ورنہ میں گولی مارنے میں بھی دریغ نہیں کروں گا" — فریدی غرایا۔

"کرنل فریدی! — آپ کو یاد ہیں وہ الفاظ — جو آپ نے اپنی کوٹھی میں مجھ سے کہے تھے — اب آپ کا کیا خیال ہے" — ؟ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

کیپٹن حمید سلیمان کو کور کئے کھڑا تھا۔

اور پھر فریدی نے گولی چلا دی۔ لیکن عمران جس کی نظریں فریدی کے ریوالور پر جمی ہوئی تھیں برق کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور گولی اسے چھو بھی نہ سکی۔

"تم جانتے ہو فریدی! — کہ میں سنگ آرٹ کا ماہر ہوں — پھر خوامخواہ گولیاں ضائع کر رہے ہو" — عمران نے رکتے ہی کہا۔

فریدی نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ اب وہ کسی چیتے کی طرح عمران پر جھپٹنے کے لئے تیار تھا۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے فریدی نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران نے ڈاج

دینا چاہا مگر وہ فریدی کو ڈاج نہ دے سکا اور فریدی اسے لیتا ہوا فرش پر جا گرا۔

لیکن گرتے ہی عمران کروٹ بدل گیا پھر وہ فریدی کے پیٹ میں لیٹے ہی لیٹے ایک گھٹنا مارنے میں کامیاب ہو گیا۔ گھٹنا مارنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ فریدی سے پہلے اٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے فریدی کے منہ پر ٹھوکر مارنی چاہی مگر فریدی نے اس کی ٹانگ گھسیٹ لی اور عمران بھی نیچے جا گرا۔

پھر دونوں اکٹھے ہی اٹھے۔ فریدی نے کھڑی ہتھیلی کا وار کیا مگر عمران نے مقابلے میں کراٹے کا وار کیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے عمران فریدی کو گرانے کی کوشش کر رہا تھا اور فریدی، عمران کو گرانے کے لئے زور لگا رہا تھا۔ مگر دونوں ہی اپنی جگہ مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہرے سرخ ہو رہے تھے۔

پھر اچانک ہی فریدی نے اڑنگی ماری اور عمران نیچے کی طرف جھکا۔ اوپر سے فریدی نے اس کی کمر پر دوہتڑ مار دیا۔ مگر فریدی کی کمر میں عمران کے ہاتھ پڑ چکے تھے۔ اور فریدی اس کے اوپر سے ہوتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔

نیچے جھکنے سے عمران کی جیب سے کاغذات کا پلندہ نکل کر فرش پر بکھر گیا۔ اور یہ لمحہ جہاں عمران کے لئے شدید حیرت کا تھا وہاں فریدی بھی حیرت سے سن ہو گیا۔

کاغذات کے پلندے کے صرف اوپر اور نیچے والے دو ورق اصلی تھے باقی سب سفید کاغذ تھے۔ کاغذ فرش پر بکھرے ہوئے تھے اور عمران انہیں یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کاغذ ابھی اچھل کر اس کے منہ پر تھپڑ مار دیں گے۔

وہ خود دھوکہ کھا چکا تھا۔ کسی نے بڑی ہوشیاری سے اوپر اور نیچے کے دو کاغذ رہنے دیئے تھے۔ اور باقی کاغذات نکال کر سفید کاغذ رکھ دیئے تھے۔

کرنل فریدی اور عمران دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر عمران مسکرا دیا۔

"لو جی کرنل صاحب! — آپ اٹھالیں اصلی کاغذات" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" — ؟ فریدی ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا۔

"مطلب یہ ہے کہ مجھے بھی الو بنایا گیا ہے — اور کاغذات کوئی اور پارٹی لے اڑی ہے" — عمران نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے" — فریدی چونک پڑا۔ لیکن سامنے پڑے ہوئے سفید کاغذ اس کا منہ چڑا رہے تھے۔ دو عظیم جاسوس — دو ذہین ترین انسان دھوکہ کھا چکے تھے۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ حمید جو اس سچویشن کو دیکھ کر خود گھبرا گیا تھا اور اس نے ریوالور جیب میں ڈال ، نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

دروازے پر ٹیلیگراف مینجر ہاتھ میں ٹیلیگرام لئے کھڑا تھا۔ حمید نے اس کے ہاتھ سے ٹیلیگرام لے لیا۔ عمران نے آگے بڑھ کر ٹیلیگرام لیا۔ لیکن اچانک فریدی نے اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"آپ ہی پہلے پڑھ لیں — میرے سسرال والوں کا تار ہوگا" — عمران نے ہانک لگائی۔

"میں فلائٹ نمبر ۱۱۱۲ سے کاغذات لے کر آرہی ہوں" — روزی۔

عمران بھی تار پڑھ چکا تھا۔

فریدی نے تار وہیں پھینکی — اور پھر حمید کا بازو پکڑ کر برق رفتاری سے نیچے فلیٹ کی سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

عمران نے ایک بار پھر تار پڑھی اور پھر وہ بھی سب کچھ سمجھ چکا تھا پھر وہ فریدی کے پیچھے تیزی سے اترتا چلا گیا۔



روزی جب چائے بنانے گئی تھی تو اچانک ہی اس کے ذہن میں یہ سکیم آئی تھی اور اس نے اس سکیم پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے چھپ کر ان لوگوں کی باتیں سننے کے بعد اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران کی جیب میں رکھے ہوئے کاغذات بہت اہم ہیں۔

روزی نے سوچا تھا کہ شکیل اسے وہاں جا کر بھول نہ جائے اور جب میں اس کے پیچھے جاؤں تو وہ مجھے دھتکار دے۔ چنانچہ اس نے اس وقت عمران کی جیب سے وہ کاغذات نکال لئے اور پھر اوپر اور نیچے کے دو کاغذات رہنے دیئے اور درمیان میں اتنے ہی حجم کے سادہ کاغذ رکھ کر دوبارہ عمران کی جیب میں رکھ دیئے۔

اب وہ فلائٹ میں بیٹھی یہ سب کچھ سوچ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اس

کے بیگ میں وہ کاغذات محفوظ تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب ان کاغذات کے زور پر میں شکیل کو مجبور کر دوں گی کہ وہ مجھ سے شادی کرلے اور اُسے شادی کرنی پڑے گی۔

جہاز آسمان کی وسعتوں کو چیرتا ہوا پاکیشیا کی طرف بڑھ رہا تھا روزی نے عمران والی فلائٹ کے بعد والی دوسری فلائٹ سے ہی سیٹ بک کرالی تھی۔ پاسپورٹ اس کے پاس پہلے ہی تھا اور ویزے کی ان دونوں ملکوں کے درمیان پابندی ہی نہیں تھی۔

اچانک جہاز کو جھٹکے لگنے شروع ہو گئے۔ اور پھر یہ جھٹکے متواتر زوردار لگنے لگے۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ جہاز کو کیا ہو رہا ہے" ۔۔۔؟ سب مسافروں نے سخت پریشانی سے ایئر ہوسٹس سے پوچھا۔

"ہمارا جہاز زبردست طوفان میں پھنس گیا ہے" ۔۔۔ ایئر ہوسٹس نے پریشان لہجے میں کہا۔

اور مسافروں کے چہرے پر موت کی زردی چھا گئی۔ اسی لمحے ایک زوردار کڑاکا ہوا ۔۔۔ اور روزی کی آنکھوں کے آگے اندھیرا پھیلتا چلا گیا۔

جہاز پر شاید بجلی گر گئی تھی اور دوسرے ہی لمحے جہاز ایک بھڑکتا ہوا شعلہ بنا زمین پر گر رہا تھا ۔۔۔ سب کچھ جل رہا تھا ۔۔۔ پورے جہاز کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

ایئرپورٹ پر کرنل فریدی، کیپٹن حمید اور عمران موجود تھے۔ عمران نے فون کر کے اپنے ساتھیوں کو بھی بلا لیا تھا۔ وہ سب روزی کا انتظار کر رہے تھے۔

پھر جب لاؤڈ سپیکر پر یہ اندوہناک اطلاع دی گئی کہ فلائٹ نمبر ۱۱۳ کا جہاز جو جلد ہی پاکیشیا پہنچنے والا تھا۔ طوفان میں پھنس کر یہاں سے دو سو میل دور تباہ ہو گیا ہے ۔۔۔ خیال ہے کہ اس پر بجلی گری ہے ۔۔۔ پورا جہاز جل گیا ہے ۔۔۔ اب سوائے راکھ کے اور کچھ نہیں بچا" ۔۔۔ تو عمران اور فریدی پر بھی بجلی گر پڑی۔

ڈاگ ریز کا خونی فارمولا بھی جہاز کے ساتھ ہی راکھ بن چکا تھا۔

عمران آگے بڑھا اور فریدی سے کہنے لگا۔

"مجھے افسوس ہے فریدی صاحب! ۔۔۔ ڈاگ ریز کے فارمولے کے صرف دو کاغذ ہی رہ گئے ہیں ۔۔۔ میرے خیال میں صلح کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ایک کاغذ آپ رکھ لیں اور ایک میں رکھ لوں" ۔۔۔ عمران نے کہا اور فریدی نے مسکرا کر عمران کو گلے لگا لیا۔

"عمران!۔ ویسے یہ ہم دونوں کی زندگی کا یادگار کیس ہے" ۔۔ فریدی نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں!۔ جس میں نہ آپ جیتے اور نہ میں ہارا"۔۔۔ عمران نے ہانک لگائی۔

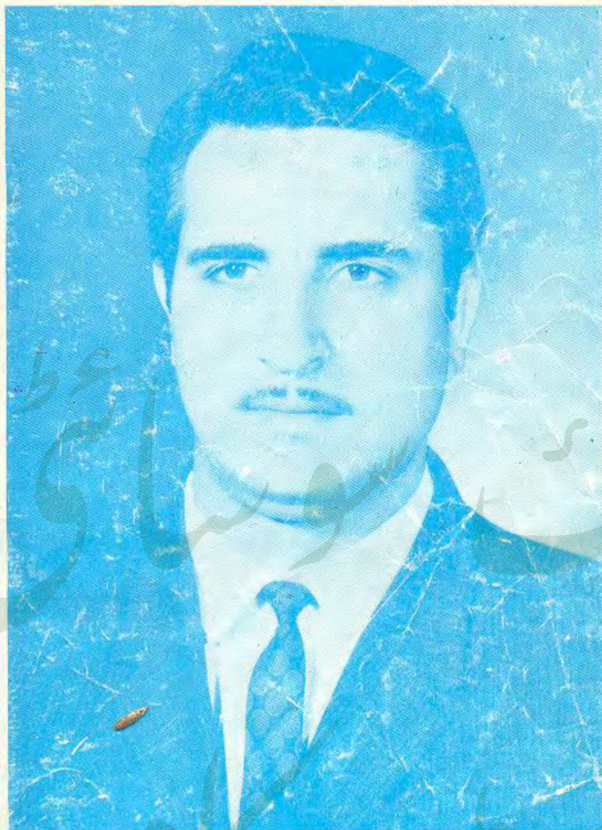
اور پھر وہ سب ہنستے ہوئے ایئرپورٹ سے باہر آگئے۔

ختم شد

شہرہ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے کی عمران

ڈیجر لینڈ ——— مکمل	اناڑی مجرم ———
کراس کلب ——— مکمل	آپریشن سینڈوچ ——— اول
فوہاگ انٹرنیشنل ——— مکمل	سینڈوچ پلان ——— دوم
فاسٹ ایکشن ——— مکمل	کایا پلٹ ——— مکمل
کاغذی قیامت ——— اول	بلیو آئی ——— مکمل
کاغذی قیامت ——— دوم	انکاما ——— اول
پرنس آف ڈھمپ ——— مکمل	انکاما ——— دوم
بلڈی سنڈیکیٹ ——— مکمل	غدار جولیا ———
لیڈی ایگلز ——— اول	بے جرم مجرم ———
موت کا جال ——— دوم	کاروان دہشت ———
اسکیپ گرے ——— مکمل	کاروان دہشت ———
پرنس وینجل ——— مکمل	جیالے جاسوس ———
ٹوپانز ——— اول	جیالے جاسوس ———
یقینی موت ——— دوم	کیمپ ریکرز ——— اول
ہائی فائی ——— مکمل	کیمپ بلاسٹ ——— دوم

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان



مظہر کلیم ایم اے

یکے از مطبوعات

یوسف برادرز
پبلشرز، بک سیلرز
پاک گیٹ ○ ملتان